قَالَ اللّٰہ تعالیٰ: وجئناک بالحق و...

احسن التفسیر

المعروف بہ

تفسیرِ بے نظیر

سلطان العارفین، امام الموحدین، رئیس المفسرین

مولانا حسین علی قدس سرہ

مُحشّی

بدرِ مُنیر

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید مفتی

محمد حسین شاہ نیلوی دامت برکاتہم

تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

سابق مدرس، جامعہ امینیہ دہلی

عظیم الشان خوشخبری

★ اب مکتبہ اشاعت آپ کے جیب میں ★

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت" انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاؤن لوڈ کریں نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاً فوقتاً Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ وتفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت" کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

WhatsApp:0320-1914145

ویب سائیٹ **maktabatulishaat.com** (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

قال الله تعالیٰ ولا یأتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا

احسن التفسیر

المعروف

تفسیر بے نظیر

از افادات

سلطان العارفین، امام الموحدین، رئیس المفسرین

مولانا حسین علی قدس سرہ

محشی

بدر منیر

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید مفتی **محمد حسین شاہ** نیلوی دامت برکاتہم

تلمیذ رشید مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

سابق صدر مدرس، جامعہ امینیہ دہلی

نام کتاب: احسن تفسیر المعروف بہ تفسیر بے نظیر
مصنف: رئیس المفسرین سند المحدثین الامام العلامہ حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حواشی: ① بدر منیر ② الفجر المستطیر (قواعد) ③ حروف المعانی ④ اصطلاحات القرآن
از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ

طبع اول: رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ تعداد: ۲۰۰۰

طبع دوم: محرم الحرام ۱۴۲۲ھ تعداد: ۱۱۰۰

کتابت: سید محمد حسن واسطی

مطبع: یمانی پرنٹرز، ۲۵ ہجویری پارک، ریٹیگن روڈ، لاہور۔

قیمت:

ملنے کے پتے:

- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- دفتر ماہنامہ "نغمۂ توحید" مسجد جامع شاہ فیصل گیٹ گجرات
- مکتبہ تنویر القرآن اردو بازار لاہور
- دار القرآن پنج پیر ضلع صوابی
- تاج کتب خانہ قصہ خوانی پشاور
- مکتبہ فاروقیہ، جامع مسجد فاروقیہ۔ کشمیری بازار گوجرانوالا
- ادارہ گلستان اسلام، سنہری مسجد، اے بلاک، سرگودھا۔
- فیصل کتاب گھر، قاضی مارکیٹ، سرگودھا۔

عرضِ ناشر

رئیس المفسرین، سند المحدثین، قدوۃ الفقہاء، مجدد الف و اربع مائۃ، پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی الوانی (واں بھچراں) نور اللہ مرقدہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ ریت کے ٹیلوں پر بیٹھ کر علماء وطلباء کو قرآنِ حکیم کی تفسیر پڑھانے والے اس مردِ حق شناس نے سورتوں کا لفظی و معنوی ربط بیان فرمایا اور قرآنِ کریم کی ہر آیت سے توحید باری تعالیٰ اخذ کی۔ حضرت صاحبؒ نے اسرائیلیات اور قصے کہانیوں کو رد کرتے ہوئے تفسیر القرآن بالقرآن پر زیادہ زور دیا اور ایسا مدلل انداز اختیار فرمایا کہ دشمنانِ اسلام کے تمام اعتراضات ختم ہو گئے۔ حضرت صاحبؒ کا اندازِ تفسیر پورے برصغیر میں مشہور ہو گیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ بڑے بڑے علماء جو تفسیر پڑھانے میں زندگی کا ایک حصہ گزار چکے تھے انھوں نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور پھر یہ علماءِ حق ملک کے مختلف حصوں میں دورۂ تفسیر پڑھانے اور تفاسیر لکھنے میں مشغول و مصروف ہو گئے۔

حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی تمام سورتوں کے مختصر خلاصے پر مشتمل "تفسیر بے نظیر" لکھی اور چھپوا کر اپنے تلامذہ میں تقسیم فرمائی۔ یہ تفسیر بے شک اپنے انداز کی بے نظیر تفسیر تھی۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ نے اس تفسیر کی افادیت کے پیشِ نظر "التبیان" کے نام سے اس کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ پھر کچھ عرصے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہٗ نے "بدرِ منیر" کے عنوان سے اس کا حاشیہ لکھ کر شائع فرمایا، جس میں قرآنی آیات، احادیثِ صحیحہ، مستند تفاسیر اور اقوالِ اسلاف کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبؒ کی املائی تفسیر "بلغۃ الحیران" کی بعض عبارات سے بھی بعض مجمل عبارات کی وضاحت فرمائی۔ مگر ایک مدت سے یہ بھی نایاب ہو چکی تھی۔ خطیبِ اسلام پیرِ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ سربراہ اشاعت التوحید والسنت پاکستان کی قلبی خواہش تھی کہ تفسیر بے نظیر کو حاشیہ بدرِ منیر کے ساتھ صاف ستھری اور دیدہ زیب کتابت میں خوبصورت انداز میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہٗ نے اس تفسیر کو حاشیہ بدرِ منیر کے ساتھ نئے انداز میں ترتیب دیا ہے۔ نیز حضرت نیلوی صاحب مدظلہٗ کے فرزند ارجمند اور نامور خطاط جناب

سید محمد حسن واسطی صاحب نے خوبصورت انداز میں کتابت کر کے کتاب کے حسن میں مزید نکھار پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

الحمد للہ! مکتبہ حسینیہ سرگودھا کو اب تفسیر بے نظیر کی نئے انداز سے اشاعت کے اہتمام کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ زیرِ نظر تفسیر مندرجہ ذیل خوبیوں کی حامل ہے:

- تفسیر بے نظیر کے ساتھ حاشیہ بدرِ منیر بھی شائع کیا جا رہا ہے۔
- الفجر المستطیر کے نام سے بعض اہم صرفی و نحوی قواعد اور معانی و بیان کے قوانین بھی اس میں شامل ہیں۔
- حروف المعانی کے عنوان سے تحقیقِ معانی کی بحث بھی اس میں شامل ہے۔
- اصطلاحات القرآن کے نام سے قرآنی اصطلاحات کا بیان بھی دیا جا رہا ہے۔
- ہر سورت کے شروع میں سورت کا عنوان دیا گیا ہے۔
- ہر سورت کے رکوع، آیات، کلمات اور حروف کی تعداد لکھی گئی ہے۔
- ہر سورت کا نزولی نمبر بائیں طرف اور مصحفی نمبر دائیں طرف لکھا گیا ہے۔
- ہر سورت کے آخر میں اس سورت کا مختصر ترین خلاصہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔
- تفسیر بے نظیر کا متن جلی قلم سے حاشیہ چھوڑ کر لکھا گیا ہے تاکہ بدرِ منیر سے ممتاز رہے۔
- متن کے ساتھ حاشیہ پر آیت نمبر لکھا گیا ہے۔
- بدرِ منیر اور باقی شامل مضامین میں قرآنی آیات کا مختصر حوالہ نمبروں کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً (۱۰ : ۲) اس سے مراد ہے دسویں سورت کی دوسری آیت۔
- ہر صفحہ پر دائیں طرف پارے کا عنوان اور نمبر لکھا گیا ہے، جبکہ بائیں طرف سورت کا نام اور نمبر بھی لکھ دیا گیا ہے تاکہ کسی مقام کو تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔
- تفسیر کے آخر میں غیر معتبر تفاسیر کی فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ دینی حلقوں میں ان شاء اللہ تفسیر بے نظیر انتہائی مقبولیت حاصل کرے گی، اور رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متوسلین کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کا سبب بنے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

ضیاء الحق (ناظم مکتبہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

لمابعد اس کاپی پر ہر سورت کا مختصر خلاصہ لکھتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالے۔

رکوعھا ۱	۱	سُورَةُ الفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ	۵	کلماتھا ۲۷
اٰیٰتھا ۷				حروفھا ۱۴۰

مُقدمۂ قرآن مجید (اجمالی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الخ کہو مدد مانگتا ہوں ساتھ خاص نام اللہ تعالیٰ کے، یعنی غائبانہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔

بدرِ منیر: "اللہ" کے معنی: وہ متحیر العقول طاقت جو حواسِ خمسہ و عقل کے ادراک سے بالاتر اور مخلوق کی مشابہت سے پاک، حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ جب مخلوق کی آس ہر طرف سے ٹوٹ جاتی ہے تو ڈر کر اور گھبرا کر خود بخود ہی اس کی طرف متوجہ ہونے کی بے حد مشتاق ہو اور مصیبت ٹلنے کے لیے اس کو پکارے۔

"رحمٰن" اپنی مخلوق پر اتنا مہربان، برکات دہندہ اور داتا، کہ اگرچہ مخلوق اس کا کہا نہ مانے وہ ان کے وسائلِ زیست کو بحال رکھے۔ یعنی بغیر غرض کے اور بغیر عوض کے مہربان داتا۔

"رحیم" وہ ذات جو بے حساب اجر و ثواب دے، اگرچہ انسان کے نیک اعمال قلیل ہوں اور کفار پر بھی ایسا رحم کرے کہ اُن کو ابدی تباہی سے بچانے کے لیے بڑی نرمی کے ساتھ دینِ حق قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

بلد رضائیں: ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تسمیہ کے خلاصہ میں لفظ "کہو" استعمال فرمایا ہے، کیونکہ مذاہب باطلہ کا اعتراض تھا کہ قرآن مجید کلام الٰہی نہیں، اگر یہ کلام الٰہی ہے تو "بسم اللہ" کا لفظ اس کی تائید نہیں کرتا، کیا خدا خود اپنے نام سے کلام کی ابتداء کرتا ہے۔ جیسا کہ سوامی دیانند نے اعتراض کیا کہ: "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مصنف کوئی دوسرا ہے نہ اللہ۔" تو حضرت صاحبؒ نے یہاں پر لفظ "کہو" استعمال فرما کر یہ مسئلہ حل فرما دیا۔ جیسا کہ حضرت ابوالعباس ثعلب رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۲۹۱ھ نے مجالس ثعلب ج ۱ ص ۸۶ میں تحریر فرمایا ہے قوله تعالىٰ بسم الله الرحمٰن الرحيم . قال تعالىٰ إبدأ بهٰذا وقل هٰذا یعنی "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ کے ساتھ ابتداء کر اور یوں کہہ۔" اسی طرح حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۸۵ھ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا: هٰذا مقول على السنة العباد كما يقول الرجل الشعر على لسان غيره یعنی "یہ سورۃ لوگوں کی زبان پر کہی گئی ہے کہ اس طرح کہا کریں، جیسے کوئی آدمی کسی کی زبان پر کوئی شعر کہتا ہے کہ گویا وہ یوں کہہ رہا ہے۔" نیز اس مطلب کی وضاحت کے لیے "نفحۃ الیمن" میں ہارون الرشید اور ابونواس شاعر کی گفتگو دیکھیں، ابونواس اس طرح بیان کرتا ہے کہ گویا خلیفہ ہارون الرشید کی زبان سے یہ شعر بیان ہو رہے ہیں۔ اور ملّا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۹۸ھ نے بھی اپنی فارسی کی کتاب مسمیٰ "یوسف زلیخا" میں خود کو خطاب کر کے کہا:

بیا جامی رہا کن شرمساری ز صاف و دُرد پیش آر آنچہ داری

یعنی اے جامی آ، شرمساری چھوڑ، صاف اور میلے میں سے جو بھی تو اپنے پاس رکھتا ہے سامنے لے آ۔ سعدی اور نظامی کا بھی یہی طریقہ ہے۔

حضرت مفسر قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۷۱ھ نے فرمایا: وكثير من القرآن على هٰذا المنهاج ومعناه تعليم عباده كيف يتبركون باسمه وكيف يحمدونه ويمجدونه ويعظمونه یعنی قرآن مجید کا اکثر یہی انداز ہوتا ہے اور اس کا مطلب ہوتا ہے اپنے بندوں کو تعلیم دینا کہ وہ اللہ کے نام سے برکت کیسے حاصل کریں اور اس کی حمد و تعظیم و تمجید کس طرح کریں۔

الحمد للہ رب العلمین سب بادشاہی اور نعمتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر شئے ہر وقت جاننے والا خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ تسلط فوق الاسباب خاص اللہ تعالیٰ کو ہے۔ علم غیبی فوق الاسباب (بھی) خاص	۱

بدرِ منیر: لہ جو دُعا اور استعانت مختص باللہ ہے اس میں مافوق الاسباب مع اعتقاد علم غیب و قدرت علی الغیب کے پکارنے کی شرط ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ غیر اللہ سے دُعاء و استعانت شرک ہوگی اور جو دُعاء و استعانت اُمورِ اختیاریہ میں ہو یا ماتحت الاسباب ہو وہ شرک نہیں بلکہ جائز ہے۔ جیسے والرسول یدعوکم فی اُخرٰکم۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ ادعوھم لاٰباءھم ھو اقسط عند اللہ۔ قال رب انی دعوت قومی لیلا و نھارا۔ و انی دعوتھم جھارا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ من انصاری الی اللہ۔ ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ۔ وغیر ذلك من الاٰیات والاحادیث والاٰثار۔ اور اعتقاد کا معنی ملحوظ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ استعانت باب استفعال سے ہے، جس کی ایک خاصیت حسبان ہے، یعنی پنداشتن چیزے را موصوف بہ ماخذ۔ مطلب یہ ہُوا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اے اللہ تو ہی مستعان ہے، تو ہی ہمارا مُمد و معین تھا، ہے' اور ہوگا۔ کذا فی فصول اکبری ص ۴۲۔

مطلب یہ ہُوا کہ جن جن امور میں مشرکین غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے ہم ان امور میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اور وہ امور ہیں مافوق الاسباب۔ کیونکہ مُشرک کسی نبی' ولی' پیر فقیر' جن' بُت' چاند' سُورج وغیرہ کو گٹھڑی اُٹھا کر سر پر رکھنے کو نہیں پکارتا تھا' نہ کٹورے میں پانی منگواتا تھا' نہ تھالی میں سالن اور چنگیر میں روٹی رکھ کر سوالی کے آگے دھرنے کو پکارتا تھا، نہ ٹوٹا ہوا جُوتا یا شلوار و قمیص سینے کو پکارتا تھا' بلکہ وہ تو جنگوں میں فتح حاصل کرنے' روزی کی فراخی' اولاد کے حصول، بیماریوں سے شفا اور مال میں برکت کی تحصیل کے لیے پکارتے تھے۔ جب جنگل میں ڈرتے تو جنگل کے سردار جن کو پکارتے کہ مجھے اپنی پناہ میں رکھنا۔ اور انہی اغراض کے لیے غیر اللہ کی نذر و نیاز مان لیا کرتے تھے اور نہ کرنے سے نقصان ہوجانے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پس کتنو ایسی حمدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، نہ اور
۴ شرکاء کے لیے۔ پس خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور خاص
۵ اسی کو پکارتے ہیں۔ اے اللہ! اسی راستہ پر ثابت قدم رکھ۔

بدرِ منیر: لہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ۷ میں فرمایا الحمد کا معنی جیسا کہ مشہور ہے کہ ہر حمد ہر ایک حامد سے ہر ایک زمانہ میں خاص) ہے واسطے اللہ کے۔ جیسا کہ فاضل لاری نے کہا ہے۔ اس معنی پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کئی صفات واسطے کفار کے بیان کیے جاتے ہیں اور کئی صفات کاری گروں کے لیے کیے جاتے ہیں اسی طرح کفار اپنے اصنام کی صفت بیان کرتے ہیں۔ کیا یہ سب اوصاف وصفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) اس کا جواب صاحب شرح شرح مائۃ عامل نے دیا ہے۔ کہ تمام مخلوقات مصنوع ہیں اور باری تعالیٰ صانع ہے' لہٰذا ان کے اوصاف' باری تعالیٰ کے اوصاف ہوں گے۔ اہلِ علم حضرات کے لیے شرح شرح مائۃ عامل کی عبارت لکھی جاتی ہے

الحمد للہ معناہ علی ما ذکرہ الفاضل اللاری قدس سرہ ان کل حمد من الازل الی الابد من ای حامد کان ثابت لہٗ تعالیٰ والتعمیم الاول ماخوذ من اللام وکذا الاخیران فان اختلاف الاوقات والفاعلین یستلزم عموم الحمد فان الصادر من شخص احد فی وقت غیر الصادر من شخص اٰخر ومنہ فی وقت اُخر وتعمیم الاوقات من اسمیۃ الجملۃ الدالۃ علی الدوام وتعمیم الحامدین من ترک ذکر الفاعل فان تخصیص البعض ترجیح بلا مرجح فیحمل فی المقام الخطابی علی الاستغراق: والحمد ان حمل علی المعنی العرفی فوجہ الاختصاص انہ المنعم الحقیقی ومن عداہ کالواسطۃ فی ذٰلک لان النعم وجودہا والقدرۃ علی ایصالہا والداعیۃ الباعثۃ علیہ والتمکن من الانتفاع بہا والقوی التی بہا یحصل الانتفاع بہا الی غیر ذٰلک من خلقہ لا یقدر علیہا احد غیرہ قال اللہ تعالیٰ ومابکم من نعمۃ فمن اللہ وکذا ان حمل علی المعنی اللغوی اذ ما من کمال لاحد فضیلۃ کانت اوفاضلۃ الا وھو مولاہ (شرح شرح مائۃ عامل ص)
لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ صانع تو بے شک ہے لیکن مخلوق کے اوصاف

عبادت کہتے ہیں تسلط غیبی فوق الاسباب تصرف میں یا علم میں کسی کے لیے ثابت کرنا عبادت اعتقادی[1] ہے۔ پس ہر مدح یا تعظیم جو اس اعتقاد سے ہو وہ عبادت ہے۔ پس عبادت خاص اللہ تعالیٰ کی

بلد رہنیر: (ص ۸ سے آگے) باری تعالیٰ کے اوصاف کس طرح ہو سکتے ہیں، حالانکہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کبڈی اچھی کھیلا ہے، کھانا اچھا کھالیتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس باقی بافعالِ نفسانی آدمی تو متصف ہوتا ہے کیا پھر خدا تعالیٰ بھی نعوذ باللہ موصوف ہو گیا ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الاقوال القبیحۃ التی لاتلیق بشان اللہ تعالیٰ علواً کبیرا۔ بلکہ معنی حق یہ ہے کہ صفاتِ فاعلیہ خالقیت رازقیت وغیرہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں اور اصنام وغیرہ کے لیے نہیں ہیں۔ یعنی اے کفار! جو صفتیں تم اپنے اصنام کی کرتے ہو کہ وہ داتا ہیں' سب کچھ جانتے ہیں' ہماری بگڑی سنوار سکتے ہیں' ہماری حاجتیں و مُرادیں برلاتے ہیں' ہماری مشکلیں فوق الاسباب آسان کرتے ہیں' وغیر ذٰلک۔ ایسے اوصاف تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں' اصنام وغیرہ کے لیے نہیں ہیں۔ تو دُوسرے علماء میں سے بعض نے الحمد کے لام کو جنسی بنایا ہے۔ (جیسے زمخشری) اور بعض نے اِستغراقی بنایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں معنی لینے صحیح نہیں ہیں۔ ایک تو یہی وجہ ہے کہ ان دونوں معنوں کی وجہ سے مندرجہ بالا زبردست اعتراض وارد ہوتا ہے؛ دُوسرا یہ کہ اصل قاعدہ یہ ہے کہ ال عہدِ خارجی کے لیے ہوتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے عہدِ خارجی نہ بن سکے تب جنسی یا اِستغراقی مراد لیا جاسکتا ہے۔ نور الانوار ص ۸۵ میں ہے: ان العھد اصل فی اللام فما دام یستقیم العھد لا یصیر الی معنی اٰخر۔ کُلیات لابی البقاء ص ۵۰ میں ہے الاصل فی اللام ھو العھد الخارجی۔ اسی لیے ہمارے شیخ قدس سرہٗ نے اس قاعدہ اصولیہ کو مدِ نظر رکھا اور اعتراض سے بھی بچ گئے۔ وللہ درّہٗ۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) نظر نہ آنے والی کسی ہستی کا اسباب سے بالاتر ایسے غلبہ اور دباؤ کا عقیدہ رکھنا اور دل سے یقین کرلینا کہ اس کو ہماری حالت کا پُوری طرح علم ہے اور اس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اس خیال سے اس کے لیے تعظیمی اقوال و افعال بجالائے تو یہ عبادتِ اعتقادی ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے بارے ہے تو دین و توحید ہے ورنہ بے دینی اور شرک۔

ہے۔ اگر (اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ) عبادت غیر کی بھی کرے (تو) مشرک ہوجائے گا۔

سورۂ کہف کے اخیر میں ہے فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا۔ عبادت غیر اللہ کی کرنی شرک ہے۔ بڑی عبادت حاجات میں غائبانہ پکارنا ہے۔ سورۂ حٰمٓ مومن میں ہے قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عِبَادَتِیْ کا معنے دُعَآئِیْ فرمایا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں یہ حدیث ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں عِبَادَتِیْ کا معنی دُعَآئِیْ لکھا ہے۔

بدرِ مُنیر: لہ جیسے ابن منذر اور حاکم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے افضل العبادۃ الدعاء پھر حضرت ابنِ عباسؓ نے یہ آیت پڑھی قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (الآیۃ) اور احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور محی السنۃ رحمہم اللہ تعالےٰ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سُنا ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ۔ پھر آپؐ نے وہی آیت پڑھی قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ (الآیۃ) نیز "الدین الخالص" میں ہے: من عظیم انواع العبادۃ الدعاء فمن عبد غیر اللہ ولم یسمہ الٰھا بل سماہ نبیا او ملکا او صالحا او ولیا او اماما او شجرا او حجرا او مدرا فقد اشرک باللہ لان الاسماء لاتغیر المعانی من حقیقتھا کما سمی الخمر کرما او لبنا او نبیذا لم تکن حلالا وکذلک لو سمی الربا منفعۃ او وثیقۃ او ربحا او بیعا لم تصر بذلک حلالا انظر والم یسموا ذات انواط الٰھا ولم یصرحوا بان اجعل لنا الٰھا فقال علیہ السلام قلتم کما قال بنو اسرائیل اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ۔

لہ الدعاء مخ العبادۃ (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۳، نبراس ص ۵۸۲، مشکوٰۃ ص ۱۹۴)۔ ای رأسھا وافضلھا واساسھا والمخ خالص کل شیٔ (الدین الخالص) والدعاء ھو

(باقی ص ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

سورۂ جن میں ہے قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔ الیٰ قولہ
عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ
فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا یعنی ایک اللہ کو پکاروں گا

بدرِ مُنیر: (ص ۱۰ سے آگے) المراد من العبادۃ (نفحات الانس ص ۸۲ - قول و فرمودہ ادعونی استجب لکم وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیدعونی۔ ولیس المراد من الدعاء العبادۃ مطلقا بل ھو فیما فوق الاسباب للاستعانۃ لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شاء (الدین الخالص) نیز نووی بر مسلم ج ۱ ص ۳۴۳ میں ہے ذھب العلماء کافۃ ان الدعاء عبادۃ مستقلۃ۔ نیز ہمارے پیر و مرشد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران میں ص ۸ پر تحریر کروایا: ایاك نعبد و ایاك نستعین کا معنی یہ نہیں کہ مطلق امور غیر اللہ سے طلب کرنے ناجائز ہیں، جیسا کہ بعض نے (مثل تفسیر عزیزی وغیرہ کے) لکھا ہے۔ اور پھر خود ہی اعتراض کیا کہ لوگ ایک دُوسرے سے پانی وغیرہ اشیاء جو مانگتے ہیں ناجائز ہوگا۔ اور خود ہی جواب دیا کہ یہ مظہر ہیں۔ یعنی دینے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے۔ اور بذاتہٖ اس میں قوت نہیں ہے۔ اور حاصل یہ نکالا کہ غیر کو خالق سمجھنا کفر ہے۔ اور یہ قوتِ خداداد کے کوئی کام کسی کا کرے اور اس سے استعانت کی جائے تو جائز ہے۔ اسی معنی کو پکڑ کر اس زمانے کے بعض علماء نے یہ مسئلہ نکالا کہ غیر کو پکارنا بھی قضائے حاجات میں جائز ہے کیونکہ ان کو بھی بذاتہٖ قوت نہیں ہے، بلکہ خداداد قدرت ہوتی ہے۔ لیکن اپنے آپ سے معنے کرنے اور مسئلے نکالنے سراسر غلطی ہے۔ (ہندو بھی یہی عقیدہ رکھ کر اپنے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ دیکھیے تحفۃ الہند) کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ (استفساراً) آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دُوسرے سے پانی وغیرہ اصحابِ کرامؓ طلب نہیں کرتے تھے؟ اگر طلب کرتے تھے تو وہ مظہر وغیرہ کا خیال کر کے طلب کرتے تھے؟ اور قرآن میں بار بار آیا ہے ولا یحض علیٰ طعام المسکین! و یمنعون الماعون۔ آیا یہی رسم اُس وقت تھی اور آیا ان کو کہا گیا تھا کہ ایک دُوسرے سے پانی وغیرہ طلب کریں تو مظہر کا خیال کر کے طلب کریں۔ اگر

(باقی ص ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

غائبانہ حاجات میں۔ آپ اللہ تعالیٰ خاص عالم الغیب ہے۔ اپنے غیب پر غالب کسی کو نہیں کرتا۔ لیکن پیغمبروں کے لیے فرشتے تیار ہیں واسطے وحی پہنچانے کے اور دفع شیاطین کے۔

بد رحنید: (ص ۱۱ سے آگے) مظہر کا خیال کرکے طلب کرنا جائز ہو تو (والعیاذ باللہ) سب امور اصنام سے بھی طلب کرنے جائز ہوں گے۔ کیونکہ کفار اُس وقت اصنام کو خالق تو نہیں جانتے تھے، جیسا کہ حکایت کی گئی ہے ان سے یہ کہ مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (زمر آیۃ ۳) ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ (زخرف آیۃ ۸۷) (کفار) خالق تو خود خدا صاحب کو جانتے تھے، پھر مابین مسلمانوں اور کفار کے فرق کیا رہا جب کہ مسلمانوں کے واسطے استعانت غیر اللہ سے جائز ہوگئی، جیسا کہ کفار اصنام سے قضائے حاجات غائبانہ طلب کرتے تھے اور آج کل بھی کرتے ہیں۔ وہ کفار بھی یہ خیال نہ کرتے تھے کہ یہ (اصنام) خالق ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔ بلکہ ایاک نعبد وایاک نستعین میں نفی اس بات کی کی گئی ہے کہ قضائے حاجات میں غائبانہ غیر کو نہ پکارنا۔ جیسا کہ مکہ والے پکارتے تھے۔ لہٰذا یہ معنے خاص کریں گے اور ظاہری استعانت کی منع مراد نہیں ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیک آدمی کی قبر ستر گز فراخ ہوجاتی ہے اور کفار کی تنگ ہوتی ہے، اس سے مراد بھی ظاہری فراخی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کو آسانی ہوتی ہے۔ بخلاف کفار کے، اور فراخی سے مراد وہ فراخی نہیں جو ہمیں نظر آتی ہے۔ انتہیٰ کلام شیخنا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نیز حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں ص ۴ پر لکھا ہے کہ "آیت نے جڑ کاٹ دی ہر قسم کی مظہر پرستی اور مخلوق پرستی کی"۔ استعانت کے موضوع پر میں نے الگ ایک مستقل بحث لکھی ہے جو عنقریب چھپ جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں اشارہ فرما گئے ہیں کہ الا من ارتضی میں اِلّا بمعنی لٰکِنْ ہے یعنی مستثنیٰ منقطع ہے متصل نہیں ہے۔ چنانچہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ نے کتاب الاعلام بقواطع الاسلام ج ۲ ص ۷۰ میں تصریح فرمائی ہے کہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ اور (باقی ص ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

تمام خلاصہ اور لُباب قرآن شریف کا ختمِ مومن میں ہے۔ خلاصہ ختمِ مومن کا فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ہے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت شاہ علی رضؓ نے فرمایا

بلد رمُنیر: (ص ۱۲ سے آگے) اگر مستثنیٰ متصل ہی مان لیں تو خصوم کو پھر بھی سود مند نہیں ہے کیونکہ خصوم کا دعویٰ ہے کہ ہم حنفی ہیں اور حنفیوں کے اصول میں مستثنیٰ مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پھر یہاں سے کس قاعدہ کے تحت مرتضیٰ رسول کے لیے اثبات علم غیب کے واسطے دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور اگر اصول حنفیہ سے ہٹ کر اور شافعیہ کے اصول کو اپنا کر مستثنیٰ کو مسکوت عنہ کے درجہ میں نہ سمجھیں بلکہ کہیں کہ حکم مستثنیٰ حسب قواعد معقول نقیض ہوتا ہے حکم مستثنیٰ منہ کی تو قاعدہ ہے کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے؛ اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوتی ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ "اللہ تعالیٰ بعض نبیوں کو بعض اوقات اپنے علم کی بعض باتوں پر اطلاع دے دیتا ہے"؛ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے جن شوافع مفسرین (یا ان کی اتباع میں بعض حنفی مفسرین) نے مستثنیٰ متصل بنایا ہے تو وہاں "بعض علم" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ بیضاوی ج ۲ ص ۳۷۹ میں ہے: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى اى لعلم بعضه حتى يكون له معجزة اور تنویر المقباس میں ہے اى من اختار من الرسل فانه يطلعه على بعض الغيب اور مدارک میں ہے الا رسولا قد ارتضاه لعلم بعض الغيب اور غریب القرآن ص ۳۹۲ میں ہے اى اصطفٰى للنبوة والرسالة فانه يطلعه على ماشاء من غيبه اور مظہری میں ہے فانه يطلع من ارتضاه احيانا ليكون معجزة ويبشر المطيعين وينذر العاصين۔ اور نہ ہی اسے علم غیب کہا جاتا ہے، کیونکہ علم غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے بالا ہو۔ جیسا کہ بیضاوی میں ہے الغيب الخفى الذى لا يدركه الحس ولا يقتضيه بداهة العقل۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے وبعد الاطلاع لم يبق غيبا۔ اور مظہری ج ۱۰ ص ۹۵ میں ہے وعند رفع الحجب لا يكون هذا من علم الغيب بل من علم الشهادة. وان كان من قبيل المعجزة والكرامة۔ پس معجزہ کا علم 'علم غیب' نہ ہوا بلکہ علم بالشہادۃ ہوا۔ قسطلانی نے لکھا ہے فيظهر على من يشاء

(باقی ص ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے: تمام قرآن (سورۃ) الحمد میں ہے۔ اور سورۃ فاتحہ تمام بسم اللہ میں ہے۔ اور بسم اللہ "ب" میں ہے۔ (سورت) الحمد شریف کا **خلاصہ** یہ ہے: صفتوں کے لائق خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ خاص اس کو پکاروں گا۔

بسم اللہ شریف کا خلاصہ: خاص اللہ تعالیٰ سے ہی مانگوں گا' غائبانہ۔ ب کا معنی استعانت ہے، اس کا متعلق محذوف ہے اخیر میں۔ متعلق کو اخیر (مؤخر کرنا) فائدہ حصر کا دیتا ہے۔ یعنی خاص اللہ تعالیٰ سے مانگوں گا۔ بس تمام قرآن ب میں آگیا۔

بدرِ منیر: (ص ۱۳ سے آگے) من الغیب فیکون ذٰلک معجزۃ لہٗ ومقتضاہ اِطلاع الرسول علی بعض المغیب۔ لیکن ہمارے پیر و مُرشد رحمہُ اللہ تعالیٰ کو اِستثناء منقطع ہی پسندیدہ ہے اور صاحب الجمل نے بھی السمین سے استثناء منقطع ہی نقل کیا ہے۔ اور اہل لسان رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اِلّا بمعنی لکن کر کے مستثنیٰ منقطع ہی بنایا ہے۔ دیکھیے البحر المحیط لابن حیان الاندلسی النحوی المفسر (متوفی ۷۴۹ھ) ص ۳۵۵ ج ۸۔ اور امام ابو جعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) نے مشکل الآثار ص ۱۱۷ ج ۴ میں مستثنیٰ متصل و منقطع کی پہچان کے لیے ایک ضابطہ بتایا ہے کہ اِلّا کے بعد اگر مُبتدا خبر ذکر ہو تو مستثنیٰ منقطع ہوتا ہے: اذا کان لمابعد المذکور بالاخبر فھو بمعنی لکن کما قال عز وجل اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ اور جہاں خبر نہ ہو وہ مستثنیٰ متصل ہے، جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اب اس ضابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہُوئے یہاں مستثنیٰ منقطع ہی ہوگا، کیونکہ من ارتضٰی من رسول موصول صلہ مل کر مبتدا ہُوا متضمن معنی شرط کے جس کی خبر پر ف لگا کر فرمایا فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا یعنی جب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب نہیں بتاتا تو سوال ہو سکتا ہے کہ نبی ماضی، مستقبل اور جنت و دوزخ کی خبر کیونکر دیتے ہیں تو جواب دیا کہ وہ اپنے رسولوں کو بذریعہ فرشتہ بعض اخبارِ غیبیہ اور احکامِ دینیہ پر وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہتا ہے۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) جیسا کہ اہل علوم عربیہ کا قاعدہ ہے تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الفاتحہ) کہو کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مافوق الاسباب امور میں مدد مانگتے ہیں اور آئندہ بھی صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کریں گے۔

رکوعاتہا ۴۰	۲	سُورَۃُ البَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ	۸۷	کلماتہا ۶۱۲۱
آیاتہا ۲۸۶				حروفہا ۲۵۵۰۰

مُقدمۂ قرآن مجید (۲ تفصیل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلاصہ اس کا یہ ہے: یہ کتاب یعنی قرآن ہدایت کرتا ہے، اس کو جو اِتقاء کرے (بچے) ضد سے۔ اور انابت و رجوع کرے (توجہ کرے۔ اور ارادہ سمجھنے کا رکھے) سمجھنے کے لیے اور (یہ قرآن) اس کے شبہے نکالتا ہے۔ جو ضد کرے اس پر غضب کی مہر لگ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ خَاصَّۃً وَّلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا یعنی ایک (اللہ تعالیٰ) ہی کو پکاروں گا غائبانہ حاجات میں۔

۲۹ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ (الآیۃ) یعنی خالق اور عالم ہر چیز کا وہی ہے ملائکہ کو اسماء معلوم نہ تھے، نہ غیب دان ہیں' ان کو کیوں پکارتے ہو، جن تو تمہارے اور تمہارے آبا کے دشمن ہیں ان کو کیوں مالک بناتے ہو۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ۔ (سورۂ کہف آیہ ۵۰) فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ۔ (سورۂ طٰہٰ آیہ ۱۱۷) یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ (سورۂ اعراف آیہ ۲۷)

۴۰ اے بنی اسرائیل! یہ کتاب مصدقِ تورات آئی ہے۔ تورات کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو مت پکارو۔ حٰمٓ مومن میں جو لُبابِ قرآن ہے فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (سورۂ مومن آیہ ۱۴)

پھر فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدٰى (حٰمٓ مومن آیہ ۵۳) یعنی موسیٰ علیہ السلام
کو بھی ہدایت دی تھی۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَآتَيْنَا مُوسَى
الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي
وَكِيلًا (سورۂ بنی اسرائیل آیہ ۲) یعنی خلاصہ تورات کا یہ تھا کہ میرے
سوا (کسی کو) کارساز مت سمجھو۔

پس حق تعالیٰ نے فرمایا اے بنی اسرائیل کتاب مُصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَكُمْ کو مان لو۔ انہوں نے کہا یہ کتاب مصدق نہیں۔ ہماری
۱۰۰ کتابوں میں غیروں کا پکارنا آیا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا نَبَذَ فَرِيقٌ
مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ
وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ
عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ یعنی حکم ہوا قرآن کے
مقابلہ میں جادو کیوں پیش کرتے ہو۔ ان میں بے شک غیر اللہ کا
پکارنا ہے۔ لیکن تورات شریف میں یہ باتیں نہیں۔

۱۱۵ أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ جس جگہ کھڑا ہو کے اللہ کے بیت
کی طرف منہ کر کے اللہ کو پکارو، ذات اللہ کی وہاں موجود ہے۔
۱۱۶ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کے حوالے بہت کچھ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ غلط ہے
بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بلکہ سب کچھ اس کے پاس ہے۔ اس
۱۳۲ رسول کی بشارت پہلے آچکی ہے۔ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے
دعا مانگی تھی کہ ہماری اولاد سے مکہ میں نبی آئے اور دین اسلام کو ذکر
اسلام کیا ہے کیا تھا۔ اسلام کیا ہے؟ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ یعنی اقرار کرنا کہ حیات، موت، نفع، نقصان خاص اللہ کے

ہاتھ میں ہے۔ دُعا اُسی سے مانگوں گا۔ نذر نیاز خاص اُسی کی دوں گا۔
پس یہاں تک سورۂ بقرہ کا خلاصہ یہ ہُوا کہ ایک ہی کو پکارو غائبانہ
تورات کا حاصل بھی یہ ہے۔ اور یہ نبی سچا ہے۔ اس نبی کی اور
اسلام کی بشارت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام دے چکے ہیں۔
۱۶۳ پھر فرمایا وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ یعنی لائق عبادت کے وہی ہے'
حلال چیز کو حرام مت بناؤ۔ یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی وغیرہ
۱۷۳ نہ بناؤ۔ اور نیاز غیر اللہ کو حرام سمجھو۔ مت کھاؤ۔ جیسے ہدیہ اور نیازات
کعبہ کی طرف لے جاتے ہو اور کھاتے ہو۔ اور اس کو عبادت سمجھتے
ہو۔ معبود غیر اللہ کی طرف مت لے جاؤ اور مت کھاؤ یہ حرام ہے'
۱۳۹ بتغییر یسیر دُرِ مختار قبیل باب الاعتکاف میں ہے مایؤخذ من الشمع والزیت و
الدراھم الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع
باطل واکلہ حرام بل سحت یعنی جو چیز تقرب الی غیر اللہ کے لیے
کی جائے' کھانا اس کا حرام ہے اور استعمال اس کا کرنا حرام ہے۔
شامی میں ہے واکلہ حرام بل سحت' یعنی سخت حرام۔
تقربًا کا معنی عبادت۔ عقیدہ رکھنا غیر اللہ کو تسلط غیبی فوق الاسباب
کارسازی میں یا علم میں مدح ثنا فعلِ تعظیم اس عقیدہ سے کرے
وہ کفر و شرک ہے' عبادت غیر اللہ کی ہے۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ
میں خیال کرے کہ سب کچھ ہمارے احوال جانتے ہیں۔ پس ان کی
مدحیں اور ارواحیں یعنی جو مال صدقہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ثواب

بدرِ منیر: لہ اور یہودی حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر جو دو شبے کرتے تھے ان کا جواب سَيَقُوْلُ آیت نمبر ۱۴۲ سے آیت نمبر ۱۵۷ تک' نیز آیت نمبر ۱۵۸ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سے آیت نمبر ۱۶۲ تک (وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ) دے دیا۔ اب کے بعد آیت نمبر ۱۶۳ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے اعادۂ مدعیٰ ہے۔

ان کی رُوح کو بخشتا ہوں' یہ سب عبادت غیر اللہ کی ہے۔ اس کو کھانا'
اِستعمال کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر (۱) اسلام کا بادشاہ جبراً ان سے مالِ
نیازات چھین لے۔ یا (۲) مسلمان ہوجائیں۔ یا (۳) تائب ہوجائیں۔
پھر وہ حلال ہیں۔ صحابۂ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) نے بتوں کو توڑا، اور
کل مال لے گئے۔ پس یہاں تک سُورت کا حاصل یہ ہُوا کہ غیر اللہ کو
مت پُکارو اور نیاز غیر اللہ کی مت دو۔ یہاں تک پانچ رُبعے (پاؤ) ختم ہوئے
پھر فرمایا خُون مت کرو۔ ایک دُوسرے کے مال مت لُوٹو۔ روزے رکھو۔ ۱۷۸ ۱۸۰
تم کو مدد دیں گے' اس سے بچنے پر۔ پس جب تم مال نہ لُوٹو گے، ۱۸۳
مُتفق ہوجاؤ گے، تو کافروں کے ساتھ قتال کرو۔ لَا يَزَالُوْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وقال
تعالیٰ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ای لا یفتن مومن کذا
فی المدارک [1] یعنی قتال کرو' تاکہ ایمان والوں کو ایمان سے منع نہ کرسکیں
پھر فرمایا حج کرو۔ یہ سبب ہے فتح کا جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ ۱۹۶
قِيَامًا لِّلنَّاسِ الخ

اس سُورۃ میں تین امورِ انتظامیہ بیان کیے گئے ہیں۔ ہر ایک کے
بعد حکمِ قتال ہُوا۔

- ○ پہلا امر انتظامی یہ ہے کہ خُون نہ کرو، مال نہ لُوٹو۔
- ○ دُوسرا طلاق نکاح میں احکامِ شرعیہ کا لحاظ رکھو۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں پر محافظت کرو تاکہ تمہاری محافظت ہو' اور مخالفت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صف

بدرِ منیر: [1] جیسے انساب بلاذری ص ۲۶۵ میں ہے: کان عبد اللہ بن جبیر
و سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما یکسران الاصنام ویاتیان بها المسلمین لیستوقدوا بها
المحبر ص ۳۱۵ میں ہے ھدم ابوسفیان والمغیرۃ رضی اللہ عنہما اللات۔

سیدھی کرو، ورنہ مخالفت پیدا ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ ص ۹۸ بحوالہ مسلم)

○ تیسرا امر انتظامیہ معاملات دین وغیرہ میں حدود شرعیہ کا لحاظ رکھو

تورات میں قرآن پاک کی تصدیق آئی ہے۔

انور شاہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے ایک خطبۂ صدارت میں فرمایا ہے: مہرِ نبوت حسی طور پر ختمِ نبوت کی علامت ہے۔ جیسا کہ مسند طیالسی کی روایت سے ثابت ہے۔ صرف حدیث ہی میں نہیں بلکہ تورات میں بزبانِ عبرانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیتوں میں اس کی تصریح موجود ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ عبرانی عبارت تورات کی نَابِی مِقِرْبِخ مَاحِيخ كَامُوخ يَاقِيمْ لِخَ اِلُوهِيخَ الاُو تِسْمَاعُونَ اور چونکہ لغت عربی، عبرانی سے بہت قریب ہے لہٰذا عربی میں اسے یوں پڑھنا چاہیے نَبِيٌّ مِنْ قُرْبِكَ مِنْ اَخِيكَ كَمِثْلِكَ يُقِيمُ لَكَ اِلٰهُكَ اِلَيْهِ تَسْمَعُونَ ترجمہ: ایک نبی تیرے قریب سے تیرے بھائیوں میں سے، تجھ جیسا، تیرا خدا تیرے لیے مبعوث کرے گا، اس کو سُنیو! (استثناء ۱۸:

مختصر ترین خلاصہ: (البقرہ) یہود کی طرح گائے وغیرہ کی پوجا نہ کریں گے، بلکہ ہر باطل کے پجاری کے ساتھ دینی و دُنیوی لحاظ سے منظم ہو کر جہاد کریں گے۔

کلماتھا ۳۴۸۰	۸۹	سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ	٣	رکوعاتھا ۲۰
حروفہا ۱۴۵۲۰				آیاتھا ۲۰۰

اہلِ کتاب کے شبہات کا رد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱ خلاصہ: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ الٓمّٓ اِلٰہ پرستیدہ شدہ کذا فی المنتخب آلہ بفتحتین سرگشتہ شدن، جزع و زاری بسیار کردن

	بر کسے. کذافی المنتخب. لائق عبادت کے کوئی نہیں بجز اللہ کے کیونکہ الحیّ
۵	یعنی زندہ نہ میرندہ وہی ہے (نہ عیسیٰ، نہ مریمؑ، نہ عزیرؑ وغیرہ) پس اس پر
۶	کوئی چیز مخفی نہیں، زمین آسمان میں، ماں کے پیٹ میں، صورت وہی
	بناتا ہے (نہ عیسیٰ، نہ مریمؑ، نہ عزیرؑ وغیرہ) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

بدرِ منیر: بقرینۃ قولہ تعالیٰ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ. ذوالحیٰوۃ الذاتیۃ کیونکہ الحی صیغہ صفت مشبّہ کا ہے۔ پھر حصر کا فقرہ استعمال کر کے یہ سمجھا دیا کہ اے وفدِ نجران! حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں حیات ذاتیہ اور خانہ زاد نہیں ہے بلکہ ان کی حیات مستعار اور قابلِ زوال ہے اور وہ ضرور ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھیں گے اور وفات پائیں گے۔

اور ان آیتوں میں جس قدر دلائل ہیں ان سب میں حصر ملحوظ ہے، یعنی یہ مذکورہ ایسی صفات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ، حضرت مریمؑ روح القدس، اور حضرت عزیر علیہم السلام وغیرہم میں یہ صفات نہیں ہیں۔ پھر ایسی ہستیاں معبود اور پکار کے لائق کیونکر ہوسکتی ہیں، جب وہ ہستیاں جن کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا بلند ہے وہ معبود اور پکار کے لائق نہیں ہوسکتے تو شیخ عبد القادر جیلانی، "داتا گنج بخش"، اور سلطان باہو رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کس طرح پکار کے لائق ہوسکتے ہیں؛ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ بلکہ اس عقیدہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے۔ کیونکہ جب یہ عقیدہ ہوا کہ یہ صفات اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں موجود ہیں، اس لیے ان کو پکارنا مخصوص مشروط جائز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حصر کے کلمات استعمال فرما کر کہتا ہے کہ ان صفات سے انبیاء کرام علیہم السلام بھی عاری ہیں تو نتیجہ یہی نکلا کہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اتنی بلند شان ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی وہ شان حاصل نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج کے کلمہ گو مشرک یا عیسیٰ، یا مریم، یا روح القدس، یا عزیر، یا ابراھیم، یا اسماعیل وغیرہ نہیں کہتے بلکہ یا علی، یا حسن، یا حسین، یا باقر، یا شیخ عبد القادر، یا جنید، یا سلطان باھو وغیرہ کہتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

۱۸ اللہ تعالیٰ کتب سابقہ میں گواہی دے چکا ہے کہ لائق عبادت کے
بجز اس کے کوئی نہیں۔ "دین" اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں اسلام ہے۔ نہیں
مخالف ہوئے اہل کتاب مگر باغی لوگ۔ پھر ان کا بکھا مل گیا۔ دوسروں
کو شبہ پڑ گیا۔ لیکن اس شبہ سے معذور نہیں ہو سکتے قال تعالیٰ فی سورۃ
الشوریٰ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ..... وَالَّذِينَ
يُحَاجُّونَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
حاصل یہ ہوا کہ لائق عبادت کے سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ہے۔
۲۶ الحی القیوم وہی ہے۔ کتب سابقہ میں یہی بات ہے۔ پس اللہ مالک
الملک ہے۔ جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے، جس سے چاہتا ہے
چھین لیتا ہے۔ اسی کو پکارو حاجات میں۔

(فائدہ) اَللّٰهُمَّ کا مقصود بہ ندا محذوف ہے۔ اَللّٰهُمَّ قرآن پاک میں دو دفعہ آیا ہے۔ ایک دفعہ آل عمران میں، ایک دفعہ سورۂ زمر میں، ہر دو جگہ مقصود بالنداء محذوف ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ لائق عبادت کے خاص اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ وہی زندہ نہ میرندہ ہے۔ مُدَبِّرِ عالَم،

بدرِ منیر: یہ متبادر مفہوم مراد نہیں۔ کیونکہ اَللّٰهُمَّ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے جیسے: اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ۔ اور دَعْوٰهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ۔ بلکہ حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کا مقصد اس مقام پر یہ ہے کہ دو مقام قرآن مجید میں ایسے ہیں جہاں اَللّٰهُمَّ کا مقصود بالنداء محذوف ہے۔ اور وہاں پہنچ کر قاری صاحب کو چاہیے کہ دعاء مانگے اِقْضِ حَاجَتِيْ کے، یعنی میری حاجت پوری فرما۔

خازن و مدارک میں ہے کہ سورۂ زمر کی یہ آیت: قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (الآیۃ) پڑھ کر دعاء کی جائے تو بفضلہ تعالیٰ ومنہ وکرمہ مستجاب اور مقبول ہو جاتی ہے۔

ہر شے کا جاننے والا خاص وہی ہے۔ کتبِ سابقہ میں اللہ تعالےٰ نے
بیان فرمایا ہے کہ لائقِ عبادت کے اُس کے سوا کوئی نہیں ہے۔
پس حاجات میں کہا کرو: اے اللہ! مالک الملک ہماری فلاں
۳۴ حاجت روا کر۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے مصطفےٰ (برگزیدہ) بندے ہیں
لیکن سب مخلوق ہیں، بعضے والد بعضے مولود ہیں (مگر) سمیع علیم خاص
۳۵ اللہ تعالیٰ ہے۔ یاد کرو حال اُمِّ مریم، مریم اور عیسیٰ علیہم السلام کا۔ یہ
سب محتاج تھے۔ کوئی لائق پکارنے کے نہ تھا۔ اے اہلِ کتاب!
۶۴ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ الخ۔ اور اہلِ کتاب کا کہنا کہ
۶۹ عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) ہم کو کہہ گئے ہیں کہ میری عبادت
کرنا یعنی حاجات میں مجھ کو پکارنا، یہ غلط ہے۔ عیسیٰ (علیہ السلام) نے
یوں نہیں فرمایا۔ کسی باغی خبیث نے ان کی طرف منسوب کر دیا۔
۷۹ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ الخ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
۱۰۹ الْاَرْضِ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
۱۲۹ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ۔ قتال کرو۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
۱۸۹ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
۱۹۰ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الخ۔

مختصر ترین خلاصہ: (آلِ عمران) اور نصاریٰ کی طرح آلِ عمران (عیسیٰ و مریم وغیرہ)
کو بھی قابلِ پرستش نہ سمجھتے ہیں اور نہ سمجھیں گے، بلکہ معاندین سے جہاد کریں گے۔

بلد رہنما: حضرت صاحب قدس سرہٗ نے بلغۃ الحیران میں فرمایا کہ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ تک تمام سورۃ کے مضامین کو اعادہ کیا گیا اور صداقتِ رسول کو لایا گیا
کیونکہ وہ بھی دراصل توحید میں داخل ہے۔ پھر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا
اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ سے تمام سورۃ کا خلاصہ نکالا گیا۔ یعنی دونوں مضمونوں کا، ایک ترغیب علی القتال
اور ترغیب علی الانفاق مبدا تھا وہ اس میں ضمناً آگیا، اور دوسری توحید جس کے واسطے ترغیب علی القتال کی گئی تھی

رکوعاتہا ۲۴ ۴ سُورَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ ۹۲ کلماتہا ۳۰۴۵
آیاتہا ۱۷۷ حروفہا ۱۶۰۳۰

امور انتظامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خلاصہ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا (الآیۃ) ظلم نہ کرو۔ حدود شرعیہ کے مطابق ۱
عمل کرو۔ عبادت اللہ کی کرو۔ شرک مت کرو۔ احسانات کرو۔ ۳۶
شرک سے نہایت اجتناب کرنا۔ مشرک کو اللہ تعالیٰ (بلا توبہ) ہرگز نہیں ۴۸
بخشا۔ لوگوں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ۔ حکم بالعدل کرو۔ قتال ۵۸
کر کے مستضعفین کو ظالموں کے قبضہ سے چھڑاؤ۔ مستضعفین کو ۷۵
کہو کہ تم آؤ۔ اگر نکل سکتے ہو تو نکل آؤ۔ جو نکل سکتے ہیں وہ ۹۷
معذور نہیں۔ اور حکم بالعدل کرو۔ اور حکم مطابق قواعدِ الٰہیہ ۱۰۵
کے کرو۔ خبردار! بڑی آفت شرک ہے۔ مشرک (یہ کام کرتے ہیں) ۱۱۶
○ غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ۱۱۷
○ بحیرہ سائبہ وغیرہ بناتے ہیں۔ شیطان نے کہا تھا لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ۱۱۹
اٰذَانَ الْاَنْعَامِ۔
○ اور نیاز غیر اللہ کی دیتے ہیں۔ غیر اللہ کو اپنا مالک سمجھتے ہیں۔

بدرِ منیر: [1] پھر مومنوں کو فرمایا کہ فیصلے شریعت کی طرف لے آؤ۔ طاغوت' بتوں اور ٹھاکروں کے پاس مت لے جانا، جیسا کہ بت پرستوں کی عادت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں یہ مال بت کے پاس رکھتا ہوں تم لے لو۔ اور مراد اُن کی اس سے اُس بت کی قسم اور تعظیم ہوتی ہے۔

[2] یعنی نرے حسنِ ظن سے محاکمہ اور فیصلہ نہ کرنا تاکہ کہیں تم خیانت کرنے والوں کے معاون نہ بن جاؤ۔

۱۱۹	شیطان نے کہا تھا وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ الخ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ای دین اللہ۔ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا۔
۱۵۳	اے مومنو! جو کتاب ایک دفعہ نازل ہوئی وہ بھی مانو۔ اہل کتاب عناداً سوال کرتے ہیں کہ کتاب آسمان سے یک دفعہ لے آ۔ یہ نہیں سمجھتے کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، سلیمان علیہم السلام کو آہستہ آہستہ احکام سنائے گئے۔ اور داؤد علیہ السلام کو دفتر عظیم ملا، وہ بھی آہستہ آہستہ۔ بے شک موسیٰ علیہ السلام پر یک دفعہ کتاب آئی، لیکن سوا اس کتاب کے
۱۶۴	آہستہ آہستہ کلام بہت سی ہوئی۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا[ل]

بدر منیر: قرطبی ج ۵ ص ۳۹۴ میں یہی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ مفسر ابن جریر، نخعی، و مجاہد و حسن بصری و قتادہ و عکرمہ و حکم و سدی و ضحاک و عطاء خراسانی نے بھی یہی مراد بیان کی ہے۔ اور جلالین میں ہے فليغيرن خلق الله ای دينه بالكفر واحلال ما حرّم وتحريم ما احلّ۔ نوٹ: احادیث میں اس مقام پر کئی اشیاء کا ذکر آیا ہے مثلاً دین توحید میں تغیر، کسی عضو کا کاٹنا، انسان کا خصی ہونا، خوبصورتی کے لیے دانت ترشوانا۔ مونچھیں بڑھانا، داڑھی منڈانا، بدن کو گودنا، مونچھیں منڈانا، سر پر بالوں کی چوٹی رکھنا، کسی دوسرے کے بال لگانا، سیاہ خضاب لگانا۔ انسان یا جانور کا مثلہ کرنا یعنی کسی عضو کا کاٹنا، عورتوں کا سر کے بال کٹوانا، بندی لگانا، ضبط تولید۔ مردوں کا عورتوں سے یا عورتوں کا مردوں سے مشابہت کرنا وغیرہ۔ البتہ ناخن تراشنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کترنا۔ ڈاڑھی کو شرعی مقدار تک کترنا۔ مرد ڈاڑھی پر مہندی لگانا، عورت کا سر ہاتھ پاؤں پر مہندی لگانا اس سے مستثنیٰ ہیں۔

[ل] یہ اس لیے کہ تکلیم باب تفعیل ہے۔ جس کی ایک خاصیت تدریج ہے یعنی تدریجاً تدریجاً آہستہ آہستہ کام کرنا اور قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مختلف مقام پر وحی کا ہونا مذکور ہے۔ جیسا کہ سورۃ طٰہٰ کی آیات (۱) فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى۔ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ

(باقی ص ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

اے اہل کتاب یہود! اپنے دین میں غلو مت کرو۔ عیسیٰ علیہ السلام کو برا مت کہو۔ عیسائیوں نے اپنے دین میں شرک داخل کرلیا ہے۔ اس سے پرہیز کرو۔ فقط	۱۷۱

بلدِ منیر: (صفحہ ۲۴ سے آگے) فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (آیۃ نمبر ۱۱/۱۲)، (۲) قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يٰمُوسٰى (آیۃ نمبر ۳۶)، (۳) اِذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ (آیۃ نمبر ۴۲)، (۴) قَالَ لَا تَخَافَآ إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرٰى (آیۃ نمبر ۴۶)، (۵) فَأْتِيٰهُ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ (آیۃ نمبر ۴۷)، (۶) إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَآ أَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (آیۃ نمبر ۴۸)، (۷) وَلَقَدْ أَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي (آیۃ نمبر ۷۷) پھر سورۃ شعرا کی آیات (۸) وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيٓ (آیۃ نمبر ۵۲)، (۹) فَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ (آیۃ نمبر ۶۳) اسی طرح سورۃ اعراف کی آیت (۱۰) وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ إِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهُٓ أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (آیۃ نمبر ۱۶۰) اسی طرح متعدد دیگر آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آہستہ آہستہ مختلف اوقات میں بھی وحی ہوا کرتی تھی۔ پھر اسی طرح توراۃ کے حصہ "احبار" میں مختلف مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تدریجاً وحی ہونے کا پتا چلتا ہے۔

فائدہ: (آیت نمبر ۱۵۷) وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہ صلیب والی بات یہود پر مشتبہ کردی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بعد صلیب پر ان کو چڑھانے کی بالکل جھوٹی بات مشہور کردی گئی ہے۔ اس سے ان کو شبہ پڑگیا کہ شاید ایسا ہی ہُوا ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ یہود میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کردیا، جس کو انھوں نے قتل کردیا۔ تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضرت صاحب قدس سرہٗ نے بلغۃ الحیران ص ۹۶ میں فرمایا کہ حق معنی شبہ کا یہ ہے کہ ان یہود پر یہ بات مشتبہ کی گئی ہے یعنی بات صلیب وغیرہ والی کوئی نہیں ہُوئی بلکہ جھوٹی بات ان پر بعد اُٹھانے عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور کی گئی، ان کو شبہ پڑگیا شاید اس طرح ہوگا۔ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ سے

(باقی ص ۲۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

بدرِ مُنیر: (ص ۲۵ سے آگے) کہا گیا کہ خود یہود مختلف ہیں، اس بات میں وہ خود شک میں ہیں محض ظن کے تابع ہیں۔ یہ معنی محدثِ کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے کیا ہے: "شیخینؒ کی تحقیق محاورۂ عرب کے مطابق ہے جیسا کہ تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۲ میں ہے: شبه عليه الامر تشبيها لبس عليه وخلط۔ نیز مصباح اللغات ص ۲۹۱ میں شُبِّہَ کے معنی ہیں کہ "مشتبہ کیا گیا"۔ اس لیے یہاں "شبیہ" معنیٰ غلط ہُوا۔

(آیت نمبر ۱۵۸) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ یعنی جس کو یہودی لوگ قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اس کو تو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ اللہ زبردست غالب اور حکمتوں والا ہے۔ اس کا ہر کام محکم و پُر از حکمت ہے۔

فائدہ: قرآن مجید بائیبل وغیرہ کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور صحیح باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ تو بائیبل میں جو لکھا ہے کہ وَلَمَّا مَضَوْا بِهٖ إِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِيْ يُدْعٰى جُمْجُمَةً صَلَبُوْهُ هُنَاكَ مَعَ الْمُذْنِبِيْنَ وَاحِدًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ يَسَارِهٖ۔ (انجیل لوقا باب ۲۳ آیہ ۳۳) یعنی جب وہ اس مقام پر پہنچے جسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اسے صلیب دی۔ اور ان بدکاروں کو بھی، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں۔ سو قرآن مجید نے اس غلط نظریہ کی صراحۃً اور صاف صاف تردید فرما دی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔

لیکن اسی بائیبل میں یہ عبارت بھی موجود ہے وَاَخْرَجَهُمْ خَارِجًا إِلٰى بَيْتِ عَنْيَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَبَارَكَهُمْ۔ وَفِيْمَا هُوَ يُبَارِكُهُمْ انْفَرَدَ عَنْهُمْ وَاُصْعِدَ إِلَى السَّمَآءِ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَجَعُوْا إِلٰى اُوْرُشَلِيْمَ بِفَرَحٍ عَظِيْمٍ۔ وَكَانُوْا كُلَّ حِيْنٍ فِى الْهَيْكَلِ يُسَبِّحُوْنَ وَيُبَارِكُوْنَ اللّٰهَ۔ یعنی تب وہ ان کو باہر بیت عنیا کی طرف لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر ان کو برکت دی (یعنی برکت کی دُعا دی) اور ایسا ہُوا کہ جب وہ ان کو برکت (کی دعا) دے رہا تھا تو ان سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اور وہ اُسے سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلم کو واپس چلے گئے اور بلا ناغہ ہیکل میں خدا کی حمد کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے برکتیں مانگتے رہے۔ (انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۵۰ تا ۵۳)

مگر قرآن مجید نے اس عقیدہ کی تردید نہیں فرمائی، بلکہ بجائے تردید کے بَلْ رَّفَعَهُ

(باقی ص ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

بد رِمُنیر: (ص ۲۶ سے آگے) اللّٰهُ اِلَیْهِ فرما کر اس نظریہ پر مُہرِ تصدیق ثبت فرمادی اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہوتے تو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی بجائے عبارت یوں ہوتی بَلْ اَمَاتَهُ اللّٰهُ یا ایسے ہوتی بَلْ مَاتَ بَعْدَ مَا هَاجَرَ اِلٰی كَشْمِیْرَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

فائدہ: (آیت نمبر ۱۵۹) وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الآیہ) کے دو مفہوم ہیں۔

(۱) بہٖ و موتہٖ اور یکون کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کے بعد تمام اہلِ کتاب ان کی موت سے پہلے صحیح ایمان لے آئیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور وہ ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور قیامت کے دِن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امر کی شہادت بھی دیں گے۔

(۲) بہٖ کی ضمیر کا مرجع معنوی ہے یعنی حقیقۃِ قول النبیؐ اور موتہٖ کی ضمیر اہلِ کتاب کی طرف راجع ہو۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حَقِیْقَةِ مَاقَالَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ پر ایمان لے آئے گا۔ مگر وہ ایمانِ یاس ہوگا' جو کسی طرح مقبول نہ ہوگا۔ جیسے فرمایا فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا۔ (الآیہ) اسی لیے فرعون نے جو ڈوبتے وقت کہا تھا اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اس کا یہ ایمان مقبول نہ ہُوا۔ اور اسی دوسرے معنے کو ہمارے پیرو مرشدؒ ترجیح دیتے تھے اور اس میں ہر قسم کے اعتراض سے امن ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (النساء) لوگو! مُعاندین کے ساتھ جہاد کرنے سے پہلے پہلے تمھاری تنظیم اور باہمی اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا توحید و رسالت و معاد (والبعث بعد الموت) پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ امورِ انتظامیہ کی تعلیم حاصل کرکے ان پر کاربند ہوجاؤ۔ تاکہ مُنظّم و متحد ہوکر مُشرکین سے جہاد کرکے فتح یاب ہوسکو۔ اس طرح توحید کا مسئلہ چار دانگِ عالم میں پھیل جائے گا۔ اور شرک کا زور ٹوٹ جائے گا۔

رکوعاتھا ۱۶	۵	سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ	۱۱۲	کلماتھا ۲۸۴۲
آیاتھا ۱۲۰				حروفھا ۱۲۴۶۴

شرک اور انواعِ شرک کا تفصیلی رد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے ایمان والو! جو تم نے عہد کیے ہیں۔ "جو حکم اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ
مانیں گے۔" جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کی تھی،
اس وقت یہ عہد کیا تھا۔ پس یہ حکم مانو۔ یعنی انعام (اونٹ، گاؤ،
دُنبہ، بکری) حلال ہیں۔ ان طیبات کی تحریم مت کرو۔ جیسا تم
۲ بحیرہ، سائبہ بناتے ہو۔ اس تحریم کو توڑو اور کھاؤ۔ اور حلال چیزوں
کو اللہ تعالیٰ نے احرام کے وقت شکار کرکے کھانا حرام کر دیا ہے،
اس تحریم کو برجا رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی تحریم پر قیاس کرکے خود ساختہ تحریم
اپنے معبودوں کے لیے جو تم میں رسم ہے، اس رسم بد سے اجتناب
کرو۔ ہدیہ اور بُدن کعبہ شریف کی طرف لے جاتے ہو۔ یہ امر بہت
اچھا ہے، اس کو برجا رکھو (بجالاؤ)، ان کی ہتک (بے حرمتی) نہ کرو،
اور نہ ہی دُوسروں کو ہتک کرنے دو۔ کعبے شریف کے پاس لیجاکر
ذبح کرو۔ کھاؤ اور کھلاؤ۔ اور نیازات کعبہ شریف کی طرف لے جاؤ۔
اللہ کی تعظیم پر مسکینوں کو کھلاؤ۔ اس پر قیاس کرکے نیازات غیر اللہ کی تعظیم
۳ مت کرو، اس سے اجتناب کرو۔ خنزیر اور یہ یکساں حرام ہیں،
۹۴ شکار کرنا وقت احرام کے حرام کیا ہے۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ
بِالْغَيْبِ۔ نیازات کا کعبہ شریف کی طرف لے جانا اس لیے خدا کو
۹۷ محبوب ہے۔ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ یعنی احرام کے وقت شکار کرنا حرام

کردیا۔ اور کعبہ کی طرف ہدیہ اور قلائد کو لے جانا اور کھانا کھلانا قیاماً للناس
بتایا۔ اس کی علت یہ ہے تاکہ ظاہر ہوجائے کہ تم اللہ تعالیٰ کو عالم مافی
السمٰوٰت و مافی الارض اور غیب دان اور قادر سمجھتے ہو۔ اس سے خوف
غائبانہ رکھتے ہو۔

اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ معبودوں کے لیے اس واسطے تحریم کرتے ہیں،
اور معبودوں کی طرف نیازات اس لیے لے جاتے ہیں تاکہ ہمارے معبود
خوش ہوجائیں، اس بنا پر کہ ہمارے عابد ہم کو غیب دان جانتے ہیں،
ہماری غایت عظمت ان کے دل میں ہے، ان کو معلوم ہو، معبود جو
صالحینؒ کے بُت ہیں، ان بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ جن
لوگوں کے بُت بناتے ہُوئے ہیں وہ خوش ہوجائیں۔ قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ سب نبیوں (علیہم السلام) کو جمع کرکے پُوچھے گا کہ تمہاری نبوت
۱۰۹ کو کس کس نے مانا؟ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ
۱۱۰ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائے گا یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ
۱۱۱ عَلَيْكَ۔ میں نے تم پر بہت نعمتیں کیں۔ حواریوں پر وحی کیا کہ رسول کو
۱۱۲ مانو۔ حواریوں نے معجزہ طلب کیا۔ طعام آسمان سے نازل کیا۔ اے
۱۱۵ عیسیٰ علیہ السلام! میں نے تم پر بہت احسان کیے۔ تم نے لوگوں کو
۱۱۶ کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو معبود بناؤ؟ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے
آپ تو پاک ہیں شریکوں سے، آپ علام الغیوب ہیں۔ میں نے ان
۱۱۷ سے نہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو اور ہمیں علام الغیوب مانو۔
۱۰۶ مومنو! غیر اللہ کی قسم مشرک لوگ کھاتے ہیں۔ اس کا سبب
یہ ہے کہ معبودوں کو غیب دان جانتے ہیں۔ تم غیر اللہ کی قسم مت
کھاؤ۔ قسم خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھاؤ۔ غیر اللہ کو غیب دان سمجھنا کفر ہے

؂ اس کی تشریح کے لیے سورت نوح کے تحت "بدرِ منیر" ملاحظہ فرمائیں۔

سورۂ مائدہ میں دو مسئلے ہیں۔
ایک یہ کہ تحریم الٰہی کو برجا رکھو۔ تحریم خود ساختہ کو توڑو اور نیازات
الٰہیہ کو عبادت سمجھو۔ نیازاتِ غیر کو حرام سمجھو۔ یہ حکم ابتداء سورۃ میں بتایا
پھر لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الخ میں اس کی تنویر بیان فرمائی۔
دوسرا مسئلہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم (علیہ السلام) الرب
یعنی کارساز ہے۔ اللہ کا نائب[1] ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملک السمٰوٰت والارض
اس کے حوالے کردیا۔ یہ عقیدہ کفر ہے۔ خاص اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے
وغیرہ۔ یہ مسئلہ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ الخ سے ان آیات میں بیان فرمایا 15
پھر یٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ سے تنویر فرمائی۔ فرمایا کہ کافر ہیں وہ لوگ جو 67
کہتے ہیں مسیح کارساز ہے۔ اس کو پکارو۔ مسیح نے تو فرمایا تھا کہ ایک 72
اللہ تعالیٰ کو پکارو[2]۔ اور وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بھی پکارتے 73

بدرِ منیر: [1] جیسا کہ افسیوں ۱: ۲۰ تا ۲۲ میں ہے کہ مسیح (علیہ السلام) کو آسمانی مقاموں پر سرفراز کیا گیا تھا اور ہر طرح کی حکومت، اختیار، قدرت، ریاست اور ہر ایک نام سے اس کو بلند و بالا کیا گیا اور سب کچھ اس کے پاؤں تلے کردیا اور اسی کو سب چیزوں کا سردار بنایا گیا اور وہی ہر چیز سے سب کا معمور کرنے والا ہے۔ نیز پادری فیروزالدین تاک کاشمیری نے اپنی کتاب "الوہیتِ مسیح" (ناشر پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور) میں مستقل بحث اس موضوع پر کی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "کلام الٰہی" کی رو سے الٰہ ثابت کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ "ہمارا خداوند یسوع المسیح کامل، ازلی، حقیقی اور زندہ ہے۔ جو قادر مطلق، رب الافواج، عالم الغیب، عالمِ کل اور عقلِ کل، حاضرِ کل و ناظرِ کل ہے اور اس کا پورا نام خداوند یسوع المسیح ہے۔ خداوند بھی اس کا الٰہی نام ہے۔ یسوع اس کا انسانی نام ہے۔ مسیح اس کے عہدے اور خدمت کا نام ہے.... اس کا لقب اول و آخر ہے، وہ الفا اور اومیگا، ابتدا اور انتہا کہلاتا ہے۔ وہ قدوس راستباز ہے.... جلال کا خداوند.... قوی قادر اور مشیر خدائے قادر" وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو "الوہیتِ مسیح"۔ ص ۱۹، ۲۰ (باقی اگلے صفحہ)

[2] حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پکارتے[۱] ہیں اور مریم (علیہا السلام) کو
بھی پکارتے[۲] ہیں، یہ لوگ کافر ہیں۔ پکارنے کے لائق تو ایک اللہ تعالیٰ ہے ۷۶
کیوں پکارتے ہو اس چیز کو جو نہ مالک ہے ضرر کا نہ نفع کا۔ نہ سمیع
ہر چیز کا ہے اور نہ علیم ہر چیز کا۔ حاصل سورت کا یہ[۳] دو مسئلے میں
باقی ترغیب[۴]، ترہیب[۵]، منافقوں کو زجر[۶] اور قتال[۷] کا بیان ہے۔
غیر اللہ تعالیٰ کو نافع ضار سمجھنا فوق الاسباب، عالم الغیب سمجھنا فوق الاسباب
پھر اسی اعتقاد سے پکارنا کفر ہے۔ اسی اعتقاد سے نیاز دینا اور ارواح
دینا (اسی اعتقاد سے) یہ سب کفر ہے۔ اس اعتقاد والے کی نیاز خنزیر
کی طرح حرام[۸] ہے۔ ہاں اگر مسلمان اس نیت کے متہم نہیں ہوتے، بلکہ

بلہ رمنیر: (حاشیہ متعلق ص ۳۰) ایک یہودی عالم تورات و شریعت موسوی نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ سب حکموں میں اول کونسا حکم ہے؟ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اَلرَّبُّ اِلٰهُنَا رَبٌّ وَّاحِدٌ. یعنی رب ہی ہمارا معبود ہے اور رب ایک ہی ہے۔ پھر فرمایا هٰذِهٖ هِيَ الْوَصِيَّةُ الْاُوْلٰى وَالْعُظْمٰى. یعنی یہی پہلی اور بڑی وصیت ہے۔ (مرقس ۱۲: ۲۸، متی ۲۲: ۳۴، لوقا ۱۰: ۲۵، استثنا ۶: ۵، احبار ۱۹: ۱۸) نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا اِنَّهٗ مَكْتُوْبٌ لِلرَّبِّ اِلٰهِكَ تَسْجُدُ وَاِيَّاهُ وَحْدَهٗ تَعْبُدُ یعنی بے شک یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ تو اپنے پروردگار اپنے معبود کو سجدہ کر اور خاص اُس ایک کی عبادت کر۔ (متی ۴: ۱۰)

لہ (حاشیہ صفحہ ہذا) اے خداوند یسوع مسیح، زندہ خدا کے بیٹے .... تُو، باپ اور رُوح القدس کے ساتھ، واحد خدا، ابد الآباد جیتا اور سلطنت کرتا رہے گا۔ آمین (دُعائے عام ص ۳۱۰)
اے خدا کے برے! تُو جو جہان کا گناہ اٹھائے جاتا ہے ہم پر رحم کر! (دُعائے عام ص ۴۵۰)

لہ مثلاً: اے مریم جو بے داغ حمل میں لی گئی ہمارے واسطے جو تیری طرف رجوع کرتے ہیں دُعا کر۔

لہ اِنَّمَا کے متعلق علماء عربیہ نے لکھا ہے کہ اِنَّمَا حصر کے لیے نہیں ہوتا۔ چنانچہ کلیات ابو البقاء میں ہے: اِنَّمَا لا تفید الحصر و اِنَّمَا تفید تاکید الاثبات فقط

جہاد کرکے ان کفار سے جبراً یہ چیزیں چھین لیتے ہیں، یا وہ کفار خود تائب ہوجاتے ہیں (اپنے اس عقیدۂ فاسدہ سے) تب وہ چیزیں حلال ہوجاتی ہیں۔ دُرِّ مختار میں ہے مایؤخذ من الشمع والزیت والدراہم الی قبور الاولیاء الکرام فھو بالاجماع باطل وحرام ۔ فی الشامی ج۲ ص۱۳۹ اکلہ حرام وسحت یعنی سخت حرام ہے۔ بحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۲ ص۲۱۸، عالمگیریہ دُررُ البحار وغیرہ۔ سب لکھتے ہیں کہ باجماع اُمّت حرام ہے۔ جس کا

بدرِ مُنیر: (ص ۳۱ سے آگے) لانہا مرکبۃ من انّ المؤکدۃ و ما الزائدۃ الکافۃ ولا تعرض لہا للنفی المشتمل علیہ الحصر ۔ بدلیل حدیث "انما الربا فی النسیۃ" فان الربوا فی غیر النسیۃ (ایضا) کربوا الفضل ثابت بالاجماع ۔ وقولہ تعالیٰ "انما حرم ربی الفواحش" اذلیس انما فیہ للحصر ۔ والحصر فی انما الٰھکم اللہ من امر خارج ۔ اسی لیے ہمارے پیر و مُرشد انما حرم علیکم المیتۃ کے معنے اس طرح کرتے تھے۔ پکّی پیڈی پُختہ بات ہے کہ مردار حرام ہے۔ رجاج.

ایک اہم اُلجھن کا حل ۔!

سائبہ اور "مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ" کے مابین فرق

عام طور پر علماء کرام کے ذہن میں بھی یہ سوال اُبھرتا ہے کہ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اگر غیر اللہ کے نامزد ہونے کی وجہ سے حرام ہے تو بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کیوں حلال ہیں؟ ان کے کھانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے کیونکر دیا ہے، جب کہ وہ بھی غیر اللہ کے نامزد کرکے چھوڑ دیے جاتے ہیں؟ اس سوال کا اصل جنا یہ ہے کہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی اور ما اہل بہ لغیر اللہ میں مابہ الامتیاز فرق عام طور سے ذہن میں نہیں آتا۔ میرے اُستاذ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا عام فہم **جواب** اس طرح دیا ہے: غیر اللہ کے لیے جانور کے نامزد کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں

○ ایک تو یہ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر خدمت اور کام لینے سے آزاد کردیا جائے۔ اس کی جان قربان کرنا مقصود نہ ہو۔ یہ "سائبہ" ہے، جس کو ہم سانڈ کہتے ہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد رمنیر: (ص ۳۲ سے آگے) سانڈ کا مالک اس کو کسی بُت یا دیوتا کے نام پر کام و خدمت لینے سے آزاد کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اس کی جان کسی غیر اللہ کے لیے قربان کرے (سانڈ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوتا، اس لیے مالِ غیر ہونے کی بنا پر اس کو کھانا حرام ہے) اس قسم کے جانور کو خریدنا' اگر مالک فروخت کرے جائز ہے۔ اور وہ خریدنے کے بعد خریدار کی ملک ہوجاتے ہیں۔ پھر اس کو ذبح کر کے کھانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ جب مالک ان کے بیچنے کے لیے تیار ہوگیا اور اس نے بیچ ڈالا تو یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اس نے جانور سے کام نہ لینے کی جو نیت کی تھی وہ بدل ڈالی' ورنہ وہ ہرگز نہ بیچتا۔

مگر ایسے جانور (یعنی سانڈ) کو اگر کوئی شخص اس کے مالک سے خریدے بغیر اور اس کی اجازت کے بغیر پکڑ کے ذبح کرے تو اُس کا کھانا حرام ہے۔ مگر اُس کی حُرمت مالِ غیر ہونے کی بنا پر ہے' نہ کہ مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہونے کی بنا پر، یہ سائبہ جانور اپنے مالک' یعنی چھوڑنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا۔

○ دوسری قسم نامزد کرنے کی یہ ہے کہ مالک اس جانور کی جان کسی (منذور لہٗ) غیر اللہ پر قربان کرنے کے لیے اس کے نام پر جانور کو نامزد کرتا ہے۔ یہ جانور (منذور لغیر اللہ) اگر مالک کی اسی نیت پر ذبح ہوجائے (اسی وقت یا سال دو سال بعد ذبح کرنے کا ارادہ ہو) تو حرام اور مُردار ہوجاتا ہے اور مااھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے۔ اگرچہ ذبح کرنے والا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے، جب بھی وہ حرام اور مُردار ہی رہے گا۔ جیسے کہ اکثر ہندو دیبی یا کسی بُت کے نام پر جانور کی جان قربان کرنے کے لیے لاتے ہیں' مگر اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کرتے۔ کوئی مسلمان وہاں ہوتا ہے' اُس سے کہتے ہیں کہ اس کو ذبح کردو۔ وہ بسم اللہ کہہ کر اس کو ذبح کردیتا ہے۔ تو اُس کی بسم اللہ سے وہ حلال نہیں ہوں گے۔ یا ذبحی مالک اپنی نیت کے موافق اس جانور کو اپنے سامنے ذبح نہیں کراتا بلکہ پجاری کو دے جاتا ہے کہ اس کو دیبی کے اُوپر قربان کردینا۔ پجاری ان جانوروں کو فروخت کردیتا ہے۔ اور مسلمان خرید کر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرلیتے ہیں۔ یہ بھی

بقیہ صفحہ ۔

بلد پر منیر: (ص ۳۳ سے آگے) حرام ہیں۔ کیونکہ ان میں نیت ان کے اصل مالک ہی کی معتبر ہوگی۔ اور اس کی نیت یہ تھی کہ ان کی جان غیر اللہ کے لیے قربان ہو۔ پجاری کے فروخت کرنے اور مُسلمان کے خریدنے سے وہ نیت کالعدم نہ ہوگی۔ بلکہ پجاری کی بیع باطل ہوگی۔
(کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۵۷)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں ص ۱۳۷ پر تحریر فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے، محرمات کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا" یعنی وہ جانور جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال و طیب ہے مگر مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی نیاز کے طور پر نامزد کر دیا گیا ہو، اس کا کھانا بھی نیت کی خباثت اور عقیدہ کی گندگی کی بنا پر حرام ہے۔ کسی جاندار کی جان صرف اسی مالک و خالق کے حکم اور نام پر لی جاسکتی ہے جس کے حکم اور ارادہ سے اس پر موت و حیات طاری ہوتی ہے۔

فائدہ: یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ کا حکم جس طرح قرآن مجید میں ہے انجیل کی رُو سے بھی حرام ہے۔ جیساکہ انجیل کے حصہ اعمال کے باب ۲۱ آیت ۲۶ میں ہے واما من جهة الذين اٰمنوا من الامم فانا ارسلنا نحن اليهم وحكمنا ان لا يحفظوا شيئا مثل ذلك سوى ان يحافظوا على انفسهم مما ذُبح للاصنام ومن الدم والمخنوق والزنا۔ یعنی غیر قوموں میں سے ایمان لانے والوں کی طرف ہم نے یہ فیصلہ لکھ بھیجا ہے کہ وہ خاص کر اس جانور سے خود کو محفوظ رکھیں جو بتوں کی تعظیم کے لیے ذبح کیا گیا ہو، اور خون، اور گلا گھونٹے ہُوئے جانور۔ اور زنا سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

پھر حصہ خروج باب ۲۲ آیت ۲۰ میں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے والے کو ہلاک کر دینے کا حکم بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ کا حصہ ہے۔
مَنْ ذَبَحَ لِاٰلِهَةٍ غَيْرِ الرَّبِّ وَحْدَهٗ يُهْلَكُ۔ یعنی جو کوئی یگانہ و یکتا رب تعالیٰ کے سوا کسی بھی معبود کی تعظیم کی خاطر (جانور) ذبح کرے وہ عذاب سے مار ڈالا جائے۔ یعنی اُسے قتل کر دیا جائے۔

عقیدہ شرکیہ ہو' اگر وہ مال دیوے اور کہے کہ ثواب اولیاء کو بخشتا ہوں' اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدح و ثنا (اور دیگر) افعالِ تعظیمی جو مشرکانہ اعتقاد والے سے سرزد ہوتے ہیں' وہ سب عبادت اور تقرب لغیر اللہ ہے۔ سبحٰنك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔ سہ دفعہ

بلد رِمُنیر: متعلق آیت نمبر ۳۵۔ وَابْتَغُوٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (الآیہ) وسیلہ کے معنے لُغتِ عرب میں "درجہ"۔ "قربۃ"۔ اور "بادشاہ کے ہاں قدر و منزلۃ" کے ہوتے ہیں جیسے سید زبیدیؒ نے "تاج العروس" میں لکھے ہیں۔ نیز جوہریؒ فرماتے ہیں کہ "وسیلہ" وہ چیز ہے جو دُوسرے تک پہنچنے کا ذریعہ ہو۔ ابنِ اثیرؒ نے بھی یہی معنے کیے ہیں' یعنی وہ چیز جس کے ذریعے قرب حاصل ہو۔ اور دُوسرے تک پہنچ سکے۔ نیز اذان کی دُعاء میں جو آتا ہے اٰتِ محمدن الوسیلۃ۔ تو اس کا مطلب خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ وہ جنّت کے اندر ایک بہت بڑا عالی شان مقام ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہوگا سوائے ایک آدمی کے۔ اور وہ ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جیسے مشکوٰۃ شریف ص ۶۴ و ۶۵ میں بحوالہ مسلم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اب رہا وہ لفظ وسیلہ کا' جو قرآن مجید میں اس مقام پر آیا ہے' اس سے کیا مراد ہے۔ سو عام مفسرین نے اس کے معنے کیے ہیں مایقربکم الیہ من الطاعۃ یعنی وہ چیز جو تم کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچادے۔ یعنی طاعت جو ذریعۂ قرب خُداوندی بنتی ہے مگر ہمارے پیر و مُرشد رئیس المفسرین حضرت مولانا حُسین علی الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس آیت کے معنے "حاجت" فرماتے تھے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات مانگو۔ اور ان کی **دلیل** یہ ہے کہ امام سیوطیؒ نے "اتقان" میں لکھا ہے قال ابن عباس فیما سال عنه نافع بن الازرق الوسیلة الحاجة واستشهد علیه بکلام العرب ؎

ان الرجال لهم الیك وسیلة ای حاجة ان یاخذوك تکحلی و تخضبی

(باقی اگلے صفحہ پر)

مختصر ترین خلاصہ: (المائدہ) امورِ اِنتظامیہ پر مکمل کاربند ہونے کے بعد ابھی شہرو، مُعاندین سے جہاد کرنے سے پہلے ان مشرکین کے روبرو ایک بار پھر پُوری تفصیل کے ساتھ شرک اور شرک کی دونوں قسموں (شرک فعلی اور شرک اِعتقادی) پر روشنی ڈالو۔ یعنی انھیں سمجھادو کہ غیر اللہ تعالیٰ کی نذر میں جانور ذبح نہ کرو۔

رکوعاتها ٢٠	٦ سُورَةُ الْأَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ ٥٥	کلماتها ٣١٠٠
آیاتها ١٦٥		حروفها ١٢٩٣٥

ردِ شرک اور توحیدِ باری تعالیٰ پر دلائلِ عقلیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1 سبؔ کچھ کرنے والا وہی ہے۔ جس نے رات دِن بنایا، پیدا اُس نے
2 کیا، موت اُس نے بنائی۔ موت کا وقت اس کو معلوم ہے۔ اگر وہ ضرر
17 دے تو کوئی کھول نہیں سکتا (ہٹا نہیں سکتا) اگر خیر دے تو خیر دینے پر
38 قادر ہے۔ کوئی جانور ہو یا پرندہ سب کا مُربّی وہی ہے جیسا تمہارا مربی
50 ہے۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادو لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ

بدرِ مُنیر: (ص ۳۵ سے آگے) یعنی حضرت امام نافع بن ارزق نے اپنے استاذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "وسیلہ" کے معنی دریافت کیے تو آپؓ نے فرمایا کہ اس جگہ وسیلہ کے معنے ہیں "حاجت"۔ اور اِستشہاد میں عرب کا یہ شعر کہا کہ مَردوں کو تیری حاجت ہے کہ تجھے لیں اس لیے تو آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں خضاب لگالے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۱؎ ہمارے پیر و مرشدؒ نے اسی مقام پر بلغۃ الحیران میں لکھا ہے کہ سب کچھ کرنے والا وہی ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا لفظ اللہ سے تین قسم کے شرک کی نفی ہوتی ہے۔ (۱) پیدا کرنا۔ (۲) تختِ شاہی پر ہونا۔ (۳) رحمت سے دینا۔

فائدہ: آیت نمبر ۴ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ ۔ یوں تو اٰیۃ کے تین معنی ہیں۔ یعنی (۱) معجزہ۔ (۲) نشانی۔ (۳) ٹکڑا قرآن کا۔ لیکن یہاں اٰیۃ میں تیسرا معنی مُراد ہے بہ قرینۂ

(باقی اگلے صفحہ پر)

اللہِ وَلَآ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ (الآیۃ) مجھے منع کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو تم پکارتے ہو، میں اس کو پکاروں۔ غیب کی کنجی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا عالم ہے۔ پس غیر اللہ تعالیٰ کو کس طرح پکاریں جو نہ تو غیب دان ہیں اور نہ نفع و نقصان کے مالک۔

بدرِ مُنیر: (ص ۳۶ سے آگے) مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ مُّحۡدَثٍ۔

آیت نمبر ۵ فَقَدۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ (الآیۃ) میں ویسے تو حق کے تین معنی ہیں۔ (۱) اظہارِ حق۔ (۲) ظاہر بات۔ (۳) سچی بات۔ لیکن یہاں دُوسرا معنی مُراد ہے۔ یعنی جب انھوں نے ظاہر بات سے اِنکار کیا تو یہ عذاب کے لائق ہو گئے۔

لے (حاشیہ صفحہ ہٰذا) یہاں مخالفین کہتے ہیں کہ کسرِ نفسی سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کسرِ نفسی کے دُو مطلب ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ میں کسرِ نفسی کرتا ہوں، لہٰذا جُھوٹ کہتا ہوں (العیاذ باللہ) یعنی در اصل میں غیب تو جانتا ہوں مگر کسرِ نفسی کرتے ہُوئے جھُوٹ مُوٹ کہدیتا ہوں کہ میں غیب نہیں جانتا۔ یہ معنی تو صاف غلط ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جُھوٹ کی نسبت کرنا کُفر اور توہین ہے۔

(۲) دُوسرا معنے یہ ہے کہ اے میرے حبیبؐ! تم کہدو کہ میں عبد (بندہ) ہوں، اور غیب کا جاننا بندہ کے بس میں نہیں۔ اور نہ جان سکتا ہے، میں عاجز ہُوں۔ یہ اعلان اس لیے کروایا تاکہ لوگ آپؐ کو غیب دان سمجھ کر آپؐ کی عبادت نہ کرنے لگیں، اور آپؐ کو میرا شریک نہ بنالیں۔ یہ معنیٰ صحیح ہے۔ (دیکھیے تفسیر خازن و مدارک ج ۲ ص ۱۶ و ۱۷)

تفسیر خازن میں اس آیت کا مفہوم اس طرح سمجھایا گیا ہے: معنی الاٰیۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَعۡلَمَہُمۡ انہ لا یملك خزائن اللہ التی منہا یرزق ویعطی وانہ لا یعلم الغیب فیخبر بما کان وما سیکون وانہ لیس بملك حتی یطلع علی ما لا یطلع علیہ البشر۔ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مشرکینِ مکہ) کو بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے خزائن کا مالک نہیں ہوں، جہاں سے اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔ اور آپؐ نے اُن کو یہ بھی بتایا

(باقی اگلے صفحہ پر)

	حاصل یہ ہوا کہ ہر چیز کا کرنا فوق الاسباب اللہ تعالیٰ کے اختیار
۸۲	میں ہے۔ غیر کو مت پکارو۔ غیب دان اللہ تعالیٰ ہے۔ ابراہیم (علیہ السلام)
۸۴	اسحٰق (علیہ السلام) یعقوب (علیہ السلام) وغیرہم کل انبیاء علیہم السلام نے یہی بات
۹۵	کہی۔ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی. الیٰ قولہ وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
۹۹	مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ. ان کاموں والا اللہ تعالیٰ ہی ہمارا تمہارا

بدرِ منیر: (ص ۴۷ سے آگے) کہ میں غیب نہیں جانتا کہ ماضی و مستقبل کی خبریں بتایا کروں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بھی بتایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں کہ ایسی چیزوں پر مطلع ہوں کہ جن پر بشر مطلع نہیں ہوسکتا۔ میں تو رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس کے تابع ہوتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے غیب کی جو کوئی بات مجھے بتاتا ہے میں وہی بات آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں۔ اور ظاہر آیت کا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی حکم میں خواہ امر ہو یا نہی اپنی طرف سے اجتہاد نہ فرماتے تھے، بس جو کچھ بھی فرماتے تھے وحی سے معلوم ہونے والی بات ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ (تفسیر خازن ص ۱۷ ج ۲)

اب اس کے خلاف اپنی طرف سے مطلب بنا لینا قول بما لا یرضی بہ القائل ہوگا۔ یعنی ایسی بات کہنا کہ اصل کہنے والے کا وہ مطلب ہی نہ ہو تو یہ کتنا زبردست گناہ اور ہیرا پھیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

تفسیر کبیر ج ۴ ص ۶۹ میں ہے: المراد منہ ان یظھر من نفسہ التواضع والخضوع والاعتراف بعبودیتہ حتی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد النصاریٰ فی المسیح علیہ السلام۔ (من بلغۃ الحیران ص ۱۳۲) یعنی مطلب لا اعلم الغیب کا یہ ہے کہ اپنی ذات سے تواضع اور خشوع کا اظہار ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عبودیت کا اعتراف ہو۔ تاکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی شخص اس طرح کا عقیدہ نہ رکھنے لگ جائے جیسے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ عقیدہ رکھتے ہیں (اھ) کہ وہ یسوع مسیح (علیہ السلام)، قادرِ مطلق، ربّ الافواج، عالم الغیب، عالم

(باقی اگلے صفحہ پر)

رب ہے۔ خاص اُسی کی عبادت کرو۔ پس تحریمات خود ساختہ کو توڑو اور ۱۱۸
کھاؤ۔ اور جو چیزیں تم پر حرام ہیں۔ مثلاً غیر اللہ کی نذریں نیازیں' ان کے ۱۱۹
نزدیک مت جاؤ۔ تمھارے لیے سورۂ نحل میں مفصل بیان کیا گیا ہے'
اگر اس کا خلاف کروگے تو مُشرک ہو جاؤ گے۔ ۱۲۱

بلد رمسلین: (ص ۸ سے آگے) کُل اور عقلِ کُل، حاضرِ کُل، ناظرِ کُل ہے۔ باپ نے اس سے خوش ہوکر ساری حکومت اختیار' قدرت' بادشاہت اور انصاف اس کے ہاتھ میں دے کر اس کو ہمارا بادشاہ بنادیا۔ (الوہیت مسیح ص ۵۲)

اگر کوئی شخص دعوے کرے کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم تمام مُغیبات کے تھے' بالکل کُفر ہے۔ کیونکہ مُخالفت قرآن کی لازم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۔ اور اگر کوئی کہے کہ بالکل کُچھ نہیں جانتے یہ بھی کُفر ہے۔ کیونکہ یہ بھی خلاف قرآن کے ہے كما قال تعالىٰ تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ

فائدۃ آیت نمبر ۲۷۔ يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ (الآیۃ) بلغۃ الحیران ص ۱۳۰ میں ہے کہ یَا ندبہ، ندا استغاثہ اور تعجب کے لیے آتا ہے۔ یا محمدؐ کے بھی یہی معنی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لڑکے لڑکیاں مدینہ پاک کی گلیوں کوچوں میں کہ رہے تھے یا محمد یا محمد یعنے واہ محمد واہ محمد! یہ قصہ صحیح مسلم (ج ۲ ص ۴۱۹) کے اخیر میں ہے۔ پس مخالفین کا اعتراض اُٹھ گیا۔

نیز حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ بات منسوب ہے کہ ان کا پائے مُبارک سُن ہوگیا تھا تو انھوں نے یا رسول اللہ! کہا تھا۔ یہ غلط ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں وہ سب غلط ہیں' سند کی رُو سے بھی اور قرآن مجید کی رُو سے بھی۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ۔ اور حضرت عثمان بن حنیفؓ کی نابینے کے واقعہ والی روایت میں بلحاظ سند سقم تو ہے ہی' اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کے سامنے زندہ موجود تھے۔ اور حاضر زندہ و موجود کو خطاب کرنا شرک نہیں ہے۔

۱۴۱ اُسی نے پیدا کیا - جنّات (باغات) نخل (کھجور کے درخت) - زرع (کھیتی) - زیتون اور رُمّان (انار) - سب اُسی نے پیدا کیے - لہٰذا اُسی کا حق دیا کرو - وَلَا تُسْرِفُوْا ای لَا تُشْرِکُوْا یعنی غیر اللہ کی نیازیں مت دینا قالہ مقاتل عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کذا فی الخازن -

سورۂ انعام میں دو مسئلے ہیں :

- غیر اللہ کو غائبانہ مت پکارو - اور
- غیر اللہ کی نیازیں مت دو -

خازن نے صحیح ترمذی سے نقل کیا کہ یہ سُورت ایک رات میں نازل ہُوئی اور اسی رات میں لکھی گئی - وحی جبرائیل (علیہ السلام) کے ساتھ ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) فرشتہ آیا - لھم تسبیح و تحمید - سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک -

مُختصر ترین خلاصہ : (الانعام) صرف جانور ہی نہیں بلکہ جانوروں کے علاوہ اناج وغیرہ بھی غیر اللہ کی نذر نہ کرنا - کیونکہ وہ بھی مُردار ، خون اور خنزیر کی طرح حرام ہے - اور شرکِ اعتقادی سے بھی بچو ، جس کو دلائلِ عقلیہ کے ساتھ واضح کر دیا ہے -

بدرِ مُنیر : لہ ابن الاعرابی نے کہا کہ لغت میں "حدِ مقرر سے تجاوز کرنے کا نام "اسراف" ہے - یہ ایک وسیع مفہوم ہے ، اس میں بہت سی صُورتیں آسکتی ہیں مثلاً سارا مال دے دینا اپنے اہل و عیال کے لیے نہ چھوڑنا - جیسے ثابت بن قیس بن شماس نے کیا تھا اور اس پر یہ آیت اتری - اور مال صدقہ کا بالکل نہ دینا یہ بھی اسراف کی صورت ہے - پہلا اسراف فی الاعطاء ہے اور دُوسرا اسراف فی المنع ہے - امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایسے مقام پر خرچ کرنا جہاں خدا کی نافرمانی ہو یہ "اسراف" ہے - امام مقاتلؒ نے فرمایا کہ وَلَا تُسْرِفُوْا کے معنی ہیں کہ کھیتی اور چوپاؤں میں بُتوں اور شیطانوں کا حق مان کر شرک نہ کرو - قال مقاتل لا تسرفوا معناہ لا تشرکوا الاصنام فی الحرث والانعام (خازن ج ۲ ص ۱۷ - تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۳۶ - مواہب الرحمٰن ج ۸ ص ۳۹) کیونکہ یہ بھی تجاوز از حد کے قبیل سے ہے ، اس لیے کہ جس نے کھیتی اور چوپاؤں میں بتوں اور شیطان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملایا تو حد سے آگے نکل گیا - (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۳۶)

ولو اننا - ۸

ركوعاتها ۲۴ ۷ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹ كلماتها ۳۳۲۵

اٰیاتها ۲۰۶ حروفها ۱۴۰۱۰

توحیدِ باری تعالیٰ کے دلائل نقلیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۲ ان احکام کے تابع رہو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارے۔ ننگا ہونے کی تمہارے
۲۲
۲۷ باپ کو سزا ملی تھی۔ شیطان کے دھوکہ سے تکلیف ہوئی۔ تم نے اس
کو عبادت سمجھ لیا۔ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ
مِنَ الرِّزْقِ. طواف کے وقت کپڑے پہنو۔ اور تحریم خود ساختہ کو چھوڑو:
۳۱ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا. نیازیں غیر اللہ تعالیٰ کی مت دو' وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
۵۴ الْمُسْرِفِيْنَ. تمہارے رب نے ہی ہر چیز پیدا کی۔ تختِ بادشاہی پر
۵۵ آپ ہے۔ پیدا کرنے والا وہ ہے۔ حکم اُس کے ہاتھ میں ہے۔ خاص اللہ کو
پکارو' بڑی عاجزی کے ساتھ اور خفیہ خفیہ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
۵۹ اے الْكَافِرِيْنَ. نوح علیہ السلام نے کہا تھا اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ
۶۵ ایک اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ ہود علیہ السلام نے۔ اور (دوسرے) نبیوں نے
۷۳ بھی یہی بات فرمائی۔ اس دعوے کو پہنچانے کے لیے کیسی تکلیفیں
۱۶۹ اٹھائیں۔ احمق کہتے ہیں سَيُغْفَرُ لَنَا (ہماری بخشش ہو جائے گی) اگر
۱۶۵ سب کچھ بخشا تھا تو۔ (۱) تورات میں کیوں کہا لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى
۱۷۱ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ. (۲) پہاڑ ان پر کیوں
اٹھایا گیا' واسطے وعدہ لینے کے۔ (۳) اور جس کو آیات دی تھیں
۱۷۵ اور وہ منسلخ ہو گیا (بالکل نکل گیا)، اس کو کلب کی مانند کیوں بنایا گیا
۱۷۶
۱۸۰ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ[۱]

بلدِ رمضنیر: [۱] اللہ کے ناموں میں کجی کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے مخصوص نام
(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۸۸ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ

بدرِمنیر: (ص ۴۱ سے آگے) غیروں پر اطلاق کریں۔ جیسے "اَلرَّحْمٰنُ" اللہ تعالیٰ کا مخصوص نام ہے، مگر مسیلمۂ کذاب خود کو "رحمٰن" کہتا تھا۔ (تفسیر کبیر ص ۴۷۷) یا اصنام کو مشرک لوگ "الٰہ" کہتے تھے۔ اور یا ناموں سے مشتق کرکے اپنے بتوں کا نام اللات، العزیٰ، المنات رکھتے۔ یا کسی نبی کو "عالم الغیب" کہا، یا کسی بزرگ کو "قیوم" کہا، یا کسی ولی کو "غوث"۔ یا کسی پیر کو "لجپال" کہا، جس کے معنی رَبُّ العِزۃ کے ہوتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ ساتھ دوسروں کے نام ملا کر پکاریں۔ جیسے اللہ اور پنج تن پاک۔ یا اللہ یا رسولؐ۔ یا اللہ یا حبیبؐ۔ یا اللہ یا محمدؐ۔ اللہ نبیؐ وارث اللہ اور غوث پاک وغیرہ۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام خود تجویز کریں۔ جیسے نصاریٰ "ابوالمسیح" اور فلاسفہ "علتِ اولیٰ" یا "سپر پاور" کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سب نام توقیفی ہیں، یعنی اجازتِ شارع پر موقوف ہیں۔ اور ایسے نام منع ہیں جن کی اجازت شارع نے نہیں دی مثلاً مُعلِّم، داری، متیقّن، مُنشی، ماکر، مستہزی، غائب، حارث، زارع، یقظان، نائم، نبتی، معتقد، عارف، محب، طبیب، عاقل، سخی، عتیق، شفیق، عرض، جوہر، اور جسم وغیرہ۔ (دیکھو اصول الدین ص ۱۱۶، بحرِ محیط ج ۷ ص، بیضاوی ص، مطول ص ۳۵، رمضان آفندی ص ۱۰۷، خیالی ص ۵۸، شرح عقائد نسفیہ ص ۳۱، تفسیر ابوالسعود ص ۲۷۲ و کبیر ص ۴۷۷)۔

البتہ موجود، واجب، قدیم جیسے الفاظ گو قرآن و سنّت سے تو ثابت نہیں مگر ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر جائز ہونا مُجمع علیہ ہے اور اجماعِ اُمّت کا بھی دلائل شرع میں سے ایک قطعی دلیل ہے اور لفظ "خدا" کا اطلاق بھی اسی قبیل سے ہے۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) نفع و نقصان دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ نفع و نقصان پہنچانے کا مالک ہو، یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول کرے۔ سو اس طرح کا نفع ہمارے انبیاء اور اولیاء سے ہزاروں کو پہنچا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ)

بدرِ منیر: (ص ۴۲ سے آگے) اور بعض ظالموں اور سرکشوں کو ان کی بددعاء سے نقصان پہنچا ہے اور یہ سب باتیں ان کی اس دُنیوی زندگی کے ساتھ متعلق تھیں جب وہ ہستیاں اس دُنیا کی زندگی سے انتقال فرما کر عالم برزخ میں تشریف لے جاتی ہیں تو پھر یہ باتیں نہیں ہوتیں

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیویہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ سے دُعاء کی درخواست کرتے تھے اور آپؐ ان کے حق میں دُعا فرماتے تھے۔ اس کی بے شمار مثالیں احادیث میں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ہمارے والد صاحب کے ہاں مہمان ہوئے۔ ہم نے آپؐ کے سامنے کھانا رکھا، آپ نے کھانا تناول فرمایا، پھر کھجوریں پیش کیں تو آپؐ نے ان میں سے چند کھجوریں کھائیں... پھر پانی لایا گیا' آپؐ نے نوش فرمایا۔ پھر چلتے وقت میرے والد صاحب نے دابہ کی لگام پکڑ کر عرض کیا کہ ہمارے حق میں دُعاء فرمائیے۔ آپ نے ہمارے لیے دُعاء فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ ان کی روزی میں برکت ڈال' اور ان کی خطائیں معاف فرما۔ اور ان پر رحم فرما۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۳)

اسی طرح سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ جان مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرا یہ بھانجا دُکھی ہے (اس کے حق میں دُعا فرمائیے) آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دُعاء فرمائی۔ پھر وضو فرمایا اور آپؐ کے وضو سے بچا ہُوا پانی میں نے پی لیا۔ (بخاری شریف ص ۴۷، و ۹۴۰)

حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تجارت میں ہمیں بھی شریک کرلیا کریں' کیونکہ آپ کے حق میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دُعا فرمائی تھی۔ پھر وہ شریک کرلیتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہُوئے سُنا تھا کہ میری اُمت میں ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) لوگوں کی ایسی جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہُوئے ہوں گے۔ اس پر حضرت عُکاشہ

بدر منیر: (ص ۴۳ سے آگے) رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے حق میں دُعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنائے۔ اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! عُکاشہ کو اُس جماعت میں شامل فرما دیجیے (بخاری ص ۸۹۵)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں (کہ آپ ان کے حق میں دُعا فرمائیں) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں برکت کی دُعاء فرمائی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

علیٰ ہٰذا القیاس ایک صحابیؓ نے خطبۂ جُمعہ کے دَوران حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کی دُعاء کے لیے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی۔ تو ایسی بارش ہُوئی کہ تھمنے کا نام نہ لیتی تھی۔ پھر اگلے ہفتے خطبۂ جُمعہ کے دَوران کسی صحابیؓ نے بارش تھمنے کے لیے دُعا کی درخواست کی تو آپؐ نے بارش تھمنے کی دُعاء کی تو بارش تھم گئی۔ یہ چند احادیث "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کی گئی ہیں۔ مزید دیکھیے: بخاری شریف ص ۹۳۹ ص ۱۰۔ ص ۹۴۰ دو حدیثیں۔ ص ۸۶۵ ص ۹۳۰ وغیرہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۷، ص ۲۱۹ ص ۳۶۰ وغیرہ۔ معجم طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۱۶۔

اور اس مسئلہ میں کسی کا اِختلاف نہیں ہے کہ دُنیا میں زندہ موجود نبیؑ یا ولیؒ، اس سے کہنا کہ آپ ہمارے حق میں دُعاء فرمائیے۔ یہ بلاشبہ جائز ہے۔ اور پہلی شرائع میں یہی مسئلہ تھا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ان کی قوم بنی اسرائیل نے درخواست کی اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ (الآیۃ) یعنی اے موسیٰ علیہ السلام آپ اپنے پروردگار سے دُعا کیجیے کہ زمین سے اُگنے والی چیزیں ہمارے لیے نکالے مثلاً ساگ، ککڑی، لہسن، مسور اور پیاز۔ اسی طرح جنگل میں پانی نہ تھا، تو قوم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہم پیاسے ہیں، ہمیں اپنے رب سے پانی مانگ دے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی خاطر اپنے رب سے پانی کی درخواست کی وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ (الآیۃ) اسی طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریوں نے آپؑ سے درخواست کی هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً

بدرِ منیر: (ص ۴۴ سے آگے) مِنَ السَّمَآءِ . کیا آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر اُوپر سے ایک خوان اُتارے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرمائی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر اُوپر سے ایک خوان نازل فرما۔

بہرحال انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی حیاۃ دنیویہ میں تو لوگوں نے ان ہستیوں سے دعا کی درخواست کی ہے۔ لیکن بعد از وفات مشرکین کے بارے میں تو ہے کہ ان ہستیوں کی قبور وغیرہ کے سامنے ان سے دُعاء کی درخواست کیا کرتے تھے مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر کھڑے ہوکر آپؐ سے دُعا کی درخواست نہیں کرتے تھے اور احادیث نبویہ کی ورق گردانی کرنے کے باوجود کسی ایک صحابیؓ کا بھی یہ عمل نہیں مل سکا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر دُعاء کی درخواست یا مسائل کے حل کے لیے حاضر ہُوا ہو۔ اس سے معلوم ہُوا کہ سلف صالحین میں سے کسی مسلمان کا یہ دستور نہ تھا کہ پیر پیغمبر کی وفات کے بعد اس سے دُعاء کی درخواست کریں۔ کیونکہ یہ غائبانہ مافوق الاسباب پکار بن جاتی ہے جو عین شرک ہے۔

اور اگر کسی کتاب میں ایسی پکار کا ذکر مل جائے تو اگر وہ کتاب کسی مستند اور معتبر عالم کی ہے تو سمجھو کہ ایسی عبارتیں الحاقی ہیں جو باغیوں نے بزرگوں کی کتابوں میں داخل کردیں۔ اور اگر وہ کتاب کسی غیر مستند عالم کی ہے تو ظاہر ہے کہ ان کی کتابوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ غیر ذمہ دارانہ باتیں لکھ دیتے ہیں اور اپنی تحریروں میں ہر طرح کا رطب و یابس جمع کردیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

فائدہ: آیت نمبر ۱۹۰۔ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ (الآیۃ) بعض لوگ اس سے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام مُراد لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کے ہاں بچہ نہ ہوتا تھا تو ابلیس نے کہا کہ میں تم کو ایک طریقہ بتاؤں، سو وہ طریقہ یہ ہے کہ اس بچے کا نام "عبد الحارث" رکھوگے تو بچہ ہوجائے گا۔ پھر جب ان کا بچہ ہوگیا تو اُنھوں نے اس کا نام "عبد الحارث" رکھا۔ یعنی بشرک فی التسمیہ کیا۔ اس جگہ اس کی نفی کی گئی ہے۔

بدرِ مُنیر: (ص ۴۵ سے آگے) اور "حارث" شیطان کا نام ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں یہ مُراد نہیں ہے اور یہ قصّہ اختراعی' من گھڑت اور موضوع ہے۔ اور جعلا میں ضمیر تثنیہ سے مُطلق میاں بیوی مراد ہیں اور یہ بات بیان کرکے عام لوگوں کی عادت بتائی گئی ہے اور سیاق وسباق کے موافق بھی یہی معنے ہیں۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب مُحدّث دہلوی رحمہُ اللہ تعالیٰ نے "موضح قرآن" میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مرد اور عورت کو فرمایا ہے، آدم اور حوّا کو نہیں، گو اوّل اُن کا ذکر ہوچکا ہے۔ (یعنی اس سے دو رکوع پہلے ذکر ہُوا تھا۔ پھر اس کے بعد اور بہت سے مضامین بھی ذکر کیے گئے۔)

جامع البیان ص ۱۵۰ میں یہ پُورا قصّہ نقل ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور بہت سے سلف وخلف سے یہ قصّہ صحیح طریق سے بھی نقل ہے۔ لیکن اس پر محشی صاحبؒ نے بحث فرمائی اور لکھا کہ اس قصّہ کو ابن ابی حاتم، ابن جریر، سُدی، ترمذی، نسائی، احمد، حاکم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے تو اس کو صحیح بھی کہدیا اور امام ترمذی نے ج ۲ ص ۱۳۸ میں اس حدیث کو حسن کہا۔ الفاظ یہ ہیں ھٰذا حدیث حسن غریب لا نعرفه إلا من حدیث عمرو بن ابراهیم عن قتادة۔ یعنی اس حدیث کو صرف عمرو بن ابراہیم ہی بیان کرتا ہے۔ جس کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص قتادہ سے منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ ابو حاتمؒ نے کہا کہ اس کی حدیث دلیل کے طور پر پیش نہ کی جائے۔ ابن عدیؒ نے کہا کہ اس کی احادیث مضطرب ہوتی ہیں' خاص کر قتادہ سے اور یہ شخص قتادہؒ سے ایسی ایسی روایتیں لاتا ہے جو قتادہؒ کی دُوسری روایتوں کے مخالف ہوتی ہیں۔ ابن حبانؒ نے کہا کہ غلطیاں کرنا اور دُوسرے راویوں کی مخالفت کرنا اس کی عادتِ مستمرہ ہے۔ اور کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ یہ شخص قتادہ سے کئی روایتیں دُوسرے راویوں سے الگ ہی بیان کرتا ہے۔ جو قتادہ کی دُوسری احادیث کے ساتھ کُچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا جہاں عمرو روایت کرنے میں متفرد ہو تو اس کو دلیل میں پیش کرنا مجھے ناپسند ہے۔ اور برقانی نے دارقطنی کے حوالے سے کہا ہے کہ عمرو حدیث میں نرم ہے۔ ا

خاص رب کو یاد کرو، دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ۔ دُوسرے معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ مت کرو۔ جو اللہ کے نزدیک ہیں، جن کو تم پکارتے ہو' ان کی تو یہ حالت ہے کہ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ۔ تمت بالخیر۔ سبحٰنك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك ۲۰۵

مختصر ترین خلاصہ: (اعراف) اے میرے پیارے نبیؐ! یہ مسئلہ مردانہ وار بیان کرو۔ مخالفین کی طرف سے تکالیف آئیں گی مگر تکالیف برداشت کرنا اور مسئلہ توحید کی تبلیغ نہ چھوڑنا، اور شرک اعتقادی و فعلی پر نقلی دلائل بالتفصیل سُنا دو۔

بد رمُنیر: (ص ۴۶ سے آگے) چھوڑ دیا ہے۔ ابوبکر بزارؒ نے کہا ہے کہ یہ شخص حدیث کا حافظ نہیں ہے۔ (دیکھو تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۲۶)

نیز اکثر مفسرین نے نفس واحدۃ قصیّ بن کلاب مراد لیا ہے اور وَجَعَلَ مِنْھا ای من جنسھا زَوْجَھا عربیۃ قریشیۃ۔ یہ مطلب نہیں کہ پیدا کیا اس نفسِ واحدہ سے اس کی بیوی کو اور ان دونوں کا شرک یہ تھا کہ اپنے بیٹوں کا نام عبد مناف۔ عبدالعزیٰ عبدالدار۔ اور عبد القصی رکھا تھا۔ اور یُشْرِکُوْنَ کی ضمیر ان دونوں قصی اور اس کی زوجہ اور ان کے پیروکاروں کی طرف راجع ہے۔ پس جَعَلَا کی ضمیر آدمؑ و حوا کی طرف راجع نہ ہوئی۔ دیکھو شرح مواقف ص ۶۹۲ مطبوعہ نولکشور۔

نیز یہ قصہ قرآن مجید کے خلاف اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان سے بعید تر ہے کہ معاذ اللہ انبیاء کرام جیسی ہستیاں' شرک جیسے بد ترین جرم میں مبتلا ہوں۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام تمام کے تمام معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا۔ اِنَّآ اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ۔ نیز فرمایا۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔

پس عبدالنبی، عبدالرسول۔ عبدالمصطفیٰ۔ عبدالحسن۔ عبدالحسین، عبدالحسنین، نبی بخش' رسول بخش، حُسین بخش۔ سالار بخش، پیر بخش، پیراں دتہ وغیرہ نام رکھنا شرک فی التسمیہ اور ممنوع وحرام ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے، اور تحفہ میں شیخ ابن حجر مکی نے اور حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں ایسے ناموں کو ممنوع اور حرام لکھا ہے۔

رکوعاتہا ۱۰	۸	سُورَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ	۸۸	کلماتہا ۱۰۷۵
آیاتہا ۷۵				حروفہا ۵۰۸۰

جہاد کے قوانین اور مالِ غنیمت کی تقسیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سُورت الانفال اور سورت توبہ کا مشترکہ خلاصہ لکھا ہے مگر ہر سورت کے ساتھ مختصر ترین خلاصہ جو میرا تحریر کردہ لکھا جارہا ہے۔ حسب دستور یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔ حضرت صاحبؒ کا تحریر کردہ خلاصہ سُورت توبہ کے ساتھ لکھا جائے گا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الانفال) اور جب دلائلِ عقلیہ و نقلیہ و وحیبیہ بیان کرنے کے ساتھ مُعاندین پر اتمام حُجت ہوچکا، پھر بھی یہ مُشرک نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ مُعاند اور ضدی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم مسلمان مُوحّد ان ضدی مشرکوں سے جہاد کرنے کے لیے تیار ہوجاؤ اور اپنی پُوری تیاری کرلو۔ اور اس جہاد سے پہلے جہاد کے قوانین سیکھ لو۔ جہاد میں تمھیں فتح یابی ہو اور مالِ غنیمت ہاتھ لگے تو اس کے لیے آپس میں لڑ نہ پڑنا، کیونکہ باہم تنظیم اور اِتحاد اشد ضروری ہے۔

رکوعاتہا ۱۶	۹	سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ	۱۱۳	کلماتہا ۲۵۴۳۷
آیاتہا ۱۲۹				حروفہا ۱۱۳۶۰

اِعلانِ جہاد اور شُبہاتِ موانعِ جہاد کے جوابات

۳۹:۸ وَقَاتِلُوْهُمْ (ای الکفار) حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ای لا یُفْتَنَ مُؤمِنٌ[1] کفار کے ساتھ اس غرض سے جنگ کرو کہ کافر، مومن کو ایمان لانے سے بند نہ کریں،

بلدِ رہنما: [1] بخاری شریف ص ۶۴۸ میں ہے وکان المومن یُفتن فی دینہ. اِمّا قتلوہ واما یعذبوہ حتیٰ کثُرَ الاسلام فلم تکن فتنۃ یعنی مومن کو اس کے دین کی وجہ سے آزمایا جاتا رہا ہے، اس طرح سے کہ یا تو مُشرکین اس کو قتل کردیتے تھے، یا کسی اور طریقہ

اور باقی قتال کے متعلق قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ اور سورۃ توبہ میں فرمایا جو اللہ کی تحریم نہیں سمجھتے لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور احبار اور رہبان اور مسیح (علیہ السلام) کو اپنا معبود بناتے ہیں' ان کے ساتھ قتال کرو' تاکہ مسلمان ہوجائیں یا جزیہ دیں۔ اور	۲۹:۹ ۳۴:۹

بلد رمضیر: (ص ۴۸ سے آگے) سے اُسے عذاب دیتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ اسلام کثرت سے پھیل گیا۔ اس کے بعد فتنہ اور آزمائش نہ رہی۔ نیز ص ۶۷ میں ہے:

قال ابن عمر رضی اللہ عنہ فعلنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ کان الاسلام قلیلا فکان الرجل یفتن فی دینہ اما یقتلوہ واما یوثقوہ حتی[1] کثر الاسلام فلم یکن فتنۃ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضورؐ کے دور میں جب ہم اسلام والے تھوڑے تھے' ہمارے ساتھ (بہت کچھ) کیا گیا۔ مسلمان آدمی کو اس کے دین کی وجہ سے آزمایا جاتا رہا۔ یا تو کافر اُسے قتل کر دیتے تھے۔ اور یا اُسے جکڑ کر باندھ دیتے۔ حتیٰ کہ اسلام والے کثیر ہوگئے۔ اس کے بعد یہ آزمائش نہ رہی۔

فائدہ: آیت نمبر ۲، ۵، ۷، ۱۱، ۱۲، ۳۰، ۳۲، ۴۲، ۴۳ اور ۴۹ میں الانفال للہ کی علتیں بتائی گئی ہیں۔ اور آیت نمبر ۱۵، ۲۰، ۲۴، ۲۷، ۲۹، ۴۵، ۵۷، ۵۹، ۶۱، ۶۴، ۶۵، ۶۷ اور ۷۰ میں قتال کے متعلق قوانین بیان کیے گئے ہیں۔

فائدہ آیت نمبر ۱ : قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (الآیۃ) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ اور رسول دونوں مالک ہیں مالِ غنیمت کے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انفال میں حکم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافذ ہوگا' کسی اور کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس کے مالک ہونے کے لحاظ سے ہے اور اس کے رسولؐ کا حکم نفاذ حکمِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ عطف میں معطوف و معطوف علیہ کا اتحاد فی الجنس و النوع تو واقعی ضروری ہے لیکن ان کا اتحاد فی الکم والکیف والزمان والمکان کوئی ضروری نہیں ہوتا۔ جیسے کلیات ابی البقاء ص ۳۴۶ میں مذکور ہے۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) اہلِ عرب کے محاورات میں سے ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ کسی موقع
(باقی اگلے صفحہ پر)

جن لوگوں کا نفاق ظاہر ہوگیا ہے ان کو قتل مت کرو، اس لیے کہ لوگوں میں مشہور ہوجائے گا کہ مسلمان اپنے رفیقوں کو قتل کر رہے ہیں، لیکن چونکہ ان کے نفاق کے آثار ظاہر ہوگئے ہیں اس لیے لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ

بد رہنما: (ص ۴۹ سے آگے) پر فعل بول کر اس فعل کا اظہار اور تشہیر مقصود ہوتی ہے۔ جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان ابراھیم حرم مکۃ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی حرمت کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ حرام اور حلال کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۹) اَسلمتُ یعنی میں نے اسلام کا اظہار کیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۷) اَبُوْءُ اِلَیْکَ یعنی براءۃ کا میں نے اظہار کیا (مشکوٰۃ شریف) یُسلم عبداللہ بن اُبَی یعنی عبداللہ بن اُبَی اسلام کا اظہار کرتا۔ (اور دل میں کفر چھپا رکھا تھا)۔ (بخاری شریف ص ۸۴۵) یحق اللہ الحق یعنی اللہ تعالیٰ حق کا اظہار فرماتا ہے۔ (جلالین ص ۱۴۶) ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام یعنی اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول نے ان چیزوں کی حرمت کو ظاہر فرمایا۔ (ابن ماجہ ص ۱۵۷) یَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ یعنی باطل پرستوں کا گھاٹا ظاہر ہوجائے گا۔ (جلالین ص ۴۱۳) یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ چیزوں کی حلت ظاہر فرماتے ہیں۔ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور خبیث چیزوں کی حرمت کو لوگوں پر ظاہر فرماتے ہیں۔ (جلالین ص ۱۴۰) حرم التجارۃ فی الخمر یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی تجارت اور خرید و فروخت حرام ہونے کو ظاہر فرمایا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳) فلما کان عمر رضی اللہ عنہ نھانا عنہ فانتھینا ای اشھر نھی بیع امھات الاولاد یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے ام ولدہ کی خرید و فروخت کے ممنوع ہونے کو شہرت دی، اس لیے ہم لوگ اس سے رک گئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۵) متنبی نے اپنے دیوان کے ص ۱۶۶ میں انشاد کیا ہے "بکی منہ ویروی وھو صاد" ای یظھر ریہ یعنی وہ اس کو دیکھ کر رویا اور پیاسا ہوتے ہوئے بھی اپنی سیرابی کا اظہار کرتا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

مِنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔

خلاصہ انفال و توبہ کا یہ ہُوا کہ جو غیر اللہ کی نیاز کو حرام نہیں سمجھتے اور اپنے معبودوں کو پکارتے ہیں' ان کے ساتھ قتال کرو اور منافقوں کے ساتھ بائیکاٹ (قطع تعلق) کرو۔ اور کچھ قتال کے متعلق قواعد بیان کیے گئے ہیں اور کچھ زجریں بیان کی گئی ہیں۔

بد رمُنیر: (ص ۵۰ سے آگے) بہر حال عربی محاورہ میں کبھی فعل بول کر اس سے اس کا ظاہر کرنا، مشہور کرنا یا بتانا مُراد ہوتا ہے۔ پس اس کے فاعل کو دیکھ کر مُناسب معنے مُراد لیے جائیں گے۔ جیسے اس مقام پر۔ تو جب حلال و حرام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اَحَلَّ اللہُ اور حَرَّمَ اللہُ کے معنے یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو حلال فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فلاں چیز کو حرام فرمایا۔ لیکن جب حلال و حرام کرنے کی نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابیؓ وغیرہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب ہوگا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ یا حرام کردہ چیز کی حلت یا حُرمت کا لوگوں میں اظہار کرنا' تشہیر کرنا، یا اعلان کرنا۔ تاکہ لوگوں میں یہ چیز (حلت و حرمت کا حکم) مخفی نہ رہے۔ کیونکہ کسی چیز کو حلال کرنا یا اس کا حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ مختصہ ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کے مُجاز و مُختار نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہوئی کہ: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال فرمائی ہے آپ نے اس کو اپنے اُوپر حرام کیوں کردیا۔ بخاری شریف ص ۴۳۸ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشادِ مبارک ہے کہ: اِنِّیْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا یعنی میں حلال کو حرام نہیں کہتا اور نہ ہی حرام کو حلال کہتا ہوں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْحَلَالُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ۔ (الحدیث، معجم طبرانی ص ۳۰۷، نیز ص ۳۲۰ میں اس حدیث میں فی کتابہ کی جگہ فی القرآن کے لفظ ہیں۔ یعنی حلال وہی ہے

جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں حلال کیا ہو۔ اور حرام
بلد رحمٰن لیر : (ص ۵۱ سے آگے)
وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں حرام کیا ہو۔ نیز صحیح مسلم ص ۲۰۹ ج ۱ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاایها الناس انه لیس لی تحریم ما احل اللہ لی۔ یعنی اے لوگو! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو اس چیز کو حرام کرنا میرا کام نہیں۔ جامع صغیر ص ۱۲۰ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ما احللت الا ما احله الله وما حرمت الا ما حرمه الله۔ رواہ ابن سعد یعنی میں اس چیز کی حِلّت بتاتا ہوں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو اور اسی چیز کی حُرمت بتاتا ہوں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۹۰ میں حضرت مسور بن مخرمہؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لست احرم حلالا ولا احل حراما یعنی میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کہتا۔

نیز اس مقام پر رسولہٗ کا عطف اللہ پر ہونے سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جیسے اللہ تعالیٰ چیزوں کو حلال و حرام کرتا ہے اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چیزوں کو حلال و حرام کرتے ہیں۔ کیونکہ نسبت فاعلی کی تبدیلی سے مفہوم فعل میں تبدیلی آجاتی ہے۔ دُوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عطف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ معطوف و معطوف علیہ کا اِشتراک جس طرح جنسِ فعل یا نوعِ فعل میں ہوتا ہے اسی طرح کَم، کیف، این، متیٰ، وضع اور مِلک وغیرہ میں بھی ہو۔ جیسا کہ کُلیات ابی البقاء ص ۳۴۵ و ۳۴۶ میں ہے: واعلم ان الواو انما تعطف الاسم علی الاسم فی نوع الفعل وجنسه لا فی کمیته ولا فی کیفیته. اِس لیے اللہ تعالیٰ کی تحریم و تحلیل کی کیفیت اور ہے یعنی تشریعی۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریم و تحلیل کی کیفیت اور ہے یعنی تبلیغی۔

یاد رکھیے اس قسم کا مغالطہ فی العطف اور جگہ میں بھی ہے۔ جیسے اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اور اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یعنی اللہ تعالیٰ نے مالک ہونے کے لحاظ سے اپنا

رکوعاتہا ۱۱ — سورۃ یونس مکیۃ — کلماتہا ۱۸۳۲
۱۰ — ۵۱
آیاتہا ۱۰۹ — حروفہا ۹۰۹۹

نفی شفاعت قہریہ پر دلائل عقلیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۳ تمہارا رب وہی ہے جس نے زمین آسمان کو بنایا۔ تختِ شاہی پر
آپ ہی ہے۔ سب تدبیریں آپ ہی کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے
بغیر کوئی شفیع نہیں۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ کفار غیر اللہ کی عبادت
۱۸ کرتے ہیں، جو نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان و ضرر۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ سے
کرا دیتے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ جو نہ سنتے ہیں اور
نہ دیکھتے ہیں، وہ کس طرح کرا دیتے ہیں۔ مشرکوں کے عقل والے معبود جو پیغمبر
۲۸ اور ملائکہ (مثلاً عزیرؑ، عیسیٰؑ، مریمؑ، روح القدسؑ وغیرہم) ہیں۔ قیامت میں

بقیہ حاشیہ: (ص ۵۲ سے آگے) حکم نافذ فرمایا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی جو اللہ نے قبول کی اس طرح وہ غنی ہوئے۔ نیز اغناء صرف اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مختصہ میں سے ایک صفت ہے۔ جیسے خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم آیت نمبر ۴۸ میں بصورتِ حصر ارشاد فرمایا وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی یعنی یہ پختہ بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو غنی کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نوری، ناری، خاکی، عرشی، فرشی ایسا نہیں جو کسی کو غنی اور دولت سے مالا مال کر دے۔ لیکن جب اغناء کی نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی ملک کی طرف ہوگی تو وہ اغناء مراد ہوگا جو ماتحت الاسباب ہو یعنی مالِ غنیمت دے کر مستغنی کر دینا۔ دیکھو مظہری ص ۲۳/۴ مدارک ص ۱۲۲/۲ خازن ص ۱۰۸/۳ ابن جریر و ابن کثیر۔

مختصر ترین خلاصہ: (التوبہ) قوانینِ جہاد کی پوری تعلیم حاصل کر چکے۔ اور آپس میں تمہاری تنظیم بھی ہے، اتحاد بھی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان معاندین، مشرکین و کافرین سے جہاد کرنے کا حکم کھلا اعلان کر دو۔

کہیں گے کہ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِيْنَ یعنی تمہارے پکارنے
کی ہمیں کچھ خبر نہیں۔ اگر ان سے پوچھو مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
۵۵ وَالْاَرْضِ اِلٰی قولہ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ
۱۰۶ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. ثمرہ اس کا وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ.

حاصل سورت کا یہ ہوا کہ کافر غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے کروا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا غیر اللہ کو مت پکارو۔ قیامت میں وہ لوگ جن کو تم شفعاء سمجھتے ہو، کہیں گے: "ہم کو تمہاری پکار کی کچھ خبر نہیں تھی"۔ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ.

مختصر ترین خلاصہ: (یونس) ہاں اب اگر مشرک یوں کہیں کہ ابھی ٹھہرو، ہمارے ذہن میں کچھ شبہات ہیں۔ ہمیں اگر آپ تسلی بخش جواب دوگے تو ہم مان جائیں گے مثلاً ان شبہات میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ہم جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بزرگوں کو پکارتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں، بلکہ ہم تو ان کو صرف شفیع سمجھ کر پکارتے ہیں، تو تم مسلمان ان کے اس شبہ کا جواب یوں دو کہ یہ بھی شرک ہے اور اس کے ساتھ ہی نفی شرک فی التصرف پر بھی تفصیل کے ساتھ عقلی دلائل بیان کر دو۔

بدر منیر: لہ یعنی ہم ان بزرگوں کو مستقل بالذات نافع وضار یا متصرف و مختار نہیں سمجھتے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے تشفع لنا عند اللہ فی اصلاح معاشنا فی الدنیا (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) یعنی یہ بزرگ اللہ کے پیارے ہیں۔ دنیا میں خوش حالی اور معاشی فارغ البالی ہمیں انہی بزرگوں کی سفارش کے صدقے حاصل ہوتی ہے اور یہ بزرگ ہمارے کام اللہ تعالیٰ سے کروا دیتے ہیں۔ اسی لیے ہم ان کو پکارتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے سامنے نذریں نیازیں رکھتے ہیں۔

رکوعاتہا ۱۰ | سورۃ ھود مکیۃ | کلماتہا ۱۶۰۰
آیاتہا ۱۲۳ | ۱۱ | ۵۲ | حروفہا ۹۵۶۷

نفی شفاعت قہریہ پر دلائل نقلیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲ خلاصہ: لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۔ ہر جانور کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔
۶ اور اس کا سب حال بھی وہی جانتا ہے۔ پس ہر حال میں ہر حاجت
کے لیے پکارنے کے لائق وہی ہے۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا:
۳۱ لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ، وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ
۵۰ الْغَيْبَ الخ۔ ہود (علیہ السلام) نے بھی فرمایا: اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
۶۱ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اور حضرت صالح (علیہ السلام) نے بھی فرمایا: اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
۶۹ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس فرشتے آئے
ان کو معلوم نہ ہوا کہ فرشتے ہیں۔ مہمان انسان سمجھ کر ان کے لیے تلا ہوا
گائے کا بچھڑا لے آئے۔ اس کے بعد ان کو خبر ہوئی کہ یہ فرشتے ہیں۔
۷۷ لوط (علیہ السلام) کے پاس بھی فرشتے آئے، ان کو علم نہ ہوا کہ یہ فرشتے ہیں۔
۸۱ فرشتوں نے خود بتایا: يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ۔ خلاصہ یہ نکلا کہ:
۱۲۳ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ ۔ یعنی غیب دان
خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ کارساز اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کی عبادت کر۔ یعنی خاص
اسی کو پکار۔ ہر حاجت کے پورا کرنے میں خاص اُس پر ہی توکل کر۔

مختصر ترین خلاصہ: (ہود) عقلی دلائل کے بعد نقلی دلائل بھی بیان کردو اور مسئلہ بتانے کی وجہ سے مخالفین کی طرف سے تکلیفیں آئیں تو وہ برداشت کرو اور مشرکین سے صاف کہہ دو کہ تم کافر لوگ در اصل ضدی ہو، جو بدیہی مسئلہ کا انکار کرتے ہو اور صاف صریح مسئلہ کو بھی نہیں مانتے ہو۔

رکوعاتہا ۱۲ | ۱۲ | سُورۃ یُوسف مکیۃ | ۵۳ | کلماتہا ۱۶۰۰
آیاتہا ۱۱۱ | | | | حروفہا ۷۱۶۶

سُورت ہُود کا تتمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۱: ۱۲۳ یہ سُورت وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ پر
دلیل نقلی فرمائی۔ دیکھو یعقوب (علیہ السلام) کتنی مُدت بیٹے کے فراق میں
۱۲: ۸۴ روتے رہے۔ وہ نہ غیب دان تھے، نہ کارساز۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام)
کو علم نہ ہُوا، مگر جس وقت وحی ہُوئی۔ اِدھر یوسف علیہ السلام نے بھی
۱۲: ۴۰ فرمایا تھا: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔
۱۰۲ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سچے رسول ہیں۔ یہ غیبی خبر (یعنی
حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ) وحی سے ہم (آپ کو) بتا رہے ہیں۔

اس سورت میں تین مطلب ہیں:

- غیب دان اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اور کارساز بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔
- آپ سچے رسول ہیں، کہ یہ گزشتہ زمانہ کا قصۂ یوسف (علیہ السلام) آپ وحی سے بتا رہے ہیں۔
- پیغمبروں کو تکلیفیں آتی رہتی ہیں۔

مُختصر ترین خلاصہ: (یوسف) اور ان معاندین سے یہ کہو کہ ہمہ کُن اور ہمہ دان نہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اور نہ ہی کوئی دُوسرا نبی پیغمبرؑ۔ پھر پیغمبرؑ یا ان سے نیچے درجے کے پیر فقیر کیسے معبود ہو سکتے ہیں۔؟

بلد رُمنیر: ہمارے پیر و مُرشد قدس اللہ سرّہٗ نے بلغۃ الحیران ص ۱۶۷ میں تحریر فرمایا کہ

عن عروۃ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما) انہ سال عائشۃ (رضی اللہ عنہا) عن قولہ تعالیٰ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلدرھُتیر: (ص ۵٦ سے آگے) اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا اَوْ كُذِّبُوْا، قالت بل كذّبهم قومهم فقلت والله لقد استيقنوا ان قومهم قد كذّبهم وما هو بالظن؟ فقالت يا عروة اجل لقد استيقنوا بذالك فقلت لعلها قد كُذِبُوْا ؟ فقالت معاذ الله لم تكن الرسل تظن ذٰلك بربها ! فقلت فما هٰذه الاٰية ؟ فقالت هم اتباع الرسل الذين اٰمنوا بربهم وصدّقوهم فطال عليهم البلاء واستاخر عنهم النصر حتىٰ اذا استيأس الرسل ممن كذّبهم من قولهم وظنوا ان اتباعهم كذبوهم جاءهم النصر عند ذٰلك. مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ عروۃ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی عنہا سے پوچھا کہ لفظ کُذِّبُوْا مشدد ہے (یعنی امتوں نے رسول علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کو جھوٹا سمجھا) یا کُذِبُوْا بالتخفیف ہے؟ (بایں معنی کہ رُسُل نے یہ ظن کیا کہ ہمارے آگے معاذ اللہ جھوٹ بولا گیا اور وحی نے ہمارے ساتھ جھوٹ کیا ہے۔) تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لفظ کُذِّبُوْا (مُشدّد) ہے۔ تو عروہ نے سوال کیا کہ پھر وَظَنُّوْٓا کہنے کے کیا معنے؟ رُسُل کو تو یقین تھا کہ ہماری قوم نے ہماری تکذیب کی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے عروہ! یہ بات تو ٹھیک ہے کہ رُسُل کو اس امر کا یقین تھا۔ (ابھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اتنی بات کہہ رہی تھیں جواب پورا کرنے سے پہلے ہی حضرت عروہؓ اثناء کلام میں) بول اُٹھے کہ پھر لفظ کُذِبُوْا (بالتخفیف) ہوگا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ معاذ اللہ رُسُل یہ ظن کہاں کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ اللہ نے جھوٹ کہا ہے۔ تو پھر عروہؓ نے کہا: پھر اس آیت کا کیا معنیٰ؟ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مکذبین سے مراد اتباع الرسل ہیں جو پہلے ایمان لاچکے تھے اور تصدیق کرچکے تھے۔ پھر ان پر مصائب و تکالیف بہت مدت رہیں اور نصرت الٰہی نے تاخیر کی۔ یہاں تک کہ رُسُل کفار مکذبین کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے۔ اور اُن کو یہ ظن ہونے لگا کہ یہ مومن بھی ہماری تکذیب کردیں گے۔ تب نصرت الٰہی آگئی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا کے معنی یہ ہیں ظنوا ای الرسل

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۰۰۰ ۳۳)، انھم اے اتباعھم الذین امنوا معہ قد کُذِبُوا ای سیکذبونھم ماضی بمعنے مضارع، کما ھو مصرح فی روایۃ اخریٰ۔ لیکن ہماری قراءت میں کُذِبُوا بالتخفیف ہے۔ اس کا معنے صاحب مدارکؒ نے لکھا ہے کہ کُذِبُوا کا نائب فاعل امم ہے رُسُل نہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ رُسُل مکذبین کے ایمان لانے سے ناامید ہوئے اور اُمت نے یہ ظن کیا کہ رُسُل نے جھوٹ بتایا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس صُورت میں انتشار فی الضمائر لازم آتا ہے۔ مگر قرینہ صارفہ کے ہونے کی صُورت میں اِنتشار فی الضمائر جائز ہے۔ لیکن حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ایک اور انداز سے تقریر فرمائی ہے کہ ظنوا کے ترجمہ میں گمان غالب کا اِعتبار اس صُورت میں ہے جب مُدّتِ معہودہ فی الذہن کے گزرنے سے پہلے اس ظن کا اِعتبار کیا جاوے کہ آثارِ نصرت نہ پانے سے گمان غالب ہوگیا اور اگر اس کے گزرنے کے بعد اس کا اِعتبار کیا جاوے تو ظن بمعنے تیقن کے ہوگا اور مایوسی بھی ایک صورت میں ظنی ہوگی۔ اور ایک حالت میں یقینی۔ اور یہ تفسیر کُذِبُوا کی اسہل و اسلم تفاسیر ہے۔

فائدہ: حضرت عُروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت اسماء بنتِ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے چھوٹے بھائی اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے تھے اور علم قرآن و حدیث براہِ راست حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا۔

فائدہ: عام مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح اِمرأۃ العزیز سے ہُوا۔ ابن جریر اور معالم التنزیل نے ابتداءً مع سند کے یہ بات لکھی اور امرأۃ العزیز کا نام انھوں نے زلیخا بتایا۔ پھر انھی کی تقلید میں بہت سے علماء نے یہ بات لکھ دی، جبکہ اہلِ تحقیق نے اس کی تصدیق نہیں کی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مشہور قول نقل فرما کر تحریر فرمایا کہ مُحدّثین اس پر اِعتماد نہیں کرتے۔ نیز قرآن پاک اور صحیح احادیث سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس موضوع پر مستقل بحث میرے رسالہ "حضرت یُوسف علیہ السلام کا نکاح کس عورت سے ہُوا" میں دیکھیں۔

رکوعاتها ۶	۱۳ سورة الرعد مکیة ۹۶	کلماتها ۸۵۵
آیاتها ۴۳		حروفها ۳۵۰۶

توحید کے بدیہی مسئلہ پر تنبیہات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ ۸ خلاصہ قولہ تعالٰی اللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ الخ اَللّٰہُ یَعْلَمُ
۱۴ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی الخ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ الخ یعنی ہر شے کرنے والا، اور
جاننے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا پکارنا حق ہے۔ اور اللہ کے
سوا جس جس کو تم پکارتے ہو وہ نہ تو کچھ کر سکتے ہیں' نہ کچھ جانتے
ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے آپانی آ پانی[1] پانی کبھی
۳۳ اس کے پاس نہ آئے گا۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ الخ۔ آیا
۳۶ کون ہے ہر شے کرنے' جاننے والا اللہ کے سوا۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ
اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ۔

مختصر ترین خلاصہ: (الرعد) یہ میرا بیان کردہ دعویٰ تو بالکل بدیہی اور واضح ہے نظری ہرگز نہیں، جس کو ثابت کرنے کے لیے نظر و فکر اور استدلال کی ضرورت محسوس ہو۔ پھر بھی اگر کچھ خفاء باقی رہ گیا ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے اب اُن معاندین کے سامنے تنبیہات بیان کردو۔

بدرِ منیر: [1] اس مقام پر ہمارے پیرو مرشدؒ ارشاد فرماتے تھے کہ قبر کی صورت بھی ایک کنوئیں کی سی ہے۔ تو جو شخص قبر پر بیٹھ کر اس بزرگ کو پکارتا ہے جو اس میں مدفون ہے، اس پکارنے والے کا حال بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص کنوئیں پر بیٹھ کر پانی کو پکارے آپانی آپانی میرے منہ میں آجا۔ میں بہت پیاسا ہوں، یہ شخص بے شک روتا اور چلاتا رہے مگر پانی اس کے منہ میں ہرگز نہ آئے گا۔ اور اس کے بعد وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ فرما کر اللہ تعالیٰ نے فتویٰ بھی صادر فرمادیا کہ یہ پکار کفر ہے اور پکارنے والا کافر ہے۔

رکوعاتہا ۷ | سُورۃ ابراھیم مکیۃ ۱۴ ۷۲ | کلماتہا ۸۶۱
آیاتہا ۵۲ | | حروفہا ۳۴۳۴

وقائع بیان کر کے ظلمت سے نور کی طرف آنے کی دعوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلائل عقلیہ و نقلیہ اور تنبیہ اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارنے
۱ کے لائق کوئی نہیں۔ اب ان کو ظلمتِ غفلت سے نکالو۔ ایام اللہ یاد
۵
۳۲ دلاؤ۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ یعنی سب کچھ کرنے والا اللہ ہے،
۳۵ پس تابعداری کرو ابراہیم (علیہ السلام) کی۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ
اے اللہ تعالیٰ! ہم کو غیر اللہ کی عبادت سے بچا۔ ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ
۵۲ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ یعنی قرآن مجید بھیجا
تاکہ جان لیں کہ معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (ابراہیم) اس قدر بدیہی اور واضح مسئلہ کے اندر جو خفاء تھا اُسے تنبیہات کے ذریعے دُور کرنے کے بعد بھی یہ ضدی کافر نہ مانیں تو ان کو گزشتہ اقوام کے وقائع یاد دلاؤ، شاید یہ لوگ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آئیں۔

رکوعاتہا ۶ | سُورۃ الحجر مکیۃ ۱۵ ۵۴ | کلماتہا ۶۵۴
آیاتہا ۹۹ | | حروفہا ۲۷۶۰

ایمان نہ لانے والے پچھتائیں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲ قولہٗ تعالیٰ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ نصیحت پکڑو
۱۶ ورنہ غم کروگے۔ ابھی وقت غنیمت ہے، حق پر آؤ۔ وَلَقَدْ جَعَلْنَا
۲۴ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا الخ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، وَلَقَدْ عَلِمْنَا

الْمُسْتَقْدِمِیْنَ الخ سب کچھ جاننے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ شیطان ابتداء ۲۶
سے ہی تمہارا دشمن ہے۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ
وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ قیامت کا عذاب شدید ہے وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ ۴۳
اَجْمَعِیْنَ۔ اور دُنیا کے واقعات سے عبرت پکڑو۔ قوم لوط کو دیکھو ۵۱ ۶۱
اَیکہ (جنگل) والوں کا حال دیکھو۔ اصحاب الحجر یعنی ثمود کا حال دیکھو ۷۸ ۸۰
آسمان زمین اظہارِ حق کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ ۸۵ ۸۶
الْعَلِیْمُ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یعنی پیدا کرنے والا ہر شے جاننے والا ۹۸
اللہ تعالیٰ ہے۔ حمد فوق الاسباب اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ اس کو مُنزّہ
سمجھو شرکاء سے۔ موت تک اسی کو پکارو۔ ۹۹

مُختصر ترین خلاصہ: (الحجر) تنبیہات اور اقوامِ گزشتہ کے واقعات یاد دلانے کے بعد بھی اگر یہ کافر اپنی اسی ضد پر اڑے رہیں تو انھیں اب اتنا کہ دو کہ اب بھی وقت ہے مسئلہِ توحید مان لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

رکوعاتہا ۱۶ / آیاتہا ۱۲۸	۱۶	سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ	۷۰	کلماتہا ۲۸۴۰ / حروفہا ۷۷۰۷

شرک کی وجہ سے قحط کا عذاب آگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیا جانو عذاب یعنی قحط۔ مطلب یہ ہے ڈرانے سے کہ اللہ کو ۱
پاک سمجھو شرکیوں سے۔ فرشتے پیغمبروںؑ پر یہ حکم لے آتے ہیں۔ لوگوں ۲
کو کہو کہ میرے سوا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق کوئی
نہیں۔ لائق عبادت کے سمجھنا غیر کو یہی شرک ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ۳
اِلٰی قولہٖ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ یعنی ہر چیز پیدا کرنے والا ۱۷
اللہ تعالیٰ ہے اور ہر شے جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ ۱۹

٢١ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ اور جن جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا
وہ نہ تو خالق ہیں اور نہ عالم ہیں ۔ ان کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم قبروں
٢٧ سے کب اُٹھائے جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے ۔
عاقبۃ المکذبین کی طرف نظر کرو (یعنی جھٹلانے والوں کے
٤٨ انجام پر غور کرو ۔) اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ فکر کرو ۔ کوئی خالق غیر اللہ
٥١ ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے معبود بجز اللہ تعالیٰ
٥٦ کے کوئی نہ بناؤ ۔ نیاز غیر اللہ نہ دو وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا
مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۔ یہاں تک یہ حاصل ہوا کہ ہر شے کا خالق اللہ
ہے ۔ غیر اللہ کو مت پکارو ۔ ہر شے کا خالق اللہ ہے ۔ غیر کی نیاز
٧٢ مت دو ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اِلٰی قولہ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ کیوں اس چیز کی عبادت
٧٧ کرتے ہو جو نہیں مالک رازق من السموٰت والارض کے ۔ اور غیبُ
٧٨ السموٰت والارض کے ۔ خاص اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ
٨١ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ اِلٰی قولہ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
ہر شے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے ۔ یہ دلیل عقلی ہے اور تم پر
٨٩ وحی بھیجا ہے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جو چیز ضروری فی الدین ہے
وہ بیان ہے ساتھ طریقے وضاحت کے ، جس کی وضاحت ضروری

بدرِ مُنیر: حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ١٩٠ میں اس کی دلیل بیان فرمائی کہ: "بعض اشیاء قرآن میں صراحۃً بیان کی گئی ہیں اور بعض بالحوالہ الی لسان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (وفعلہٗ) بیان ہوئیں"۔

اب پرویز وغیرہ منکرین حدیث کا استدلال اس آیت سے نہیں ہوسکتا۔

نیز تمام مفسرین اس امر میں متفق ہیں کہ یہاں کُلّ شیءٍ سے مراد مایحتاج الیہ فی الدین یعنی تمام وہ مسائل جن کی ضرورت انسان کو دین میں پڑتی ہے۔ (جلالین)

(باقی اگلے صفحہ پر)

تھی۔ اور بعض اشیاء زبانِ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کردیں مَآ اٰتٰکُمُ
الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (تفسیر ابی سعود) یعنی سب
کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجا ہے۔ اس میں یہ
حکم ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ کے ساتھ ۹۰
وعدے کیے تھے۔ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ وعدوں پر پختہ ۹۱
ہو جاؤ۔ قرآن کو مانو۔ کافروں کو دنیا دیکھ کر دھوکے میں مت پڑو ۹۸ ۱۰۷
قریہ مطمئنہ (مکہ) کا لباس الجوع و الخوف دیکھو۔ پس حلال طیب ۱۱۲ ۱۱۴
کھاؤ۔ تحریم خود ساختہ مت بناؤ۔ مااہل بہ لغیر اللہ خنزیر کی طرح حرام ۱۱۵
ہے، اس کے نزدیک مت جاؤ، یعنی مت کھاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام ۱۲۰
حنیف تھے، یک سو تھے، نہ غیر کو پکارتے تھے، نہ غیر کی نیاز
کھاتے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

مختصر ترین خلاصہ: (النحل) اس قدر سمجھانے کے باوجود اب بھی اگر یہ لوگ توحید کو تسلیم نہیں کرتے۔ الٹا عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں تو پھر انھیں کہہ دو کہ لو اب تم پر قحط کا عذاب مسلط کیا جا رہا ہے۔

بدرِ منیر: (ص ۶۲ سے آگے) اور "مدارک" میں ہے: تمام وہ مسائل کہ لوگ اپنے دین کے معاملہ میں ان کے محتاج ہیں۔ "بیضاوی" میں ہے: تمام مسئلے کہ دین میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ "بحر محیط" میں ہے کہ: ہر وہ چیز جس کی احتیاجی ہو، خواہ دلائلِ الٰہیہ ہوں، چاہے تکالیفِ شرعیہ ہوں یعنی اوامر و نواہی۔ "جصاص" میں ہے: دینی امور میں سے ہر چیز کا بیان خواہ عبارۃ النص ہو خواہ دلالۃ النص۔ "قرطبی" ج ۹ ص ۲۷۷ میں ہے کہ تفصیل کل شیٔ حلال و حرام، و شرائع و احکام جن کا انسان محتاج ہے۔ نیز امام المفسرین حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تبیانا لکل شیٔ کا مطلب حلال و حرام کا مکمل بیان ہے۔ (قرطبی ج ۱۰ ص ۱۶۴) بیضاوی ج ۳ ص ۱۸۹ میں ہے یعنی امورِ دین کو بیان کیا ہے کچھ چیزیں تفصیلی طور پر اور کچھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتہا ١٢ | سُورَۃُ بَنِیٓ اِسْرَاۗءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ (١٧) (٥٠) | کلماتہا ١٥٣٣
آیاتہا ١١٠ | | حروفہا ٦٤٦٠

معجزۂ معراج کے بعد اگر اب بھی ایمان نہ لائے تو قوم فرعون کی طرح ہلاک ہو جاؤ گے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

١ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے توحید بیان کنندہ کو بیت المقدس تک ایک
رات میں سیر کرایا۔ پھر تم لوگوں کو پورے پتے بیان کر دیے۔ تم نے
معلوم کر لیا کہ یہ معجزہ ہے۔ پس اس کا دعویٰ مانو۔ اس کا دعوٰے یہ

بدر منیر: (ص ٦٣ سے آگے) چیزیں اجمالاً جن کا بیان حدیث یا قیاس کے حوالے کیا۔ نیز تبصیر الرحمٰن قلمی میں ہے کہ اس سے مُراد معارف و احکام و گزشتہ اخبار ہیں۔ معالم التنزیل ج ٢ ص ٢١٢ میں ہے کہ اس سے دین کی ضروری چیزیں مراد ہیں جن کا بندہ محتاج ہے۔ یعنی امر و نہی، حلال و حرام، حدود اور دیگر احکام۔ تفسیر ابو السعود ج ٥ ص ٥٠٧ میں ہے کہ اس سے امورِ دین سے متعلق چیزیں مراد ہیں۔ نیز ج ٣ ص ٦١ میں ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کا ذکر کرنا اشد ضروری تھا۔ رازی ج ٤ ص ٦٠ میں ہے اس سے مراد وہ بعض امور ہیں جن کا کہ مُکلّف محتاج ہے۔ نیز کتاب التسہیل ج ٢ ص ٨ میں ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اس میں تمہاری راہ نمائی کی باتیں ہیں اور تمہارے فائدے کے لیے اس میں وضاحتی بیان ہے۔ خازن ج ٣ ص ١٣٠ میں ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ دینی امور کا یا تو صراحۃً و نصًّا ذکر ہے یا اس کا ضروری علم بیانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قرآنی احکام، حدود، حلال و حرام اور سب اوامر و نواہی کا وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اجماعِ اُمّت بھی عُلومِ دین کی اصل اور مفتاح ہے۔ مدارک ج ٣ ص ١٣٠ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد امورِ دین ہیں۔ احکامِ منصوصہ میں تو ان کا بیان ظاہر ہے، اور اسی طرح جو احکام سُنّت یا اجماع یا قیاس کے ذریعے ثابت ہیں وہ بھی تبیانًا لکل شیٔ

(آگے صفحہ پر)

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شریک فی العبادت کوئی نہ بناؤ۔ سَبِّحُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۔ اور دلیل عقلی یہ ہے کہ سَمِیْعٌ لِّکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْرٌ لِّکُلِّ شَیْءٍ وہی ہے ۔ دلیل نقلی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب ۲

بقیہ حاشیہ: (ص ۶۴ سے آگے) ہیں داخل ہے کیونکہ ان سب کا مآل و مرجع کتاب اللہ ہی ہے، کیونکہ اس قرآن مجید میں ہمیں اِتباعِ رسول اور اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا۔ اور فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی اللہ تعالیٰ کی مانتے جاؤ اور اللہ کے رسولؐ کی مانتے جاؤ۔ اور اسی قرآن مجید میں اجماعِ امت کا بھی حجت ہونا بتایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ یعنے جو کوئی مسلمانوں کے رستہ کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو اسی طرف لے چلیں گے جو رستہ اس نے اختیار کیا ہے اور ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنھم کی اِتباع میں اللہ تعالیٰ کے رسولؐ بھی راضی ہیں۔ اس لیے کہ فرمانِ نبیؐ ہے کہ میرے اصحابؓ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی اِقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور انھوں نے دینی مسائل میں اِجتہاد کیا اور غیر منصوص مسائل میں قیاس سے بھی کام لیا اور اِجتہاد کے طرق کی بادیہ پیمائی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اہل علم مجتہد کو بھی قیاس کرنے کا حکم دیا اور فرمایا فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ اے اہلِ بصیرت قیاس کرو۔ اس لیے سُنّتِ رسولؐ، اجماع، قولِ صحابیؓ اور قیاسؒ سب کے سب کو تبیانِ کتاب ہی کا سہارا ہے۔ اب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ سب تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ میں داخل ہیں۔ (۱ھ) خلاصہ یہ کہ دلائلِ الٰہیہ اور تکالیفِ شرعیہ، اوامر، نواہی، حدود، احکام، حلال، حرام، معارف، اخبارِ ماضیہ و مُستقبلہ سب کا ذکر قرآن میں ہے۔ بعض کا صراحۃً، بعض کا بیان اپنے نبیؐ کے ذمے لگایا۔ بعض کے بارے اُمّت کو حکم دیا کہ قرآن وسُنّت کی روشنی میں محنت و اِجتہاد کرکے مسئلہ کا حل خود نکالو۔ اگر اس مسئلہ کے حل میں سب کا اِتفاق ہے تو اجماع کہلاتا ہے ورنہ قیاس۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ محض کہنے والے بعض

(باقی اگلے صفحہ پر)

دی تھی۔ خلاصہ اس کا یہ تھا لَا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۔ دعوے مان لو،
عذاب سے ڈرو۔ دیکھا نوح علیہ السلام کی قوم (اسی دعوے کو نہ ماننے کی
۳ وجہ سے) غرق ہوگئی تھی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام شکورؔ ہونے کی وجہ

بدرِ ضیا: (ص ۶۵ سے آگے) حضرات آپ کو "عبد" کہنے سے منع کرتے ہیں کہ یہ گستاخانہ کلمہ ہے۔ پھر جب اہلِ حق یہ آیتِ کریمہ پیش کرتے ہیں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔ تو جواب میں کہتے ہیں کہ یہاں عَبْدُہٗ ہے عَبْدٌ نہیں ہے۔ صرف "عبد" کہا جائے تو اس کلمہ میں توہین ہے، "عبدہٗ" میں عظمت پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ علمِ معانی کے قاعدے کی رُو سے مضاف نے مضاف الیہ سے عظمت حاصل کرلی ہے۔ مگر یہ حضرات شاید وہ آیات بھول جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے بارے میں نازل فرمائیں جن میں نِعْمَ الْعَبْدُ (کیا اچھا بندہ) کہا گیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروںؑ کے بارے گستاخانہ کلمہ استعمال فرمایا ہے؟ پھر اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں تو العبد آیا ہے عبد نہیں ہے، تو اس کا یہ کہنا دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ چلو یونہی سہی لیکن اُن آیات کا کیا جواب دوگے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "عبد" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ (وہ تو نہیں مگر ایک بندہ)۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق تو اسی سورت بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۳ میں عَبْدًا شَکُوْرًا کا لفظ آیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ بہرحال "عبودیت" مخلوق میں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ اور یہ نام خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، اللہ تعالیٰ نے بھی اسی لیے عبدہٗ فرمایا ہے۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہذا) تم بھی تو اولادِ نوحؑ ہو، حضرت نوح علیہ السلام کی طرح شکور بنو، تو جیسے حضرت نوح علیہ السلام شکور بننے کی وجہ سے عذابِ الٰہی سے بچ گئے تھے تم بھی شکور بننے کی وجہ سے عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ناشکری کی وجہ سے ہلاک ہوگئی تھی تم بھی ناشکری کروگے تو ہلاک ہوجاؤ گے۔

سے سلامت رہے۔ بنی اسرائیل سے بھی پہلے وعدہ کیا تھا کہ نافرمانی
کروگے تو عذاب دوں گا۔ پھر (انھوں نے نافرمانی کی تو ہم نے) ان ۴
کو عذاب دے دیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ دیکھ لیا۔ اب
اللہ تعالیٰ کا شریک مت بناؤ۔ قرآن سیدھا راستہ بیان کرتا ہے۔ لیل ۹
و نہار (رات دن والی) دلیل عقلی دیکھو۔ مخالفین ہلاک کیے گئے۔ یہ ۱۷
دلیل نقلی ہے صداقتِ (قرآن) کی۔ اور تخویف کی وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ
الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ۔ خلاصہ یہ ہے کہ رب فرماتا ہے لَا تَعْبُدُوْٓا ۲۲
اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور خلقت کے ساتھ احسان کرو۔ ظلم مت کرو۔ وَرَبُّكَ ۳۱
اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ نبیوں کو خود اللہ پاک نے فضیلت ۵۵
دی۔ لیکن وہ معبود نہیں۔ جن نبیوں کو پکارتے ہو (ان کا اپنا حال یہ ۵۷
ہے کہ) جو ان میں سے اقرب ہیں، وہ بھی اعمالِ صالحہ کرتے ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور رحمت کی امید
رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ دیکھ لیا۔ (اب تو) توحید کو مانو
یعنی غیر اللہ کو غائبانہ مت پکارو۔ آگے (یعنی قبل ازیں) معجزے ۵۹
اس لیے نہیں بھیجے تھے کہ جب پہلی قوموں کے پاس معجزے آئے
تھے تو پھر بھی انھوں نے مخالفت کی آخر کار ان پر عذاب آگیا۔
(اسی طرح) شیطان ان کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ (اب) معجزہ دیکھ کر
بھی یہ ارادہ کرتے ہیں لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا۔ اچھا آپؐ (اب) اس قریہ ۷۶
(مکہ) سے چلے جاؤ۔ آپؐ کے چلے جانے کے بعد (ہم ان کو) عذاب
دے دیں گے۔ (چنانچہ) رؤساءِ کفارِ مکہ کو جنگِ بدر میں ملائکہ کے ہاتھ
سے قتل کرایا۔ حاصل یہ ہے کہ معجزہ دیکھ کر زیادہ مخالفت کی۔

بدرِ منیر: ؎ جب یہ بات ہے تو وہ نبیؐ تمھارے ضرر کو کس طرح دور کرسکتے ہیں۔ نیز باقی مخلوق خواہ کتنا ہی مقربِ خدا ہو نبیؐ سے نیچے ہی ہے۔

عذاب کا وعدہ ہوا۔ پھر عذاب دیا گیا۔ مُدعا یہ تھا کہ ایک اللہ تعالیٰ
۸۵ ہی کو پکارو۔(پھر یہ کفار) ماہیتِ رُوح پُوچھتے ہیں۔ صداقت آپ
کی اس کے بیان پر موقوف نہیں۔ آپ فرمادیں مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ
۱۰۱ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مُوسٰے علیہ السلام کو معجزے دیے گئے تھے۔ دیکن
۱۱۰ فرعونیوں نے مخالفت کی، غرق ہوگئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یَا اللّٰہ
یَا رَحْمٰن کہو، خاص اسی کو پکارو۔ حمد نعماء فوق الاسباب اسی کی کرو۔
سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ
وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

مُختصر ترین خلاصہ: (بنی اسرائیل) اس قحط والے معمولی عذاب کے بعد عظیم الشان معجزہ (معراج النبیؐ) دکھایا جارہا ہے، تاکہ مافوق العادات چیز کو دیکھ کر دعویٰ مان لیں، لیکن اگر اس کے بعد پھر بھی نہ مانیں تو قوم موسیٰ کی طرح ان کو ہلاک کردیا جائے گا۔

بد رہنما: ۱۔ صداقت کے لیے معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم والا معجزہ کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ قرآن مجید بھی تو معجزہ ہے کہ اس کی مثل "فی الاخبار عن المغیبات" غیب کی خبریں بتانے میں کوئی نہیں۔ اگر یہ بات نہیں مانتے تو اس جیسا کلام پیش کرو۔

فائدہ: آیت نمبر ۷۱: یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ میں "امام" سے کیا مراد ہے۔ تو اس بارے میں مفسرین نے دو قول کیے ہیں۔ (۱) حضرت مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے "امام" سے "نبی" مراد لیا ہے جیسے یا امۃ موسیٰ اور یا امۃ عیسیٰ کہا جاتا ہے (تفسیر حُسینی ص ۳۹۵) قرآن پاک میں بھی ایک مقام پر آتا ہے ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط۔ (ابن کثیر، قرطبی، ابن جریر)۔ (۲) حضرت عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ "امام" سے مراد "اعمال نامہ" ہے ای بکتاب اعمالھم۔ ابوالعالیہ، حسن اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ نیز ابوالبقاء نے بھی اپنی کلیات میں تحریر فرمایا ہے ای بکتابھم الذی فیہ اعمالھم علی قول الحسن اور بغوی نے بھی حضرت قتادہؒ کے حوالے سے یہی معنیٰ تحریر کیا اور دلیل میں آیت فمن

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتہا ۱۲ (۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (۶۹) کلماتہا ۱۵۷۷
آیاتہا ۱۱۰ حروفہا ۶۳۶۰

کُفار کے شبہات کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خلاصہ الکہف: ہر نعمت اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حمدوں کا ۱
لائق وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب بھیجی تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو ۴
اللہ تعالیٰ کے نائب اور بیٹے بناتے ہیں۔ اصحابِ کہف کو اس
لیے اُٹھایا (یعنی جگایا)، تھا تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ دو فرقوں میں سے
کس کو مدت ٹھہرنے کی یاد ہے۔ ان کا قصہ ہے کہ چند مَردوں ۱۲
نے کہا کہ اللہ کے سوا ہم کسی معبود کو نہ پکاریں گے۔ چلے گئے کہف ۱۴

بد رمُنیر: (ص ۶۸ سے آگے) اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ پیش کی۔ ابن کثیر میں ہے ویسمی الکتاب اماما کما قال عز وجل وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ یعنی ہم نے ان کے دفترِ اعمال میں لکھ دیا ہے تو یہاں کتاب و دفترِ اعمال کو امام کہا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں ولکن المراد ھٰھنا بالامام ھو کتاب الاعمال ولھٰذا قال تعالیٰ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ یعنی یہاں امام سے مراد نامۂ اعمال ہے بقرینہ فمن اوتی کتابہ بیمینہ کے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قال علیہ السلام یُدعیٰ احدھم فیُعطیٰ کتابہ بیمینہ یعنی يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ کی تفسیر میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ایک کو بلایا جائے گا اور اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا۔ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: "ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت (میدانِ محشر میں) بلاویں گے۔ (بیان القرآن) بعض نے اور بھی معنے کیے ہیں مگر قرآن پاک کے سیاق وسباق اور طرزِ تقریر و بیان سے یہی معنے موزوں ہیں۔

(دیکھو)، کی طرف فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ (ہم نے ان کے کانوں پر تھپکی دی)
۱۹ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ یعنی ان کو اٹھا لیا (جگا لیا) تاکہ
ایک دُوسرے سے سوال کریں اور ان کی لاعلمی اپنی ٹھہرنے کی مُدت
۲۱ ظاہر ہو جائے۔ لوگوں نے اصحابِ کہف کو شہید سمجھ کر معبود[1] بنا لیا
تھا۔ حق تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ ان کو اپنے ٹھہرنے کی مدت تو معلوم
۲۶ نہیں، پھر غیب کہاں جانتے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے غیبُ
السمٰوٰت والارض کو۔ وہی بصیر لکل شئٍ اور سمیع لکل شئٍ ہے،
نہیں کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز۔ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک
۵۰ نہیں کرتا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جنّات کو میں نے شریک نہیں بنایا۔
اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ اللہ تعالیٰ
۶۰ کے سوا غیب دان بھی کوئی نہیں۔ (دیکھو) موسیٰ علیہ السلام کو ان کاموں
۸۲ کی خبر نہ ہوئی جو خضر نے کیے۔ خضر نے فرمایا مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ۔
۸۳ ذوالقرنین کو مالکی فوق الاسباب نہیں دی گئی۔ ظاہری سامان دیئے تھے
۸۶ مغرب کی طرف دَلدل تھی، واپس لوٹا، اللہ تعالیٰ کے مُلک کی حد نہ
۹۰ پاسکا، مشرق کی طرف سے عاجز ہو کر لوٹا، شمال کی طرف یاجوج
۹۳ ماجوج کے لیے دیوار[2] بنائی، تاکہ لُوٹ مار نہ کریں۔ آیا کافر میرے

بدرِ مُنیر: [1] ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران میں لکھا ہے کہ آج کل لوگ (یعنی رسمی مسلمان) ان (اصحابِ کہف) کے نام پر روٹی پکاتے ہیں، اور بتعدادِ اصحابِ کہف فقراء کو کھلاتے ہیں اور ان سے جو بچ جائے تو کُتّوں کو کھلاتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ ایک کُتّا بھی تھا۔ افسوس صد افسوس (مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے) لوگوں کے عقل و فہم پر کہ ان کو متصرف بنا لیا۔

[2] بلغۃ الحیران ص ۲۰۵ میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ چین والی دیوار ہے، جو کہ ۱۲۰۰ کوس لمبی ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ نہیں۔ نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(باقی اگلے صفحہ پر)

بندوں کو مالک سمجھیں گے ؟ ایک اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور علم ۱۰۲
اللہ تعالیٰ کا اتنا وسیع ہے کہ سمندر کو اگر سیاہی بنائی جائے معلوماتِ ۱۰۹
رب کو لکھنے کے لیے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور معلومات ختم نہ ہوں گے
خلاصہ یہ کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ معبودِ برحق ایک ہے۔
رب کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔ یعنی غیر اللہ کی ۱۱۰
عبادت مت کرو۔

بلدِ رضیلو: (ص ۷۰ سے آگے) کہ مصنفین و مؤلفین نے اس سدِ یاجوج و ماجوج کی تعیین کے متعلق اپنے اپنے مقالات و خیالات جمع کیے ہیں اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے۔ لیکن قرآن و حدیث میں جو اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں (اس کا بانی مقبول بندہ جلیل القدر بادشاہ تھا۔ دیوار آہنی ہے۔ اس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں....) یہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے راتے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ اور حدیثوں کا انکار، یا نصوص کی تاویلاتِ بعیدہ خود دین کے خلاف ہے۔ (بیان القرآن ج ۶ ص ۱۳۵)

فائدہ: بلغۃ الحیران میں ہے کہ اس سورۂ کہف میں چار شبہات کا دفعیہ کیا گیا ہے۔ ایک اصحابِ کہف کے بارے شبہ تھا کہ وہ بغیر کھائے پیے ۳۰۹ سال سوئے رہے، یہ بڑا کمال ہے۔ لوگوں نے یہ خارقِ عادت امر دیکھ کر ان کو عالم الغیب اور متصرف سمجھ کر ان سے حاجت طلبی شروع کردی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ ان اصحابِ کہف کو اپنے سونے کی مُدت تو معلوم نہ تھی، پھر وہ دُوسری مخفی باتوں کے عالم اور متصرف کس طرح ہوں گے۔ نیز یہ بات ہے کہ ان کا بہت سونا یہ ان کا اپنا کمال نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی مدت سُلائے رکھا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے۔ (۲) دُوسرا شبہ جنات کے بارے تھا۔ فرمایا وہ تمہارے قدیم دشمن چلے آرہے ہیں۔ وہ راندۂ درگاہ ہیں۔ بھلا وہ عالم الغیب اور متصرف کیسے ہوسکتے ہیں۔ (۳) تیسرا شبہ رسولوں کے

مُختصر ترین خلاصہ: (الکہف) پھر اگر یہ کافر کہیں کہ ذرا ٹھہرو، ہمارے ذہن میں اور بھی کچھ شکوک ہیں، جو اولیاء اللہؒ، جنات اور شاہان و سلاطین کے بارے ہیں، تو اُن کے اِن شبہات کا تسلی بخش قرآنی جواب سُنا دو۔

رکوعاتها ٦	١٩	سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ	٤٤	کلماتها ٧٨٠
آیاتها ٩٨				حروفها ٣٧٨٠

تتمہ سُورت الکہفؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٧ زکریا علیہ السلام کو مایوسی کے وقت یحییٰ (علیہ السلام) عطا فرمایا
١٦ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ولد و نائب کوئی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ولد یا نائب ہوں، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا
٣٦ رب اور تمہارا رب ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ خاص اُسی کی بندگی کرو اُسی کو پکارو۔ (اپنے باپ کو حضرت) ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا
٤١ کہ میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان سب کو بھی چھوڑ دوں گا جن جن کو تم پکارتے ہو۔

بدرِ مُنیر: (ص ۱۷ سے آگے) بارے تھا۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضرؑ ہر دو اقراری ہیں کہ علم غیب خاصۂ خُدا ہے اور حضرت خضر سے جو خوارق ظاہر ہوئے ان کے بارے میں حضرت خضر خود اقراری ہیں کہ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ پھر یہ تصرف کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۴) چوتھا شبہ ذوالقرنین الملک الصالح کے بارے تھا۔ فرمایا کہ وہ تو مغرب و مشرق ہر طرف سے عاجز ہو گئے تھے۔ کچھ بھی نہایت تک نہ پہنچ سکا جب ایسی صورتِ حال ہے تو وہ کس طرح مالک و متصرف ہو سکتا ہے۔ ہاں ظاہری سامانِ دُنیوی اس کے پاس بہت کچھ تھے۔

۴۹ ۵۴ ۵۹ اسحاق، یعقوب، اسمٰعیل، ادریس، موسیٰ، ہارون (علیہم السلام)
۵۱ ۵۳ سب میرے آگے سجدہ کرتے تھے اور روتے تھے۔ کسی نے یہ نہیں
۶۴ کہا کہ ہم کو پکارو۔ ملائکہ کہتے ہیں کہ ہم بھی بلا حکم خدا پاک کے نیچے نہیں
۶۵ آسکتے۔ پس رب السمٰوٰت والارض خاص وہی ہے، اسی کی عبادت کرو
۸۱ اور کافروں نے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے معبود اس لیے بنائے ہیں
۸۲ تاکہ ان کے لیے سبب عزت کا ہوں گے۔ لیکن قیامت کے روز
یہی معبود ان کے مخالف ہوں گے۔

مختصر ترین خلاصہ: (مریم) اور ان کے علاوہ باقی ماندہ دیگر شبہات کے بھی قرآنی جوابات بتادو، جو ان کے ذہن میں انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء اللہ اور فرشتوں کے بارے ابھرتے ہیں۔ (یہ سورہ تتمہ ہے سورت کہف کا۔)

رکوعاتہا ۸	۲۰	سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ	۳۵	کلماتہا ۱۶۴۱
آیاتہا ۱۳۵				حروفہا ۵۲۴۲

تبلیغ توحید کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی طرح بہادری دکھاؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۵ خلاصہ یہ کہ رحمٰن نے تخت شاہی کسی کے حوالے نہیں کیا
۶ ۷ ہر چیز اسی کے ملک میں ہے۔ اگر کوئی اس کو پکارے تو وہ
۸ سن لیتا ہے۔ لائق عبادت کے اس کے سوا کوئی نہیں۔ سب
۹ اسماء الحسنیٰ اسی کے لیے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس دعویٰ کے لیے
کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ وَقَالَ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لائق عبادت

بدرِ منیر: ۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسے عظیم الشان بادشاہ کے احکام پہنچانے میں تکلیف آگئی تو کیا ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کر یہ سمجھایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی تو احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں تکالیف برداشت کی تھیں۔

۹۸ کے وہی ہے' اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اسی
۱۰۹ کی صفت ہے۔ قیامت کے دن کسی کی شفاعت کسی کو کام نہ
دے گی، مگر صرف اس کو جس کے بارے رحمٰن نے اذن دیا۔ يَعْلَمُ
۱۱۰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا۔ فَاصْبِرْ عَلَىٰ
۱۱۵ مَا يَقُولُونَ۔ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ (اے حبیب! آپ
۱۳۰ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ بھلانا) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوبِهَا۔

مختصر ترین خلاصہ: (طٰہٰ) شبہات کا کماحقہ جواب دینے کے بعد بھی مسئلہ توحید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جوانمردی کے ساتھ پھیلاؤ۔ تکالیف برداشت کرنی ہوں گی' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکالیف برداشت کیں' حضرت آدم علیہ السلام کی طرح عہد نہ بھول جانا۔

رکوعاتہا ۷	۲۱	سُورَةُ الْأَنبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ	۷۳	کلماتہا ۱۱۸۶
آیاتہا ۱۱۲				حروفہا ۴۸۹۰

میں نے تمام انبیاء کو اسی مسئلہ کی تبلیغ کا حکم دیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

۳ **خلاصہ** یہ کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئے ہیں
۴ اس وجہ سے کہ قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ الخ یعنی اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین و آسمان میں ہر ایک بات کو خاص میرا رب ہی جانتا ہے اور وہی ہے سب کچھ سننے جاننے والا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تفہیمات الٰہیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ لوگ پہلے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب سمجھتے تھے۔ پھر جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا سننے جاننے والا

۱۹ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، تب مخالف ہو گئے۔ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
۲۰ وَالْاَرْضِ۔ سب اس کے مملوک ہیں۔ رات دن اللہ کی پاکی بیان کرتے
۲۵ ہیں۔ سب رسولوں نے اللہ کی طرف سے یہی فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا
۲۶ فَاعْبُدُوْنِ۔ اللہ کا نائب کوئی نہیں۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ......
۲۸ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى۔ سب پیغمبرؑ ہم (اللہ تعالیٰ ہی) کو
۷۳ ۹۰ پکارتے تھے۔ ہمارے آگے عاجزی کرتے تھے۔ اس رسولؐ کے
۱۰۵ آنے کی پیش گوئی تورات اور انجیل میں ذکر کی گئی ہے۔ اس کے لیے
کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح مصنفہ (حضرت شیخ الاسلام امام)
ابن تیمیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) دیکھ لو۔

مختصر ترین خلاصہ: (الانبیاء) یہ وحی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نہیں آئی بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر یہی وحی آتی رہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا مشکل کشا اور بگڑی بنانے والا کارساز نہیں ہے۔ خود انبیاء کرام علیہم السلام پر مصائب آئے تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے رہے۔ لہٰذا تم بھی حاجات و مصائب میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا کرو۔

بلد رُشنلیو: آیت نمبر ۶۳ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا الخ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بت اپنے آپ سے تو ٹوٹ نہیں سکتے بلکہ کسی توڑنے والے نے ہی توڑا ہے، اور پھر یہ گرو گھنٹال جو ان سب سے بڑا ہے۔ انہی سے پوچھ لو اگر ان کے منہ میں زبان ہے۔ یہاں کوئی سوال کر سکتا ہے کہ سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ہی راستباز اور نبی تھے۔ مگر سورۃ الانبیاء کی مذکورہ آیت اور سورۂ صٰفّٰت کی آیت نمبر ۸۹ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ شاید اسی بات کو دیکھ کر بخاری کی روایت میں کچھ نازیبا الفاظ لکھے گئے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام واقعی راستباز تھے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں اور

بدرہنمتیر: (ص ۵۵ سے آگے) یہ دو آیتیں جن میں شبہ پڑتا ہے، یہ شبہ اصل مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے پڑتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مشرکین اپنے عید کے دن میلے پر جاتے تو وہاں محرمات کا ارتکاب کرتے تھے اور مشرکانہ پکاریں کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی اِن حرکتوں سے دُکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ عید آئی تو اُن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو میلے میں شرکت کی دعوت دی تو اس پر آپ نے فرمایا اِنِّیْ سَقِیْمٌ یعنی میں دُکھی ہوں۔ حضرتؑ نے یہ سمجھایا کہ تمہارے مشرکانہ اقوال و افعال سے میرا دل دُکھتا ہے کہ میری برادری کس دھندے میں پڑ رہی ہے۔ اور طرہ یہ کہ سمجھائیں بھی تو باز نہیں آتے۔ اور یہ بات بالکل صحیح اور سچی تھی۔ اس میں بال برابر بھی جھوٹ نہ تھا، مگر سننے والے بے وقوفوں نے سمجھا ہوگا کہ اچھا خاصا تندرست تو ہے' بس ویسے ہی ٹالنے کے لیے جھوٹ موٹ کہہ رہا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ حالانکہ انھوں نے اَنَا مَرِیْضٌ کا لفظ ہرگز استعمال نہیں فرمایا۔ پھر جب ان لوگوں کے میلے پر چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُت خانہ کو خالی دیکھا تو سب بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ پھر جب اُن لوگوں نے آکر بُت خانہ میں بتوں کی یہ گت بنی ہوئی دیکھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بُلایا اور ان سے پُوچھا کہ یہ بُت آپ نے تو نہیں توڑے، یہ کام آپ نے تو نہیں کیا؟ اس پر آپؑ نے فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ مطلب یہ تھا کہ تم جو پُوچھتے ہو کہ یہ کام آپ نے تو نہیں کیا؟ خُدا کے بندو! عقل سے کام لو' یہ بُت اپنے آپ سے یُوں ہی تو نہیں ٹوٹ سکتے بلکہ ان بُتوں کو کسی توڑنے والے ہی نے تو توڑا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کو کس نے توڑا ہے؟ تو یہ جو تمہارے حاجت روا، مشکل کُشا اور تمہاری بگڑی بنانے والے ہیں۔ یہ اگر تمہاری حاجت براری کر سکتے ہیں تو لازماً تمہاری یہ مشکل بھی حل کر سکیں گے۔ اور پھر یہ گرو گھنٹال' جو اِن سب سے بڑا ہے، انھی سے پُوچھ دیکھو' اگر یہ بات کر سکتے ہیں۔ پھر وہ مشرک سوچ بچار کے بعد کہنے لگے کہ واقعی ہم نے تو پھندا ہی بنا رکھا ہے۔ ابراہیمؑ کی بات تو دل کو لگتی ہے۔ واقعی جب یہ بے چارے بول

(باقی اگلے صفحہ پر)

بل فعلہ: (ص ۷۶ سے آگے) نہیں، اپنی نہیں بتا سکتے اور اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تو ہماری مرادیں کیسے پوری کر سکتے ہیں، اور ہماری بگڑی کیسے سنوار سکتے ہیں۔ مگر کسی لال بجھکڑ کی ہیرا پھیری کی باتیں سن کر پھر اوندھے ہوگئے اور ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا۔

اور یہ مفہوم بالکل واضح ہے بشرطیکہ لوگ "وقوف" کو ملحوظ رکھیں اور آج کل کے قاری وقفوں کا لحاظ نہیں کرتے اس طرح مفہوم بدل جاتا ہے۔ دراصل علماء تجوید نے بل فعلہ پر ق صلے لکھا ہے۔ "مدارک" میں لکھا ہے کہ کسائی نحوی اسی لیے بَلْ فَعَلَهٗ پر وقف کرتے اور ٹھہر جاتے تھے، اور کَبِيْرُهُمْ هٰذَا سے الگ بات شروع کرتے تھے۔ حضرت امام رازی نے بھی تفسیر میں یہی مفہوم لیا ہے اور فرمایا ہے کہ کَبِيْرُهُمْ هٰذَا کو فَعَلَهٗ کا فاعل نہ بناؤ۔ اور ہمارے پیرومرشد حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کچھ اسی انداز کی تقریر کر کے فرمایا کہ یہ کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس انداز پر بیان فرمایا تاکہ ان کا عجز ظاہر ہو جائے۔ اور بعض علماء فَعَلَهٗ پر وقف کرتے تھے جو مفہوم کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ نیز جنھوں نے وقف نہیں کیا ان کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نعوذ باللہ جھوٹ بولا تھا، بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طنز کے طور پر کی ہے کہ اگر کسی اور نے نہیں توڑا تو کیا ان کے اس بڑے نے ان کو توڑا ہے، اس میں اتنی طاقت ہے، بھلا انھی سے پوچھ دیکھو، اگر ان میں گویائی کی طاقت ہے، جب یہ اتنا بھی نہیں بتا سکتے تو تمھاری مشکلات کیونکر حل کر سکتے ہیں۔

بہرحال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں نہیں فرمایا کہ میں نے بت نہیں توڑے، بلکہ انھیں کو سوچنے پر مجبور کیا کہ سوچو اور پھر میرے مواعظ پر غور کرو کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں یا نہیں کہ یہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ تمھارا کیا کریں گے، جب اپنا کچھ نہیں کر سکتے۔ اپنے کو بچا نہیں سکتے، نہ بول سکتے ہیں تو تمھاری مشکلات کیسے حل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے اپنی بیوی سارا کو جب مصر کے ظالم بادشاہ سے بچنے کی خاطر سمجھا دیا تھا کہ دیکھو اس خطۂ ارض میں میرے اور تمھارے سوا کوئی بھی مسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۷۷ سے آگے) موحد نہیں ہے تو اسلامی برادری کے اعتبار سے ہم آپس میں بھائی بہن ہیں، اگر ظالم بادشاہ تجھے جبراً لے جا کر تجھ سے پوچھے کہ یہ مرد تمہارا کیا لگتا ہے تو آپ کہہ دینا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ تو یہ بھی درحقیقت سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی مومن سب بھائی بھائی ہیں۔ اب بخاری شریف ص ۴۷۳-۴۷۴ میں جو آیا ہے کہ لم یکذب ابراھیم یعنی حضرت ابراہیمؑ نے واقعی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ قرآن مجید میں دو مقام ایسے ہیں جہاں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے تین جھوٹ بولے۔ اس سوال کا جواب مستثنیٰ منقطع کی صورت میں دیا۔ اور اِلَّا بمعنی لٰکِنَّ ہے، اور مستثنیٰ منقطع مستثنیٰ منہ کی جنس سے خارج ہوتا ہے یعنی وہ جھوٹ کے قبیلے سے نہیں ہے۔ یعنی جن کو تم نے جھوٹ سمجھا ہے وہ درحقیقت جھوٹ نہیں ہے، گو بظاہر جھوٹ معلوم ہوتا ہے اور اس طرح کلام کرنے کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کو ملحوظ رکھنا تھا کہ ایسے مشرکوں کی مجالس میں شریک ہونا عظمتِ شانِ الٰہی کے خلاف ہے۔ پھر بُت توڑے بھی اسی لیے تھے تاکہ مشرکوں کو عبرت ہو اور عظمتِ شانِ الٰہی کے قائل ہو جائیں اور بتوں کی بے بسی کا اقرار کر لیں اور بیوی کو بہن بھی اسی لیے کہلایا تاکہ دشمنِ خدا کے ہاتھ موحد عورت تک رسائی نہ کر سکیں۔

فائدہ: آیت نمبر ۱۰۷: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا مطلب ہے کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے باعثِ رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ جس کی صورت یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں جن و انس کے لیے توحید کا اعلان کروایا اور سب کے لیے جنت کی راہ واضح کر دی، اس میں جن و انس، مسلم و کافر سب شامل ہیں۔ تو نبی کی بعثت سے حکمتِ الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اقوام عالم پر رحمت ہو۔ یعنی تمام اقوام مسئلۂ توحید مان لیں تو میری رحمت کے سائے میں آجائیں گے۔ اور اگر کوئی نہ آئے تو اُس کی بدقسمتی۔ تو رحمت کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ رحمۃً مفعول لہٗ ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتها ١٠	٢٢	سُورَةُ الحَجّ مَدَنِيَّةٌ	١٠٣	کلماتها ١٢٩١
آیاتها ٧٨				حروفها ٥٠٧٥

شرک اعتقادی وعملی حرام ۔ جو نہ مانے اُس سے جہاد کی اجازت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

١ خلاصہ : اے لوگو! عذابِ قیامت عظیم شے ہے ۔ بعضے لوگ
٣ توحید (کے بارے) میں جھگڑتے ہیں (تو وہ) لاعلم ہیں ۔ اے لوگو! اگر تم
٥ کو قیامت میں شک ہے تو اپنی پیدائش و زراعت کو دیکھو ۔ یہ
٦ سب اس لیے ہے تاکہ تم یقین کرلو کہ سب کچھ کرنے والا اللہ
٧ تعالیٰ ہے اور اس کا قیامت کو (برپا) کرنا برحق ہے ۔ بعض
١١ لوگ شک پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ اگر اس
کا کام ہوگیا، تو مطمئن ہوگیا ۔ اور اگر کوئی آزمائش آگئی ، اور
١٢ حاجت براری نہ ہوئی تو جدھر منہ آگیا اُدھر چلا گیا، اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ
١٣ کو پکارنے لگا جو نہ ضار ہے نہ نافع ہے ۔ پکارتا ہے اس کو کہ ضرر اس کے
پکارنے کا اقرب الی الفہم ہے نافع ہونے سے ۔ جس کا خیال یہ ہے کہ اللہ

بدرِ منیر : (ص ٧٨ سے آگے) جس پر "لام" حذف کرکے منصوب بنایا گیا اور حذف لام کے لیے شرط ہے کہ فاعل مفعول لہٗ اور فاعل فعل کا ایک ہی ہو ۔ اور اگر رحمۃً کو حال بنائیں تو مصدر کو اسم فاعل کے معنے میں کرنا ہوگا جو مجاز ہے اور جب معنی حقیقی بن سکتے ہوں تو مجازی معنے نہیں لیے جاسکتے جیسے احناف کا اصول ہے ۔ اس لیے حال بنانے کی بجائے مفعول لہٗ بنانا ہی درست ہے ۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ٢١٧ میں وضاحت فرمائی ہے کہ جس شخص کو ہم کہتے ہیں کہ اپنی حاجت روائی کے لیے صرف اللہ کو پکارو اور اس کہنے سے اس کو غصہ چڑھتا ہے اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے اللہ مدد نہ دیگا دنیا میں

باقی اگلے صفحہ پر

۱۵ تعالیٰ تو مدد نہیں کرتا اب غیر کو پکاروں، تو اس کو چاہیے کہ غیر کو پکارنے والوں کی طرف بھی نظر کرے اور غیر کو نہ پکارنے والے کی طرف بھی نظر کرے۔ پھر وہ سمجھ لے گا کہ واقعی سب کچھ فاعلِ حقیقی کے ہاتھ میں ہے۔ اور کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے،

۱۸ دیکھتا نہیں کہ ہر چیز اپنے قیام میں اللہ کے حکم سے قائم ہے بے شک بہت آدمی ہیں کہ غضب کی مہر ان پر لگ گئی ہے، وہ نہیں مانتے۔

۲۶ ابراہیم (علیہ السلام) کو بَیت (خانہ کعبہ) کی جگہ دِکھائی تھی،

۲۹ اور کہا تھا کہ نیازات اِلٰہیہ مانو۔ اور اس جگہ لاؤ۔ یہ قضاءِ حاجات

۳۰ کا سبب ہے۔ اِحرام کے وقت شکار مت کرو۔ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

بد رحمٰنیہ: (ص ۹۷ سے آگے) نہ آخرت میں، تو پھر اسے چاہیے کہ وہ آسمان کی طرف رسّی لمبی کرے، یعنی من دُونِ اللہ کو پکارنے والے کا حال دیکھے اور پھر قطع کرے یعنی نہ پکارنے والے کا حال بھی دیکھے اور پھر خیال کرے کہ من دُونِ اللہ کو پکارنے والے کی بھی تمام حاجتیں پوری تو نہیں ہوتیں۔ تو معلوم کرلے کہ واقعی غیر اللہ کے ہاتھ میں حاجت روائی نہیں ہے۔ اب ایسے غصے میں آنے والے کا یہ حیلہ دفع کرتا ہے یا نہ؟ **خلاصہ** یہ کہ رسّی دراز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ کو پکارنے کی پابندی نہ کرے۔ اور رسی قطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ سے حاجت روائی کی امید قطع کردینا۔ اس آیت سے یہ مطلب لینا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے پکارنے کی اجازت دی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ من دُون اللہ کو پکارنے والے اور من دُون اللہ کو نہ پکارنے والے، دونوں کے حالات دیکھو۔ تب اس کو یقین آئے گا یا نہ؟ کہ اسے من دون اللہ کے پکارنے میں فائدہ تو ہے نہیں، اس کو غصہ تو اسی بات پر چڑھتا تھا کہ من دُون اللہ کو پکارنے سے منع کیا جاتا ہے۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اشارہ فرما گئے ہیں کہ اَلْاَنْعَامُ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بحیرے سائبے نہ بناؤ۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ؎ بتوں کی نیازیں شرک ہیں اس سے بچو۔

بدرِمنیر: (ص ۸۰ سے آگے) میں الف لام عہد خارجی ہے اور مراد وہی معہود انعام ہیں جن کا ذِکر سُورۂ مائدہ پارہ سات' آیت نمبر ۱۰۲ میں ہے۔ یعنی وہ چوپائے تو حلال ہیں جن کا ذِکر سُورۂ مائدہ میں ہے۔ یعنی بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' حامی جن کو مشرک حرام سمجھتے تھے۔ بلغۃُ الحیران ص ۳۰ میں کہ درخت وغیرہ مقابرِ اولیاءِ کرام پر اس لیے چھوڑتے ہیں کہ اگر ان درختوں کو کاٹا جائے تو وہ (اولیاءِ کرام) ہم پر ناراض ہوجائیں گے اور دُکھ تکلیف اور ایذا پہنچائیں گے۔ یہ موجبِ کفر و شرک ہے۔ اور پھر ان کے نام پر صدقات دیتے ہیں، وہ محض اس لیے کہ اس طرح یہ ہم پر راضی ہوجائیں گے اور ہمیں مال اور اولاد عطا کریں گے۔ یہ بھی موجبِ کفر و شرک ہے۔ ان کا لینا اور کھانا ناجائز ہے۔ اور اگر اس نیت پر دے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ پیارے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ (میرے اس صدقہ دینے سے) مجھ پر راضی ہوکر میری حاجت پُوری کرے گا' تو یہ دینا مباح اور (بلکہ) موجبِ ثواب ہوگا۔ اور لینا بھی قطعًا جائز اور کھانا حلال طیّب ہے۔ اور نیازات غیراللہ کے بارے حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند صُورتیں بیان فرمائی ہیں:

- نیت غیراللہ کی ہو اور ذبح بھی غیراللہ کے نام پر کی جائے۔
- نیت اللہ تعالیٰ کی ہو لیکن ذبح کے وقت غیراللہ کا نام لیا جائے۔
- مالک کی نیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے مگر ذبح کرنے والے نے بوقت ذبح غیراللہ کا نام لے لیا۔
- نیت غیراللہ کی ہے مگر ذبح کے وقت عادۃً اللہ کا نام ذکر کردے۔ جیسا کہ آجکل لوگ کرتے ہیں۔

ان چاروں صُورتوں میں مذبوحہ حرام ہے اور ماسوا ان چار صورتوں کے حلال ہے۔
نیز فرمایا: مشرکینِ عرب اپنے طواغیت سے دو طرح کا معاملہ کرتے تھے۔

- ایک تو یہ معاملہ کرتے تھے کہ ان بُتوں کے تقرب کے لیے چار پائے چھوڑ دیا

(باقی اگلے صفحہ پر)

؎ اس صفحہ کا حاشیہ صفحہ ۸۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

بد رُمنیر: (ص ۸۱ سے آگے) کرتے تھے اور موجب (یعنی سبب) اس کا یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنے عباد پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ تم میرے بیت (مسجد حرام) کے گرداگرد نہ تو درخت کاٹو، نہ کسی جانور کو کسی قسم کا ایذا دو۔ اور ایسا ہی حاجیوں پر ایام حج میں خواہ حرم سے باہر ہی کیوں نہ ہو' کسی ذی رُوح کا قتل کرنا' بلکہ اس کی طرف ایذا کے واسطے اشارہ کرنا بھی حرام تھا۔ اس میں نکتہ یہ تھا کہ دیکھے اپنے پروردگار سے غائبانہ ڈر کر اور اللہ تعالیٰ کو متصرف جان کر ان احکام (یعنی عدم ایذا ذی رُوح) کو بجا لاتا ہے۔؟ تو مُشرکین نے حرم کعبہ پر قیاس کرکے یہی معاملہ اپنے طواغیت سے شروع کردیا۔ اور اپنے چوپلئے اس لیے بیکار چھوڑتے ہیں کہ ہمارے طواغیت ہم پر راضی ہوں اور ہماری حاجت روائی کریں۔ اور وہ لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ اگر ہم نے ان مواشی کو کسی قسم کا ایذا دیا تو ہمارے خُدا یعنی طواغیت ہم پر ناراض ہوجائیں گے اور بجائے نفع کے نقصان دیں گے' تو اس رسم بد کو توڑنے کا علاج اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا یعنی جو تم مِنْ دُوْنِ اللهِ کے نام پر چھوڑ دیتے ہو' یہ حرام نہیں ہیں۔ بلکہ حلال طیب ہیں' اس لیے ان کو کھاؤ۔

○ دُوسرا معاملہ یہ کیا کرتے تھے کہ ان طواغیت کے تقرب کے لیے اپنے مواشی ذبح کیا کرتے تھے۔ اس کا اصل مبداء یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فرمایا تھا کہ تم میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے میرے گھر (حرم شریف) میں آکر اپنے اچھے اچھے (اور چیدہ چیدہ) بے عیب مواشی (جو نہ لنگڑے ہوں' نہ اندھے کانے' نہ کان کٹے وغیرہ) غرض ہر عیب سے خالی ہوں' ذبح کرو۔ اور اگر یہاں (عند بیت اللہ المحرم) نہ ہوسکے تو اپنے ہاں ہی ذبیحہ کا رُخ میرے گھر کی طرف کرکے اور صرف میرا نام ہی پڑھ کر ذبح کرو۔ (جیساکہ آج کل ہر جگہ یہ قربانیاں ہوتی ہیں۔ خلافاً للنیاچرۃ والپرویزیۃ۔) تو مُشرکین نے یہاں بھی قیاس کرکے یہی معاملہ اپنے اٰلہۂ باطلہ سے شروع کیا کہ ان کا نام لے کر اور یہ سمجھ کر کہ ہمارے اٰلہہ ہمارے اس فعل پر خوش ہوں گے اور ہمارے

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۸۲ سے آگے) حاجت روائی کریں گے۔ یا بطور شفاعت کے اللہ تعالیٰ سے کروا دیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طریقۂ بد کو توڑنے کے لیے فرمایا اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ یعنی تم پر سب اشیاء حرام ہیں۔

(حاشیہ متعلق ص ۸۱) آیت نمبر ۳۰: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ مشہور لغوی ابن سیدہ نے المخصص ج ۱۳ ص ۱۰۲ میں لکھا ہے۔ الزور کل شی یتخذ ربا ویعبد۔ اصلاح المنطق ص ۱۲۴ و تہذیب اللغۃ ج ۱۳ ص ۲۳۸ میں ہے قال ابو عبیدۃ کل ما عبد من دون اللہ فھو زور و زون۔ تہذیب اللغۃ ج ۱۳ ص ۲۴۰ میں ہے والزور شہادۃ الباطل و قول الکذب۔ جوہری نے الصحاح ج ۲ ص ۶۷۲ میں لکھا ہے وھو کل شیٔ یتخذ ربا و یعبد من دون اللہ

ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے زور کے معنی نذر لغیر اللہ کے کیے ہیں۔ جس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی یہ آیت ہے: اَوْ فِسْقًا اهل لغير الله به ای قول فسق اُهلّ به لتعظیم غیر اللہ فکل شیٔ جعل لتعظیم غیر اللہ فھو حرام بسبب هذه اللفظة ای قول فسق وھو قول الزور وھو قول الشرک وبه فسّر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنه فی اول سورۃ المؤمنون فمعنی اجتنبوا قول الزور اجتنبوا من هذا القول الذی بسببه حرم النذور والمراد الجعل لغیر اللہ سواء کان انعامًا او غیرہ من اللبن والحلوان والسمن والسکة والزلابیة وغیرها۔ یعنی فسق کی بات جس کی غیر اللہ کی تعظیم کے لیے تشہیر کی جائے، تو ہر ایسی چیز جو غیر اللہ کی تعظیم کے لیے کی جائے، وہ اسی فاسقانہ یعنی مشرکانہ لفظ کی وجہ سے حرام ہے۔ یعنی قولِ فسق جو قولِ زور ہے اور وہ قولِ شرک ہے۔ سورۂ مومنون کے شروع میں خود حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کی یہی تفسیر کی ہے، تو اب اجتنبوا قول الزور کے معنی ہوئے کہ اس بات سے بچو جس کی وجہ سے نذریں حرام ہو جاتی ہیں۔ اور غیر اللہ کے لیے کرنے کا مطلب یہی ہے خواہ وہ نذر کردہ چیز چوپائے ہوں یا کوئی اور مثلاً دودھ، شیرینی، گھی، مکھن، جلیبی وغیرہ۔

۳۹	اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا[۱]...... جو نبی[۲] آتا تھا، اور لوگوں
۵۲	پر وحی کو پڑھتا تھا، شیطان اس کے کلام پر لوگوں کے دلوں میں شبہے ڈالتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو محکم فرماتا تھا اور شیطان کے وسواس کو دُور کرتا تھا۔

بدرِ منیر: [۱] اصل منقول عنہ میں کاتب سے کچھ تقدیم و تاخیر اور حذف واقع ہوا ہے میں نے اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا پہلے لکھوایا ہے۔ پھر حاشیہ میں ترک شدہ مضمون "بلغۃ الحیران" سے اخذ کرکے ذیل میں لکھوایا جارہا ہے۔ اس کے بعد تسلسل قائم ہے۔

[۲] بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا متعلق ہے اُذِنَ کے ساتھ۔ اور اَنۡ یُّقَاتِلُوۡا نائب فاعل محذوف ہے۔ یعنی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے، ان کو جن پر اب تک ہر طرح کے ظلم و ستم ہوتے رہے اور وہ میرے حکم کے مطابق صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اب پہلی بار ان کو بھی جواب دینے کی اجازت مل رہی ہے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو مدد دے گا۔ یہ آیت احکام قتال و جہاد میں اوّلین آیت ہے۔ اور یہ آیت ہجرتِ نبوی سے کچھ ہی بعد نازل ہوئی۔

[۳] یاد رہے کہ اس مقام پر اصل تقریر وہی ہے جو ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمائی ہے اور بعض مفسرین نے جو اس مقام پر ایک قصہ لکھا ہے، وہ غلط ہے۔ اور وہ قصہ یہ ہے: "جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی (الآیۃ) پڑھا تو شیطان نے آپؐ کی زبان سے یہ کلمات نکلوائے تِلۡكَ الۡغَرَانِیۡقُ الۡعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرۡتَجٰی۔ یہ سن کر کفارِ مکہ خوش ہوگئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آج ہمارے معبودوں کو شفیع مان لیا ہے۔" انتہیٰ یہ قصہ غلط ہے۔ اور اگر بالفرض والمحال ان باتوں کو تسلیم بھی کرلیں تب بھی یہ مشرکانہ الفاظ ابلیس شیطان کی زبان سے تو نکل سکتے ہیں، مگر معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے ایسے مشرکانہ الفاظ قطعاً ادا نہیں ہوسکتے۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۵ میں ہے: روی عن محمد بن اسحاق بن خزیمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ سئل عن ھذہ القصۃ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۸۴ سے آگے) فقال هذا وضع من الزنادقة. وصنف فيه كتابا یعنی محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے روایت ہے کہ ان سے اس قصّہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قصّہ زندیقوں کا وضع کردہ ہے اور انھوں نے اس بارے میں ایک کتاب بھی تحریر فرمائی ہے۔ ایک جگہ تحریر فرمایا: اما اهل التحقيق فقالوا هذا الرواية باطلة. یعنی اہلِ تحقیق تو کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ تفسیر ابوالسعود ج ۶ ص ۲۵۶ میں ہے: وهو المردود عند المحققين یعنی محققین کے نزدیک یہ سارا قصّہ ہی مردود ہے۔ تفسیر خازن ج ۵ ص ۲۳ میں ہے: انه لم يروها احد من اهل الصحة ولا اسندها ثقة بسند صحيح اوسليم متصل. یعنی کسی اہلِ صحت نے اسے روایت نہیں کیا اور نہ ہی کسی ثقہ نے اس کی سند بیان کی، جو صحیح و سالم متصل ہو۔ البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۳ میں وقال الامام ابوبكر احمد بن الحسين البيهقي رحمه الله تعالى هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل حضرت امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نقل کی رو سے یہ قصّہ ثابت نہیں ہے۔ تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۸۰ میں ہے: ليس منها شيء يصح یعنی اس قصّہ میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۰۵ میں حضرت ابوبکر رازی جصاص رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: وانكر بعض العلماء ذلك یعنی علماء نے اس قصّہ کا سرے سے انکار کیا ہے۔ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: فاما الغلط في قراءة تلك الغرانيق فانه غير جائز وقوعه من النبي صلى الله عليه وسلم یعنی "تلک الغرانیق" کے الفاظ قراءۃ قرآن میں غلطی سے پڑھنے کا وقوعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وقد طعن فيها غير واحد من الائمة حتى قال ابن اسحاق (اى ابن خزيمة) وقد سئل عنها هي من وضع الزنادقة. یعنی بہت سے ائمہ نے اس میں طعن کیا ہے حتیٰ کہ ابن اسحاق بن خزیمہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ زندیقوں کا وضع کردہ ہے اور پھر امام قسطلانیؒ نے حضرت امام بیہقیؒ کا قول نقل فرمایا: وقال البيهقي غير ثابتة

(باقی اگلے صفحہ پر)

بذرِ منیر: (ص ۸۵ سے آگے) نقلاً ورواتها مطعونون یعنی حضرت امام بیہقی رحؒ نے فرمایا کہ نقلاً اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کے سب راوی مطعون ہیں۔ پھر انھوں نے حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا واطنب القاضی عیاض فی الشفاء فی توھین اصلها. فشفیٰ وکفیٰ یعنی قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب "الشفاء" میں اس قصہ کی اصلیت کو کمزور کرنے میں بڑی لمبی چوڑی بحث کی، جس سے دل کو شفا حاصل ہوئی اور انھوں نے کافی بحث کی۔ نیز حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری ج ۹ میں تحریر فرمایا قلت الذی ذکرہ هو اللائق بجلالة قدر النبی صلی الله علیه وسلم فانه قد قامت الحجة واجتمعت الامة علی عصمته علیه الصلوٰة والسلام ونزاهته علیه الصلوٰة والسلام عن مثل هذه الرذیلة. وحاشا عن ان یجری علی قلبه اولسانه شی من ذٰلك لا عمدًا ولا سهوًا او یکون للشیطان علیه سبیل او یتقوّل علی الله عزوجل لا عمدًا ولا سهوًا. والنظر والعرف ایضا یستحیلان ذٰلك. ولو وقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذٰلك. ولاکان یخفیٰ علی من کان بحضرته من المسلمین. یعنی میں کہتا ہوں کہ (علامہ عینی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ تعالیٰ) نے جو ذکر فرمایا ہے، یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلالتِ شانِ اقدس کے لائق ہے کیونکہ دلائل قائم ہیں، اس قسم کے رذیل قصہ سے نزاہت اور عصمت پر امت کا اجماع ہے اور پناہ بخدا کہ اس قسم کی بات آپ کے دلِ مبارک میں یا زبانِ مبارک پر آئے عمدًا یا سہوًا یا آپ کے خیال پر شیطان کا راہ گزر ہو یا وہ خود اپنے پاس سے اللہ تعالیٰ پر عمدًا یا سہوًا بات گھڑ کر بیان کریں۔ اور نقل و عرف بھی اس کو محال سمجھتے ہیں۔ اور اگر ایسا کوئی واقعہ ہوتا تو بہتیرے مسلمان مُرتد ہو گئے ہوتے۔ مگر ایسی کوئی بات کہیں منقول نہیں اور حاضر مسلمانوں پر یہ واقعہ مخفی نہ ہوتا۔ مفسر ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: قد ذکر کثیر من المفسرین ههنا قصة الغرانیق وما کان من رجوع کثیر من المهاجرة الی ارض الحبشة ظنا منهم ان

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِمنیر: (ص ۸٦ سے آگے) مشرکی قریش قد اسلموا ولٰکنھا من طرق کلھا مرسلۃ ولم ارھا مسندۃ من وجہ صحیح. یعنی غرانیق کا قصّہ بہت سے مُفسّرین نے اس مقام پر ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے بہت سے لوگوں کے مکّہ واپس چلے آنے کا سبب یہی تھا' وہ سمجھے تھے کہ مشرکینِ قریش مسلمان ہوگئے ہیں۔ لیکن اس کی تمام سندیں مرسل ہیں اور میں نے کسی صحیح سند کے اس قصّہ کو مسند نہیں پایا۔ نیز فتح البیان میں ہے: ولم یصح شی من ھٰذا ولا یثبت بوجہ من الوجوہ ومع عدم صحتہ بل بطلانہ فقد دفعہ المحققون بکتاب اللہ سبحانہ. وکذا فی السراج المنیر. یعنی اس میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں اور نہ کسی سند سے ثابت ہے۔ اور باوجودیکہ یہ قصّہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے، محقق علماء نے اس قصّہ کو قرآن پاک کے ذریعے رد کیا ہے۔ سراج المنیر میں بھی اسی طرح لکھا ہُوا ہے۔ ان تمام عبارات سے معلوم ہُوا کہ یہ قصّہ دراصل ہے ہی غلط اور من گھڑت۔ نیز اس کا راوی کلبیؔ ہے جو متروک الحدیث اور کذّاب ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رائے اس قصّہ کے متعلق جیسے بھی ہے فتح الباری میں اتنا تو تسلیم کرلیا ہے کہ اس روایت کے کل طرق مرسل ومنقطع ہیں اور ناقدین کی جرح و تنقید کو بھی تسلیم کیا ہے، البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ تعددِ طرق اس پر دال ہیں کہ اس قصّہ کا کچھ حصّہ اصل ہے۔ نیز ابن حجرؒ نے تمنی و امنیہ کے معنے "آرزو" کے نہیں کیے جو اس کے تین معنوں میں سے ایک معنی ہے۔ جیساکہ حضرت امام النحو ابوالعباس ثعلب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجالسِ ثعلب ج ۲ ص ۵۰۷ میں تحریر فرمایا ہے: التمنی التلاوۃ واختراع الحدیث والتمنی من المنیٰ یعنی "تمنّی" کے معنی ہیں پڑھنا، بات گھڑنا اور۔ "تمنّے" منّی سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے، جس کے معنی ہیں "آرزو"۔ پھر "تاج المصادر" میں بھی اسی طرح ہے۔ اور تمنّی بمعنی پڑھنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شعر میں بھی آیا ہے۔ جوکہ انھوں نے امیرالمؤمنین سیّدنا حضرت عثمان ذوالنورین

بد ومضایں: (ص ۸۷ سے آگے) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے موقع پر مرثیہ میں پڑھا ہے

تمنّٰی کتاب اللہ اول لیلۃ واٰخرھا لاقی حمام المقادر

یعنی رات کے اوّل اور آخری حصّہ میں مقدر شدہ موت کی ملاقات تک اللہ کی کتاب پڑھتا رہا اسی طرح حافظ صاحبؒ نے بھی قراءۃ کے معنی لیے ہیں، یعنی جب کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ الٰہی 'سنایا' تو شیطان اس تلاوت میں کچھ (شبہات) ڈال دیتا ہے' تو خدا پاک اس القاء شیطانی کو دُور کردیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کا یہ کہنا کہ "اس کا کچھ اصل معلوم ہوتا ہے": بغیر دلیل کے مُسلّم نہیں ہے۔ جبکہ وہ خود اس بات کو تسلیم کرچکے ہیں کہ اس روایت کے سب طرق مرسل وضعیف ہیں، پھر اس قصّہ کی اصلیت صرف اسی قدر ہے جو صحیح بخاری میں ہے اور بس۔ اسی کو امام رازی نے صحیح مانا ہے اور باقی کو الحاقی و موضوع کہا ہے۔ حضرت شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پیر حضرت شیخ عبد العزیز دباغ نے اس روایت پر طویل بحث کرکے فرمایا ہے کہ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی تصحیح کرکے اصول کو منہدم کیا ہے کہ مرسل حدیث بعض کے نزدیک حجت ہے جبکہ یہ اصول فروعات میں تو درست تسلیم کیا جاتا ہے مگر عقائد میں یہ اصول ہرگز نہیں ہے۔ عقائد میں تو خبر واحد صحیح بھی حجت نہیں ہوتی۔ دیکھو الابریز ص ۱۴۳ و ۱۴۴۔ صحیح مطلب آیت کا وہی ہے جو ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ یعنی لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے زعم باطل میں ناکام ساعی ہیں' وہ دوزخی ہیں۔ اور اے محبوبِ من! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے پہلے جو رسول اور نبی (علیہم السلام) ہم نے بھیجا ہے اس نے جب بھی کوئی بات کی یعنی مسئلہ ربانی بیان کیا تو فوراً شیطان نے اس بات (یعنی وحی و مسئلہ ربانی) میں کوئی نہ کوئی شبہ القاء کردیا تو منکروں کے دلوں میں اس (وحی) کی نسبت وہی وسوسہ اور شک ہی گردش کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شیطانی القاء و وسوسہ کا ازالہ فرما دیتا ہے۔ پھر اپنی آیتوں اور حکموں کو محکم فرما دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کے علم والا اور ہر طرح کی حکمت والا ہے۔ اس

بدرِ منیر: (ص ۸۸ سے آگے) القاءِ شیطانی اور وسوسہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے دل قبولِ حق سے سخت ہیں، وہ تو فتنے اور شبہات میں پڑجاتے ہیں، اور واقعی ظالم تو بڑی ضد اور مخالفت میں دُور نکلے ہوئے ہیں۔ اور دیگر انجام یہ ہوتا ہے کہ جو علم دیے گئے ہیں ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم (قرآن مجید) تیرے رب کی طرف سے برحق ہے۔ پس وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے دِل اس (قرآنی تعلیم کے عجائبات) کے لیے جھک پڑتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں یعنی درست اِعتقاد والوں کو سیدھی راہ (یعنی صحیح مراد) دکھا اور سجھا دیا کرتا ہے اور منکر لوگ تو ہمیشہ اس (کلامِ الٰہی) سے شک ہی میں رہیں گے، یہاں تک کہ یکایک اُن پر قیامت آجائے یا اُن کو ناکام و نامراد رکھنے والے دِن کا عذاب آپکڑے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ تعلیم آسمانی میں غور کرنے والے دو فریقوں کی نیت اور انجام کا بیان فرماتا ہے کہ ایک فریق تو تعلیمِ نبیؐ کو بنظرِ اعتراض دیکھتا ہے کہ اس میں غلطیاں چھانٹ کر پست اور مزدور و بودہ کردیں۔ ان کے دل سخت اور مخالفت میں دُور نکل جاتے ہیں۔ اس خبثِ باطنی کے سبب تعلیمِ حقانی کی نسبت کئی شبہات سوچتے رہتے ہیں۔ دُوسرا فریق تعلیمِ نبیؐ کو طلبِ ہدایت و زیادتیٔ علم کے لیے پڑھتے اور سوچتے ہیں۔ سو ان کو ان کی نیت کے مُطابق علم و دانائی اور صفائیٔ باطن کے ساتھ ہدایت اور ایمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے اور ان کے دِل تعلیمِ ربانی کی کوشش سے جُھک پڑتے ہیں۔ ان کو وہ شبہات ہرگز پیش نہیں آتے جو پہلے فریق کو تعصب اور ضد کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ اِسی طرح کا مضمون ان آیات میں بھی بیان ہے: وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ...... اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (سبا: ۷، ۸) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا (محمد: ۱۶) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً ...... اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (بقرہ: ۲۶) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۸۹ سے آگے) مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ..... ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (الحج : ۷۳) نیز سورۂ حج کی زیرِ بحث آیت نمبر ۵۲ کی بابت جو یہ غلط قصہ مشہور ہے اور ہم نے اس کے غلط ہونے پر بڑے بڑے جید علماء کرام کے ارشاد نقل کیے ہیں' اس قصہ کو پادری صاحبان بڑا اُچھالتے ہیں۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی کہا ہے کہ انبیاء کرام کبھی نفسانی خواہش سے بھی حکم کرکے اسے وحی الٰہی قرار دے لیتے ہیں۔ یا القاء شیطانی کو بھی وحیِ الٰہی سمجھ لیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ ولعنۃ اللہ علیٰ قائلہ۔ دیکھیے "نُورالحق"۔ مگر یہ صریح بہتان اور غلط ہے۔ خُدا تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ ایسے شخص کو رسول بنائے جو اس کی وحی اور شیطانی القاء اور نفسانی خواہش میں تمیز نہ کرسکے۔ اور یا رسول کو وحی پہنچانے کے متعلق خُدا تعالیٰ وحی کی حفاظت نہ کرسکے۔ یا پھر وہ ایسے شخص کو رسول چُنے جو اس کی وحی میں اپنی خواہش کو ملائے اور اسے حکمِ الٰہی قرار دے کر لوگوں کو دھوکہ دے۔ اور قرآن مجید میں ان سب احتمالات کی تردید مُصَرّح ہے قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اس آیتِ کریمہ میں کہا کہ منصبِ رسالت کسی کی خواہش سے نہیں ملتا' بلکہ اللہ تعالیٰ محلِ رسالت کو خوب جانتا ہے اور محل اور غیر محل کے مابین امتیاز کرنا علم و حکمت کا تقاضا ہے: اور جب اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ایک شخص کے متعلق یقین ہے کہ وہ رسول اللہ ہے۔ تو یہ وہم کس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ رسول کچھ باتیں اپنی طرف سے کہ کر انھیں اللہ تعالیٰ کا حکم بتائے' یا خواہشِ نفسانی کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دے۔ اگر یہ وہم جائز ہو تو اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت اور اس کے انتخاب میں نقص لازم آتا ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی کی دخلِ شیطانی سے حفاظت کے بارے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ..... رَصَدًا اور پھر اس کی علت بتائی لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ کہ تاکہ اللہ تعالیٰ کے جملہ پیغامات بلا کم و کاست پہنچاسکیں۔ نیز فرمایا: وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ جملہ حالاتِ رسل ہمارے علم میں ہیں۔ جس کا رجوع بھی

(باقی اگلے صفحہ پر)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ - اے لوگو! یہ بات سُن لو، ۷۳
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو، وہ تو مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔
بے شک اللہ کے فرشتے برگزیدہ ہیں اور آدمیوں میں پیغمبر بھی برگزیدہ ۷۵
ہیں، لیکن سمیع و بصیر خاص ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ سب کام اللہ تعالیٰ
کے ہاتھ میں ہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (الخ) ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تمہارے اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خصوصاً حج بیت اللہ کے موقع پر یہی اعلان فرمایا تھا کہ غیر اللہ کی پکار بھی شرک ہے اور غیر اللہ کی نذر بھی شرک ہے۔ نیز یہ اعلان بھی فرمایا حلال چیز مخلوق کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتی اور حرام چیز مخلوق کے حلال کرنے سے حرام نہیں ہوتی۔

بدرِ مُنیر: (ص ۹۰ سے آگے) پہلی آیت کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے محل کو خوب جانتا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نبی بناتا ہے جس کی نسبت اسے علم ہو کہ وہ خائن نہیں، اور نہ اپنی طرف سے کچھ ملائے گا۔ ثابت ہو گیا کہ پیغمبر امین ہوتا ہے، وہ نہ تو اس میں کمی کر سکتا ہے اور نہ ہی زیادتی۔ ورنہ شریعت کی صداقت اور اس کے بتمامہٖ من جانب اللہ ہونے میں یقین نہیں رہتا۔ نیز ایسا کرنے سے مفتری بنتا ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ اور نظیر نہیں ملتی کہ کسی نبیؑ نے کوئی شرعی حکم بتا کر اپنی رائے سے اس کے من جانب اللہ ہونے کی شہادت دی ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے باطل قرار دیا ہو۔ پس رسول جو من عند اللہ تعالیٰ لوگوں کو احکام الٰہی پہنچاتا ہے اس میں اس کی اپنی خواہش نفسانی و القاءِ شیطانی کو ہرگز دخل نہیں ہوتا۔ اور یہ کہنا کہ "کبھی نبی کی خواہش نفسانی کے نسخ کا معاملہ حق تعالیٰ صاحب ذوقِ سلیم پر چھوڑ دیتا ہے۔" یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح تو شریعت سے امان اُٹھ جاتا ہے اور شریعت کی حفاظت ختم ہو گئی۔ کہ ہر شخص جس کا جی چاہے اپنی بات کو ذوقِ سلیم قرار دے کر اپنی من مانی کرتا

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتها ۶	۲۳	سورة المؤمنون مكية	۷۴	كلماتها ۱۸۴۰
آياتها ۱۱۸				حروفها ۴۸۰۲

شرک کے علاوہ مشرکین کے اعمالِ بد اور بھی ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۲ فلاح پا گئے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا
۳ مانگتے ہیں۔ لغویات سے اعراض کرتے ہیں یعنی غیر اللہ کو نہیں پکارتے
۴ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ اور غیر اللہ کی نیاز نہیں دیتے۔
۱۲ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ دیکھو کارساز (اللہ تعالیٰ کے سوا) اور کوئی
۲۳ نہیں۔ سب نبیوں نے یہی کہا تھا کہ غیر اللہ کی بندگی نہ کرو۔
۵۱ نیز ہم نے سب نبیوں کو کہا تھا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ تحریم خودساختہ
مت کرو۔ نیازاتِ الٰہیہ دو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
۵۷ مُشْفِقُوْنَ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے

بلد رہنما: (ص ۹۱ سے آگے) پھرے۔ نیز اس سے لازم آتا ہے کہ امتی جسے متبع نبی ہونے سے نورانیت حاصل ہوگئی ہے، سلامتی ذوق و القائے شیطانی کی شناخت میں نبی سے فائق ہوجائے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح انتخابِ خداوندی میں نقص لازم آتا ہے کہ اہل کو چھوڑ کر نااہل کو منتخب کیا، اور اہل کو منصبِ رسالت سے محروم رکھا۔

۱ (حاشیہ صفحہ ہذا) عَنِ اللَّغْوِ ای الشرك۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لغو کے معنے شرک کیے ہیں۔ دیکھیے تفسیر خازن۔

۲ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ سے مراد تجنب عن رجس الاوثان (یعنی بتوں کی نجاست سے بچنا) دیکھیے جامع البیان۔ ہمارے پیر و مرشد قدس اللہ سرہٗ نے اس سے مراد نذر غیر اللہ کی لی ہے کہ اس کا ذکر شرک کے بعد اہم تھا۔

اور نیک کام کرتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں یہی مسارعت	۶۱
الی الخیرات ہے۔ لوگ اس نعمت سے غافل ہیں۔ وَلَهُمْ أَعْمَالٌ	۶۳
مِّن دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ نئے نئے اعمال نکالتے ہیں۔	

بد رسومات: من جملہ ان کے یہ کام تھے: لات، عزیٰ، منات کی تعظیم خانہ کعبہ کی طرح کرتے تھے اور ان کا طواف کرتے تھے، ان کی خدمت میں ہدایا لاتے تھے اور ان کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ اور ان کے لیے سدنہ یعنی خادم مقرر کرتے تھے۔ پھر بت کو ہار بھی پہناتے تھے اور شتر مرغ کے انڈوں کا چڑھاوا چڑھاتے اور اس کے لیے قربانی بھی کیا کرتے تھے۔ درخت پر عمدہ عمدہ کپڑے اور عورتوں کے زیور بطورِ تعظیم لٹکاتے۔ سخی لوگ غریبوں اور یتیموں کی امداد کے لیے جُوا کھیلتے تھے۔ دف، ستار، دوتارے وغیرہ باجے بجاتے، رجز گاتے اور راگنی میں شعر پڑھتے۔ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد سیدھے راستہ سے اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتے، بلکہ عقبی دیوار میں نقب لگا کر گھر میں داخل ہوتے یا سیڑھی وغیرہ لگا کر چھت پر چڑھ جاتے اور چھت پھاڑ کر اندر داخل ہوتے تھے۔ حج یا عمرہ کے موقع پر تلبیہ پڑھتے وقت اس طرح کہتے لبيك اللهم لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك۔ طواف قدوم حمس کے کپڑوں میں کرتے اگر حمس کے کپڑے دستیاب نہ ہوں تو ننگے ہی طواف کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح ہم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت ننگے تھے اسی طرح ننگے ہی خدا کے گھر کا طواف بھی کرتے ہیں۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی ننگی ہی طواف کرتی تھیں بس صرف شرم گاہ کو کسی دھجی وغیرہ سے ڈھانپ لیتیں، باقی جسم کی پرواہ نہ کرتیں اور کہتیں

اليوم يبدو بعضه او كله ؛ وما بدا منه فلا احله

یعنی آج کے دن میرا تمام جسم یا جسم کا کچھ حصہ کھل جائے تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں لیکن جو حصہ اس (شرمگاہ) کا کھل جائے میں اس کا دیکھنا کسی کے لیے حلال نہیں کرتی طواف کرتے وقت تالیاں بجانا اور پرندوں کی طرح منہ سے آوازیں نکالنے کو احرام کا حصہ سمجھتے تھے۔ حج مُتعت بھی تھا کہ جب تک ارکان حج سے فارغ نہ ہولیں،

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۹۳ سے آگے) اس وقت تک کسی سے بات چیت نہ کرتے ۔ اشہر حرم کو معظم تو سمجھتے تھے مگر بعض اوقات ان مہینوں کو مہینوں سے بدل لیتے مثلاً محرم کا نام صفر رکھ لیتے اور اس میں دشمن سے لڑنا جائز سمجھتے ۔ وہ لوگ معتکف بھی ہوتے مگر اعتکاف کی حالت میں کسی سے کلام نہ کرتے تھے ۔ یہودیوں کے دیکھی حائضہ کے ساتھ نہ کھاتے نہ پیتے ، اور حائضہ کا برتن بھی الگ کر دیتے تھے اس سے بھی آگے خود اس گھر میں بھی رہنا پسند نہ کرتے تھے جس میں حائضہ موجود ہو اور اس عمل کو کمالِ نظافت و طہارت سمجھتے تھے ۔ ان کے ہاں ایک عید ایسی تھی جس میں ملاقات کے وقت سلام کے ساتھ پھول نذر کرتے تھے اور اس عید کا نام "یوم السباسب" تھا ۔ عورتوں سے خلاف وضع فطری کارروائی کرتے تھے ۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے اور بتوں کے نام پر اولاد کو قتل کر دیتے تھے ۔ بتوں کے سامنے سجدہ بھی کرتے اور نہایت تعظیم کے ساتھ ان کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ بھی لیتے تھے ۔ ان پر دودھ ، مکھن اور ہر قسم کی نیاز چڑھاتے ، اپنے مویشیوں کا پہلا بچہ بطور نذر کے بتوں پر چڑھاتے ۔ کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشیوں کے منافع میں سے ایک حصہ خدا تعالیٰ کے نام کا اور ایک حصہ بتوں کے نام کا الگ نکالتے ۔ اگر کسی وجہ سے بتوں کا حصہ ضائع ہو جاتا تو خدا تعالیٰ کے حصے میں سے اس کو پورا کر دیتے اور اگر خدا تعالیٰ کا حصہ کسی طرح ضائع ہو جاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے ۔ بتوں کی تعظیم کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ حائضہ عورتیں نہ بتوں کے قریب جاتی تھیں اور نہ ان کو ہاتھ لگاتی تھیں بلکہ علیحدہ ایک جانب ان کے سامنے کھڑی ہو کر ان کی تعظیم بجا لاتیں ۔ بتوں کے نام کے جانور بحیرہ ، سائبہ ، وصیلہ اور حامی کو معزز سمجھتے تھے ۔ سود خوری کو جائز قرار دیتے تھے ۔ شراب پینے کو برا نہیں سمجھتے ۔ اس کے علاوہ بدن کو گودنا ، چہرہ کو گودنا عورتوں کا اپنے سر پر دوسروں کے بال لگا کر تصنع کرنا ۔ ان کے ہاں جوا کھیلنا قابلِ افتخار سمجھا جاتا تھا ، جس سے حاصل ہونے والے منافع کو فلاحی کاموں پر صرف کرتے تھے ۔ دورِ جاہلیت میں جب کوئی مرجاتا تو اس کی خبر مشتہر کی جاتی ، میت کو ٹھنڈے پانی

(باقی اگلے صفحہ پر)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ الخ سب کچھ پیدا کرنے والا اللہ ۷۸
تعالیٰ ہی ہے۔ وہ کافر خود بخود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ کا کوئی نائب نہیں۔ مشرکوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے جو ۹۲
سب کچھ جانتا ہے۔ فقط۔ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ جو غیر کو پکارے گا
اس کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ ۱۱۷

مختصرین خلاصہ: (المؤمنون) مگر جدِ امجد کی اس مبارک تعلیم کے باوجود ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ غیر اللہ کی تحریبات سے بھی باز نہ آئے بلکہ اُلٹا نئی نئی تحریبات گھڑ لیں، اگر یہ لوگ شرک اور ظلم سے باز آجاتے اور عدل و احسان کرتے تو عذاب سے بچ جاتے۔

بدرسُنیلیر: (ص ۹۴ سے آگے) سے نہلاتے۔ پھر عورتوں کا اظہارِ غم و ماتم کے لیے سر کے بالوں کا کھول ڈالنا، راکھ ملنا، نائحہ پیشہ ور عورتوں کا اجرت یا انعام کی غرض سے نوحہ کرنا جنازہ کے پیچھے پیچھے ننگے پاؤں چلنا، اجیرہ نائحہ یعنی بین کرنے والی پیشہ ور عورتوں کا ان کے ساتھ بین کرتے ہوئے چلنا، اظہارِ غم کے طور پر اپنے منہ پر طمانچے مارنا۔ میت کے محاسن بلند آواز سے گانا۔ بعض لوگ سخی و نامور میت کی قبر پر اونٹنی باندھا کرتے تھے اور اسے کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہ دیتے تھے۔ پھر اس قبر کے ساتھ ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اسے اس میں کھڑا کر دیتے اور اس کی گردن موڑ کر اس کے سر کو چوتڑوں کی طرف کر دیتے تھے اور پھر اس کی ٹانگیں رسیوں سے کس باندھ دیتے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ میت قیامت میں اٹھے گا تو اس پر سوار ہوگا۔ علاوہ ازیں مرتے وقت نوحہ کی وصیت بھی یہ لوگ کیا کرتے تھے کہ اس طرح نوحہ کرنا، سال بھر تک نوحہ کرنا قبر پر اونٹ اور گھوڑے ذبح کرنا، اور ان کے خون سے قبر کو تر کرنا۔ قبر پہ شراب چھڑکنا وغیرہ اس سے ان کا مقصد میت کی تعظیم ہوتا تھا۔ یہ اور اس قسم کے اور کئی کام تھے جو جاہلیت کے دور میں عرب کے قبائل کیا کرتے تھے۔ مشرکین عرب کے اعمالِ بد کی یہ مختصر اور اجمالی فہرست جو اوپر بیان کی گئی ہے اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ تمام اعمالِ بد مجموعی طور پر مشرکین مکہ میں پائے جاتے تھے، یا کسی مخصوص قوم میں یہ سب

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد رِمُنایر: (ص ۹۵ سے آگے) اعمالِ بد مجتمع تھے' بلکہ یہ باتیں مختلف اقوامِ عرب میں تھوڑی تھوڑی پائی جاتی تھیں۔ کسی میں کوئی، کسی میں کوئی۔ مثلاً بچیوں کو زندہ درگور کرنا عرب کے تمام قبائل میں نہ تھا۔ صرف بنی تمیم، کندہ اور ربیعہ میں یہ رواج تھا، مگر ایسا ہرگز نہیں کہ وہ اپنی ہر بیٹی کو زندہ درگور کرتے ہوں بلکہ کبھی کسی نے یہ حرکت کر لی۔ اسی طرح بُت کو ہار پہنانا' یہ بھی تمام قبائل عرب میں نہ تھا، یمن میں قبیلہ بجیلہ اور خثعم کا مندر ذوالخلصہ تھا، اس میں جو بُت تھا بس اسی کو ہار پہناتے تھے۔ قبیلہ خولان کا ایک بُت عُمیانس تھا اہلِ قبیلہ اس کے نام کا اور خدا کے نام کا حصہ اپنی کھیتی اور مویشیوں میں مقرر کرتے تھے۔ اور جہاں تک خانہ کعبہ کا ننگے طواف کرنے کا معاملہ ہے' یہ بھی ایسا نہیں کہ تمام عرب ایسا کرتے ہوں' خود قریش ہرگز ایسا نہ کرتے تھے بلکہ باہر سے حج و عمرہ کے لیے آنے والوں کے لیے ان کا فتوٰی تھا کہ جو لوگ حُمس کے کپڑے نہ خرید سکتے ہوں وہ اپنے کپڑوں میں طواف نہ کریں بلکہ ننگے طواف کریں۔ علیٰ ہذا القیاس باقی امور بھی سمجھ لیں۔

فائدہ: آیت نمبر ۱۰۰: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ برزخ کہتے ہیں دو چیزوں کے درمیان کی حد، روک اور حائل کو۔ اور یہاں مُراد عالمِ برزخ ہے جو موت سے حشر تک کا عالم ہے اور اسی کو عالمِ مثال بھی کہتے ہیں اور عالمِ قبر بھی اسی کا نام ہے۔ حضرت امام المفسرین ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ برزخ موت اور بعث کے درمیان والا وقفہ ہے۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۶۴) حضرت مولانا نجم الغنی خان صاحب رئیس رام پور خلف باشرف مولوی عبد الغنی خان بن مولوی عبد العلی خان بن مولوی عبد الرحمٰن خان بن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث تلمیذ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے تہذیب العقائد ص ۴۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ: قبر سے مُراد یہی عالمِ برزخ ہے کہ دُنیا و آخرت کے درمیان واسطہ ہے۔ قبر سے مُراد یہاں مدفن نہیں ہے تاکہ یہ کیفیت شامل ان لوگوں کی نسبت بھی موجود ہو جو دریا میں ڈوب گئے یا آگ میں جل کر مر گئے یا کسی جانور نے ان کو کھا لیا۔ الخ آگے چل کر لکھا کہ: "سجین اور علیین کو عالمِ قبر کہتے ہیں۔" اور حضرت مولانا محمد ادریس

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلد رمنظیر: (ص ۹۶ سے آگے) صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سابق مدرس دارالعلوم دیوبند' اپنی کتاب علم الکلام ص ۲۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قبر درحقیقت اُسی عالم برزخ کا نام ہے۔ اس گڑھے کا نام نہیں ہے جس میں مُردے کو دفن کیا جاتا ہے۔ اُسی عالم برزخ میں مُردہ سے توحید و رسالت کے متعلق فرشتے آکر سوال کرتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی نے لکھا ہے کہ موت کے بعد روح انسانی ایک درمیانی عالم میں رہتی ہے اور وقتِ حشر تک رہے گی' اسی کا اصطلاحی نام عالم برزخ ہے۔ حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اشرف الجواب ج ۳ ص ۶۰۷ میں لکھا ہے کہ جس وقت انسان مرتا ہے پہلے اس عالم مثال ہی میں جاتا ہے۔ وہاں ایک آسمان بھی ہے مشابہ دُنیا کے آسمان کے اور زمین بھی ہے مشابہ دُنیا کی زمین کے اور ایک جسم بھی ہے مشابہ اس جسم کے' لیکن وہ بھی ہے جسم ہی۔ تو مرنے کے بعد رُوح کے لیے جسم مثالی ہوگا اور آخرت میں جو جسم ہوگا وہ یہی ہوگا جو دُنیا میں ہے۔ اور ج ۳ ص ۶۰۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عالم برزخ جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں.... بس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے۔ آگے چل لکھتے ہیں کہ قبر سے مراد یہ محسوس (حسّی) گڑھا نہیں ہے.... جس میں لاش دفن کی جاتی ہے ... اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں قبر۔ امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ مُحدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے الخیر الکثیر کے خزانہ تاسعہ میں تحریر فرمایا ہے عالم البرزخ سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقبر یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم برزخ کا نام قبر رکھا ہے۔ (الخیر الکثیر ص ۱۵۸) مزید ضرورت ہو تو دیکھیے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی لمعات التنقیح ج ۱ ص ۱۸۹۔ اُدُ اشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ج ۱ ص ۶۲، معارف وطریقت اسدالرحمٰن قدسیؒ ص ۳۲۔ مولانا عبدالحق حقانیؒ کی عقائدِ اسلام ص ۱۶۰ و ۱۶۱۔ مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ کی کشف المغالطات ص ۱۵۹۔ مولانا محمد منظور نعمانی کی معارف الحدیث ص ۳۳ ج ۲۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی معارف القرآن ج ۸ ص ۶۶۵۔ نیز مفصل بحث میری کتاب "ندائے حق" ج ۱ ح ۱ ص ۶۶ تا ۸۷ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

رکوعاتہا ۹ | ۲۴ | سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ | ۱۰۲ | کلماتہا ۱۳۲۲
آیاتہا ۶۴ | | | | حروفہا ۹۴۱

تعلیم آدابِ معاشرہ تاکہ کوئی مومنین پر تہمت نہ لگا سکے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خلاصہ: اس سورت میں چند احکام اور بینات ہیں
احکام یہ ہیں: زانی و زانیہ کو مارو۔ لیکن یہ سمجھو کہ زنا کنجروں اور ۲
مشرکوں میں ہوتا ہے۔ مومنوں کے دین میں (زنا) حرام ہے ۳
پس اگر مومنات کے ذمّے کوئی زنا کی تہمت لگائے، یا ان ۴
لوگوں کے ذمّے تہمت لگائے جو کہتے ہیں کہ ہمارے دین میں
زنا حرام ہے، چار گواہ ضروری ہیں۔ ان (تہمت لگانے والوں)
کی غرض یہ ہے کہ فاحشہ اور بدنامی ان کی ظاہر ہوجائے۔ تاکہ ان ۱۹
کے مسلکِ توحید کی عظمت نہ رہے۔ قیامت میں ان کو پتہ لگ ۲۳
جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔ خبیث رسوم خبیث لوگوں ۲۶
کے لائق ہیں۔ حتی الوسع مودیات[2] طرف زنا کے اور زنا اور ۲۷
اتہام سے بچو[3]۔

بدرِ منیر: [1] مجالسِ ثعلب ص ۱۰ میں ہے: لیس هذا (الزنا) من اخلاق المؤمنین وقوله تعالیٰ: "الزانی لا ینکح" مثل قولهم "السلطان لا یکذب"۔ یعنی اس کے شایانِ شان نہیں۔

[2] یعنی زنا کے مبادیات۔ اسی لیے پردہ کے احکام نافذ فرمائے۔ حتیٰ کہ چہرہ کا پردہ بھی ہو جیسے فرمایا: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (احزاب: ۵۹) ہدایہ ص ۴۹۰ میں ہے: "الوجه مجمع المحاسن"۔ یعنی سارا حسن چہرے میں جمع ہوتا ہے۔ غریب القرآن لابن قتیبہؒ ص ۳۰۳ میں ہے کہ مُسلم عورت کو کافر عورت کے سامنے بے پردہ ہونا بھی نامناسب بات ہے۔

[3] اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آدابِ معاشرہ کی تعلیم دی۔ فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد رِضُضلیر: (ص ۹۸ سے آگے) مِنْ اَبْصَارِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ مومن مردوں کے لیے حکم فرماتے ہیں کہ مرد مومن اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ چنانچہ جن چیزوں کا دیکھنا سرے سے ناجائز ہے' انھیں تو قطعاً نہ دیکھیں اور جن چیزوں کا دیکھنا جائز ہے انھیں بھی خواہش نفس کے ساتھ نہ دیکھیں۔ مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی ہر نظر حرام نہیں ہے' صرف بعض نظریں حرام ہیں مثلاً نظرِ اجنبی اور نظرِ شہوت۔ حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی اجنبی عورت کی طرف دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ جس سے نفس میں تمنا پیدا ہوتی ہے اگرچہ شرمگاہ (عملاً) اس کی تصدیق کرے یا نہ کرے۔ یعنی اس میں گناہ کی اہلیت ہو یا نہ ہو۔ حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی (اتفاقیہ) نظر کے بعد دُوسری نظر مت ڈالو۔ پہلی (اتفاقیہ) نظر تو معاف ہے' (جو ارادہ کے بغیر ہو) اور دوسری نظر معاف نہیں (کیونکہ اس میں ارادہ ہوتا ہے) حضرت امام شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلف کا قول ہے کہ نظر ایک زہریلا پتھر ہے جس کا نشانہ انسان ہی بنتا ہے۔ اور اگر بلا ارادہ کسی پر نگاہ پڑ جائے تو نگاہ پھیر لیں۔ یہ حکم تو تھا مردوں کے لیے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر کا حکم مومن عورتوں کے لیے بھی فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ۔ یعنی مومن عورتیں بھی اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ پھر اتنا ہی نہیں' آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ یعنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں مگر وہ حصہ جو ظاہر رہتا ہے' یعنی اُوپر اوڑھنے والی بڑی چادر، نقاب اور جُوتے۔ کیونکہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مُستثنیٰ ہے، اور اصل اِستثناء میں مُتصل ہے اور مستثنیٰ منہ زِيْنَتَهُنَّ ہے۔ اور اگر ہاتھ منہ مراد لیا جائے تو مُستثنیٰ متصل نہ رہے گا۔ کیونکہ قرآن میں لفظ زِيْنَتَهُنَّ آیا ہے، اور ہاتھ مُنہ زینت میں شمار نہیں کیے جاسکتے۔ پس آیت میں دو لفظ زیرِ غور ہیں مستثنیٰ متصل اور ظَهَرَ جو فعل لازم ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ جو زینت بلا اختیار ظاہر ہو جائے وہ معاف ہے اور وہ اُوپر اوڑھنے والی بڑی چادر، نقاب اور پاپوش ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہی معنے کیے۔

۲۳ بے دین لوگوں کا یہ تقاضا ہے کہ مومنوں کی بدنامی مشہور ہوجائے
۲۴ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ الہٰ برحق ہے اور حق ظاہر کرنے والا
۲۵ ہے۔ وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔
۳۵ آیاتِ بینات یہ ہیں: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ
کا ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا کہ آسمان زمین میں آفتاب ہے اور جیسا کہ
مکان میں چراغ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کا عالم ہے۔
۳۶ عبادت خانوں میں بہت سی برگزیدہ مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پاکی
۴۱ بیان کررہی ہے۔ اور دلیل عقلی یہ دیکھو یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ
۴۲ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ. وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. اَلَمْ تَرَ
۴۳ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا الخ اللہ تعالیٰ کی پاکی شرکاء سے عقلی و نقلی دلائل
کے ساتھ ظاہر ہے۔
کافروں کے بعض اعمال بظاہر اچھے ہیں۔ مگر درحقیقت خراب
۴۰ ہیں۔ بعض اعمال ظلمات کی مانند ہیں۔ یعنی کفار کے اعمال کی دلیل
نقلی موجود ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ لوگ پیشوائی کے لائق نہیں۔
۵۴ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ مسلمانوں کو چاہیے۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ
۵۵ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا. وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ.
۶۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی سب چیز کا مالک

بدرِ منیر: ۱؎ آج بھی اُمّ المؤمنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ جنگ کرنے کی بے جا تہمت لگائی جاتی ہے۔ حالانکہ سیدہ صدیقہ اس سلسلہ میں بالکل پاک ہیں۔ یہ سارا ڈھونگ صرف عبداللہ بن سبا یہودی کی پارٹی نے رچایا تھا۔ علامہ ذہبیؒ نے العبر ج ۱ ص ۳۷ میں لکھا ہے، وقعۃ الجمل اثارھا سفھاء الفریقین ذیل طبقات الحنابلہ ج ۳ ص ۲۳۳ میں ہے: ماقصدت القتال عائشۃ رضی اللہ عنہا ولا علی رضی اللہ عنہ انما اثار الحرب سفھاء الفریقین۔ مؤرخین بھی یہی کہتے ہیں کہ جنگ جمل سبائی سازش کا نتیجہ تھی۔

اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ شرک نہ کرو۔ مومنوں کی بدنامی چاہنے والوں کو حق تعالےٰ سزا دے گا۔ عبادت کا معنی غیروں کو اپنی حاجتوں میں پکارنا ہے۔ کتابُ اللہ اسی کو شرک کہتی ہے۔ سُوَرِ سابقہ میں اس کا بیان ہوچکا ہے۔ ٦٤

مختصر ترین خلاصہ: جب مسئلۂ توحید کو دلائلِ عقلیہ و نقلیہ و وحیہ کے ساتھ کماحقہ مبرہن کردیا اور مشرکین کے ہر طرح کے شکوک اور شبہات کے تسلی بخش جوابات بھی دے چکے تو اب تو چاہیے تھا کہ مسئلۂ توحید کو تسلیم کرلیتے لیکن اس کے برعکس مشرک اور منافق اس قدر پلید ہیں کہ تمہارے مقتدا آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی تہمتیں لگانا شروع کردیں تاکہ جاہل عوام تمہارے مُقتدا سے بدظن ہوکر مسئلۂ توحید کو سُننا ہی چھوڑ دیں۔ لہٰذا مومنو! تم کو معاشرہ کے اصول سکھلائے جاتے ہیں تاکہ تم ان اصولِ معاشرہ پر پُوری طرح کاربند ہوجاؤ۔ پھر کوئی شخص تم پر تہمت نہ لگاسکے گا اور مسئلۂ توحید کی خوب اشاعت کرتے رہو۔

کلماتہا ٨٩٢	٤٢	سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ٢٥	رکوعاتہا ٦
حروفہا ٣٧٠٣			آیاتہا ٧٧

برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

١ خلاصہ: برکت[1] دینے والا وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن ان لوگوں کے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے جو غیر اللہ کو برکتیں دینے والا یقین کرکے ان کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ برکات دہندہ صرف وہی ہے

بدرِ منیر: [1] معنیٰ "تبارک" دامَ عظمتہ وجلالتہ دواماً ثابتاً لا انتقال لہٗ ولھٰذا لا یقال "یتبارک اللہ" مضارعاً۔ لان انتقال الازمنۃ علی القدیم محال یعنی "تبارک" کے معنے عظمت و جلال کا دوامِ ثابت، جس کا زوال و انتقال کبھی نہ ہو۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد رمنیر: (ص ۱۰۱ سے آگے) اسی لیے یتبارک اللہ بصیغۂ مضارع نہیں بولا جاتا ، کیونکہ قدیم چیز پر زمانوں کا انتقال ناممکن اور محال ہے۔ (رمضان آفندی ص ۱۸۸) نیز بخاری ص ۵۰۵ میں ہے: البرکۃ من اللہ۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۷ میں ہے فسیر علیٰ برکۃ اللہ۔ یعنی جلاجل اللہ تعالیٰ کی برکت سے۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۸ میں ہے: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال نعدّ الاٰیاتِ برکۃً ، وانتم تعدونہا تخویفا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرٍ فقلّ الماء . فقال علیہ السلام اطلبوا فضلۃ من ماءٍ . فجاء وا باناءٍ فیہ ماءٌ قلیل. فادخل علیہ السلام یدہ فی الاناء ثم قال علیہ السلام حی علی الطہور المبارک والبرکۃ من اللہ ای لا منی ولا من غیری من الخلق ولقد رأیتُ الماء ینبع من بین اصابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو آیات اللہ کو برکت شمار کرتے تھے ، اور تم لوگ ان کو تخویف شمار کرتے ہو۔ (پھر انھوں نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ) ہم (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ، پانی کم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہوا ہو تو تلاش کر کے یہاں لاؤ ۔ ہمارے ساتھی ایک برتن تلاش کر کے لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپؐ نے اس برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈالا ، پھر ارشاد فرمایا کہ "آجاؤ اس مُبارک اور پاک کنندہ پانی کی طرف۔ اور یہ برکت میری طرف سے یا مخلوق میں سے اور کسی کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ برکت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" اور میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی نکل رہا تھا۔ اور ہم طعام کی تسبیح سُنتے تھے جب کہ کھایا جاتا تھا۔ یہاں سے رد ہو گیا عیسائیوں کے عقیدہ کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو برکات دہندہ سمجھتے ہیں۔ (دیکھیے انجیل متی ۱۴ : ۱۹-۲۱۔ نیز رد ہو گیا مرزا قادیانی کا جس نے حقیقۃ الوحی ص ۹۵ میں لکھا: "آپ (مرزا قادیانی) کو الہام

(باقی اگلے صفحہ پر)

جس کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی بادشاہی ہے۔ اور کسی نائب کے
ہاتھ میں نہیں اور ہر شے کا کرنے والا وہی ہے۔ مخالفین نے معبود ۱۷
بنا لیے وہ جو کسی چیز کے خالق نہیں، بلکہ اپنی جان کے نفع و ضرر
کے مالک نہیں۔ برکات دہندہ خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ آگے دلیل فرمائی
۴۵ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ الخ تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَ
۶۱ ۶۳ جَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ سے
۶۷ ۶۸ ڈرتے ہیں۔ بے موقع خرچ نہیں کرتے اور غیر اللہ کو نہیں پکارتے۔ احمق
لوگ عبادت کرتے ہیں ایسی چیزوں کی جو نہ نافع ہیں نہ ضار ہیں۔ تکیہ صرف
اس ذات پر رکھنا چاہیے جو زندہ نہ میرزدہ ہے۔ اس کی حمد کرنی چاہیے
اس کو پاک سمجھنا چاہیے شریکوں سے (نائبوں، وزیروں، مشیروں اور معینوں سے)
مختصر خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود سے برکات نہ مانگو۔

مختصر ترین خلاصہ: (الفرقان) اور جب آپ نے مسئلہ توحید کو دلائل قاہرہ باہرہ کے ساتھ خوب سمجھا دیا تو اب ان کو اس کے نتیجہ اور ثمرہ سے آگاہ کرو کہ پھر غائبانہ برکات دہندہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ سمجھو اور اس پر بھی دلائل عقلیہ تفصیلاً اور دلائل نقلیہ اجمالاً سنا دیے۔

بدرِ منیر: (ص ۱۰۲ سے آگے) مُوا: "کُل برکۃ من محمدٍ فتبارك من علم و تعلّم" اس کا معنی مرزا بشیر الدین نے دیباچہ تفسیر قرآن ص ۳۲۲ میں یوں لکھا کہ: "تمام برکتیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حاصل ہوتی ہیں، پس بہت برکت والا ہے وہ بھی جس سے سکھایا یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بہت برکت والا ہے وہ بھی جس نے سیکھا یعنی غلام احمد قادیانی" نعوذ باللہ من ہذہ الهفوات۔

نیز ہر نمازی تشہد اور درود شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برکاتِ الٰہیہ کی دُعا مانگتا ہے تو خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم برکات دہندہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹ کے الفاظ يُبَرِّكُ لَهُمْ کے معنی عام طور پر عیسائیوں کی طرح برکت دینے کے کیے جاتے ہیں جبکہ اس کے معنے ہیں ای یدعو لهم بالبرکة یعنی ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت کی دُعا فرماتے تھے۔ دیکھیے حاشیہ سندھی (رحمۃ اللہ تعالیٰ)

رکوعاتھا ۱۱	(۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ (۴۷)		کلماتھا ۱۲۷۹
آیاتھا ۲۲۷			حروفھا ۵۵۴۲

تفصیل دعوےٰ الفرقان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳ کفار کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کر۔ ہم اگر چاہیں تو ایسا نشان
۴ اُتاریں کہ سب عاجز ہو کر ایمان لے آئیں۔ برکات دہندہ ایک
۷ اللہ تعالیٰ ہے۔ دیکھو كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ
۹ حق تعالیٰ غالب ہے۔ نہ ماننے سے عذاب دے سکتا ہے۔ رحیم ہے
۱۰ عذاب دینے میں شتابی نہیں کرتا۔ کفار سابقین کا حال دیکھو۔
ایمان نہ لانے سے کس طرح عذاب دیے گئے: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا
۲۱۳ اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ۔ یہ قرآن مجید ربّ العالمین کا نازل
۲۲۲ کردہ ہے۔ شیطان تو اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (جھوٹ باندھنے والے بدکردار)
۲۲۴ پر آتے ہیں۔ اور شاعری غاوی (بے راہ) لوگ کرتے ہیں۔

مختصرترین خلاصہ: (الشعراء) پھر اسی نفی شرک برکتی پر دلائل بھی بسط کے سنادیے تاکہ یہ لوگ ماضی کے واقعات سُن کر تدبّر اور غور و فکر کریں اور ظلمات سے نکل کر نُور کی طرف آئیں اور اپنے مزعومہ معبودوں کو برکات دہندہ نہ سمجھیں۔

رکوعاتھا ۷	(۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۴۸)		کلماتھا ۱۳۱۷
آیاتھا ۹۳			حروفھا ۴۷۹۹

دلائل دعوےٰ سورۃ الشعراء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سُورت میں ہُدیٰ و بشریٰ ہے (یعنی ہدایت یہ کہ سب کچھ

کرنے والا اور جاننے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے) اور بشریٰ (یعنی ماننے
والوں کے لیے خوش خبری ہے اور نہ ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے
ہلاک کیا۔) دیکھو! مبارک جگہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ۸
ساتھ کلام کیا اور اپنا مقرب بنایا۔ جب عصا سانپ ہوگیا تو ۱۰
دوڑے پیٹھ پھیر کر۔ باوجود اتنے قرب کے غیب دان نہ تھے۔
سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر (پرندوں کی بولی) کا علم دیا۔ جنوں کا ۱۶
حاکم بنایا۔ نملی کی بات سن لی۔ باوجود اتنے علم کے ہدہد کے غائب ۱۷ ۱۸
ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ ہدہد نے کہا میں وہ خبر لایا ہوں جس کی ۲۰ ۲۲
آپ کو خبر نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ ۲۷
اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ خلاصہ یہ کہ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ ۶۵
وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ صالح علیہ السلام کو قتل کرتے تھے۔ ہم نے ۴۹ ۵۱
ان کی قوم کو ہلاک کیا۔ لوط علیہ السلام نے فاحشہ سے منع کیا، ان کو ۵۴ ۵۶
قریہ (بستی) سے نکالنے لگے۔ ہم نے اُن کی قوم کو بھی ہلاک کیا۔ ۵۸
خلاصہ یہ کہ کارساز اور حمد و ثنا کا مالک ایک اللہ تعالیٰ ۵۹
ہے۔ کفار تو پیغمبروں کے قتل کے درپے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار
سے نجات دی ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ یعنی سب کچھ کرنے والا اور جاننے
والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ اِنَّ ۷۴
رَبَّكَ يَعْلَمُ الخ یعنی رب ہر چیز کا عالم ہے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۷۹
غیر اللہ کو نہ پکارو۔ جب عذاب دینے کا وقت آجائے گا۔ دَآبَّةً ۸۲
الْاَرْضِ الخ توحید کا بیان کرے گا۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ ۸۷
فِي السَّمٰوٰتِ الخ۔ فرما دیجیو کہ مجھے حکم ہوا کہ عبادت خاص ۹۱
رب البیت کی کر اور مسلم رہ۔ اور قرآن مجید پڑھ۔ یعنی قرآن مجید ۹۲
کا وعظ کر۔

مختصر ترین خلاصہ: (النمل) اب اس دعویٰ نفی شرک برکتی کی علتیں بھی بتا دو کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ کارساز ہے اور نہ غیب دان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا برکات دہندہ بھی نہیں ہے۔

رکوعاتہا ۹	۲۸	سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹	کلماتہا ۱۴۴۱
آیاتہا ۸۸			حروفہا ۵۸۰۰

مسئلہ کے بیان میں بہادری دکھاؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۲ موٴمنوں کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سناؤ۔ موٴمنین نے کیسی تکلیفیں
۳ اٹھائیں۔ خاص رب تیرا خالق اور مختار ہے اور جاننے والا ہر شے
۶۸ ۶۹ کا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لائق عبادت اور پکارنے کے سوا اس کے کوئی
۷۰ نہیں۔ کارساز اولیٰ (دنیا) و عقبیٰ (آخرت) میں وہی ہے۔ لَا تَدْعُ
۸۸ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ غیر کو مت پکارو۔ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ توحید کی طرف
۸۷ لوگوں کو بلاؤ۔

مختصر ترین خلاصہ: (القصص) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مسئلہ نفی شرک برکتی والا بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح مرد ہو کر پہنچاؤ اور مشرکین کی ایذاء برداشت کرو۔ انبیاء (علیہم السلام) پر ایسی آزمائشیں تو آتی ہی رہی ہیں۔ آخر کار موسیٰ علیہ السلام کی طرح فتح تمہاری ہی ہوگی۔ اس لیے مسئلہ نفی شرک برکتی کے بتانے میں ہرگز نرمی نہ برتنا۔

بدرِ منیر: فائدہ آیت نمبر ۳۸: فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ کہا تو تھا مگر محل بنا نہ سکا پہلے ہی غرق ہو گیا۔ جیسے حٰمٓ موٴمن سے معلوم ہوتا ہے اور جو قصے مشہور ہیں وہ غلط ہیں۔ (بلغۃ ۳۴۷)

فائدہ آیت نمبر ۵۶: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریبیوں کے ایمان نہ لانے پر فطرۃً اور زیادہ رنج تھا۔ اور طبعاً ان کے ایمان لانے کا شوق و اہتمام بھی زیادہ تھا۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے نازل فرمائی کہ بہت

(باقی اگلے صفحہ پر)

ركوعاتها ٧ | ٢٩ | سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ | ٨٥ | كلماتها ٩٨٠
آياتها ٦٩ | | | | حروفها ۴۱۶۵

مومن آزمائے جائیں گے اور کافر گرفت سے بھاگ نہ سکیں گے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٢ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ضرور آزمائش
١٤ ١٦ ٤١ آئے گی۔ نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کا حال دیکھو۔ غیر اللہ کو جو مالک بناتے
٤٢ ہیں اور اُن کو پکارتے ہیں ان کی مثال عنکبوت کی ہے۔ جن کو پکارتے ہیں ان کو
اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ شرک مت کرو۔ مشرکوں کی طرف سے اگر تم کو تنگی
٥٦ آئے تو زمین فراخ ہے کسی اور جگہ چلے جاؤ۔

مختصر ترین خلاصہ: (العنکبوت) مسلمانو! دعوے ماننے کے بعد تم پر بھی مصائب آئیں گے تاکہ تم میں سے سچے جھوٹے ممتاز ہو جائیں۔

بدرِ منیر: (ص ١٠٦ سے آگے) کا تعلق تو مشیتِ تکوینی سے ہے۔ اس میں آپؐ کی مرضی اور پسند کو دخل نہیں۔ لا تہدی۔ ہدایت کے دو معنی ہیں (١) راہ دکھانا (اراءۃ الطریق)، (٢) منزلِ مقصود تک پہنچا دینا (ایصال الی المطلوب)۔ یہاں نفی اسی ہدایت کی ہے۔ اور پہلا معنی مُراد نہیں۔ کیونکہ راہ دکھانا تو پیغمبر کے عین فرائض میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (شوریٰ: ٥٢) کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ راہِ راست ہی کی راہنمائی فرما رہے ہیں۔ یعنی نہ آپ اپنے ارادہ و اختیار سے رسول اور صاحبِ وحی بن گئے اور نہ ارادہ و اختیار سے اپنے اُوپر قرآن اُتار لائے۔ اور نہ بندوں کو منزلِ مقصود تک پہنچانا آپ کے اختیار میں ہے۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ موضح قرآن میں حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا کہ "حضرتؐ نے اپنے چچا کے واسطے سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ کہہ جاوے اس نے یہ قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت اُتری"۔ نیز دیکھیں بخاری ج ٢ ص ٦٧٥ و ٧٠٣ ج ١ ص ١٨٠ و ١٩٣! مغنی شرح طبریہ ص ١١١٣۔ نیز دیکھیں طبقات ابن سعد، ابوداود، نسائی، احمد، اسحاق بن راہویہ۔ ابن ابی شیبہ۔ ابویعلیٰ بزار۔

رکوعاتہا ۶ | ۳۰ | سورۃ الروم مکیۃ | ۸۴ | کلماتہا ۸۱۹
آیاتہا ۶۰ | | | | حروفہا ۳۵۳۳

آخر کار مومن فتح یاب ہوں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳ چند سال تک مسلمان غالب ہوجائیں گے۔ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ
۱۲ ثُمَّ يُعِيدُهٗ ۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۔ وَلَمْ يَكُنْ
۱۳ ۱۸ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا ۔ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
۲۰ ۲۵ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ اِلٰی قولہ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ
۲۶ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۔ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
ہوجاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے۔ تنگی کے وقت پکارنے
۳۱ والے ہوجاؤ خاص رب تعالیٰ کو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
۴۰ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور رزق بھی وہی دیتا ہے تم کو۔ تمہارے
خود ساختہ شریکوں میں سے کوئی ہے جو یہ کام کرے؟ کوئی نہیں۔
۵۴ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ (اَللّٰهُ) يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ
خلاصہ یہ کہ ہر شے کا پیدا کرنے والا اور ہر شے کا جاننے والا ایک
اللہ تعالیٰ ہے۔ غیروں کو شرکاء و شفعاء بنا کر مت پکارو۔ اللہ تعالیٰ
کی طرف رجوع کرو۔ خاص اسی کو ہر حاجت میں پکارو۔

مختصر ترین خلاصہ: (الروم) آزمائش میں پورے اترو گے تو فتح تمہاری ہی ہوگی۔

بدرِ منیر: آیت نمبر ۵۲: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (الآیۃ)
اسی طرح سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۰ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ الآیۃ
نیز سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۲۲ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ الآیۃ
قرآن پاک میں یہ تین مقام ہیں جہاں کفار کو نہ سننے میں مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

بد رِ منیر: (ص ۱۰۸ سے آگے) پہلی دو آیتوں (۲۷: ۸۰ ، ۳۰: ۵۲) کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسئلہ سماعِ موتیٰ کا قرنِ اوّل میں مختلف ہوا ہے اب اس کا فیصلہ گو ممکن نہیں مگر بہ تقلید اپنے مجتہد مقلّد کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں۔ سو مسلک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مثل طریقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنیٰ تحقیقی پر عمل کرکے کہ اصل موضوع لہٗ ہے حدیث میں کہ شرحِ قرآن ہے' تاویل مناسب ہے، جب تک قطع معنیٰ حدیث پر حاصل نہ ہو جائے۔ چنانچہ اصول میں مبرہن ہے۔ پس آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى قطعی خاص اور احادیثِ سماع ظنّی' اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے۔ پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفّار کو اموات و صُم سے تشبیہ دیا ہے اور مُستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کے حقیقۃً ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں لہٰذا معنے عدم اجابت کے جو مجاز ہے' مشبہ میں لینا کیسے درست ہوگا۔ البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے۔ لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ما انت باسمع منھم سُنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی۔ سو جو کچھ معنے انھوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں تو ہوسکتا ہے۔ ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بحالِ خود رکھا اور جمع کردیا۔ الحاصل ارجح مذہب عدمِ سماع کا ہے حسب قواعد۔ پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے۔ وگرنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں۔ اگر بغور مطالعہ فرمائیں گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرماویں۔ فقط واللہ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ اس فتویٰ پر دار العلوم دیوبند کے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی اور تحریر فرمایا کہ: "مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اور ان کے اصحاب کا عدمِ سماعِ اموات ہے اور باعتبار روایت اور درایت کے یہی راجح ہے۔ جیسا کہ حضرت رأس المحققین مولانا رشید احمد محدّث الگنگوہی

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلد رھنما: (ص ۱۰۹ سے آگے) کی تحقیق سے ثابت ہے۔ حیث قال رحمۃ اللہ حسب قاعدہ مرجح عدم سماع ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ کتبہٗ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ اس فتویٰ پر مندرجہ ذیل مشاہیر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تصدیقی دستخط لیے گئے تھے:

دیوبند: شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا سید محمد انور شاہ۔ سہارن پور: مولانا عبدالوحید، مولانا خلیل احمد، مولانا محمد یحییٰ، مولانا عبداللطیف، مولانا محمد الیاس، مولانا ثاقب علی، مولانا ظفر احمد، مولانا عنایت الٰہی۔ مراد آباد: مولانا سید احمد حسن، مولانا محمد عبدالعزیز، مولانا رضا حسن، مولانا محمد امین۔ تھانہ بھون: مولانا محمد اشرف علی تھانوی۔ بریلی: مولانا محمد یٰسین، مولانا محمد اشرف علی، مولانا عبدالکریم، مولانا حمید الدین، مولانا سجاد علی خان، مولانا عبداللہ، مولانا محمود۔ گلاؤٹھی: مولانا غلام نبی، مولانا محی الدین احمد، مولانا کریم بخش، مولانا ماجد علی۔ میرٹھ: مولانا محمد اسحاق۔ سورت: مولانا محمد اسحاق، مولانا محمد احمد، مولانا احمد حسن۔ علماء دہلی: مولانا مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا ظہیر الدین، مولانا محمد قاسم، مولانا انظار حسین، مولانا عبدالغنی، مولانا ضیاء الحق، مولانا محمد عبدالغفور، مولانا احمد سعید، مولانا محمد حبیب الرحمٰن، مولانا عبدالعلی، مولانا محمد میاں، مولانا عبدالسلام، مولانا عبداللہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ دیکھیے کشف المغالطات ص ۵۴۔

برصغیر کے مشہور طابع و ناشر حضرت مولانا نور محمد صاحب قندھاری ثم الدہلوی فاضل مدرسہ فتحپوری دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ۵۵ خوبیوں والے معجز نما قرآن مجید میں ص ۵۳۵ پر تحریر فرمایا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے مطابق امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سماع موتیٰ کے منکر ہیں نیز اسی معجز نما قرآن مجید کے ص ۵۷۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ منکر نکیر کے سوال اور بدر کے مقتولوں کے سوا کوئی مردہ نہیں سنتا، یہی مذہب ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا۔

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کشف الرحمٰن ص ۶۵۴ میں تحریر فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت سے مردے کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے اور یہی اکثر مشائخ حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جامع التفاسیر ص ۱۱۰ میں تحریر فرمایا کہ "مذہب ابو حنیفہؒ کا عدم سماع موتیٰ ہے۔" اور یہی الفاظ خرم علی و احمد حسن صاحبان نے غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۹۲ میں لکھے:

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۱۰ سے آگے) نیز مولانا محمد منظور نعمانی نے بوتہ ضروریہ ص ۳۶ پر مولانا بشیر الدین قنوجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفہیم المسائل ص ۴۵ پر یہی الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ مواہب الرحمٰن پ ۲۰ ص ۱۳ و پ ۲۱ ص ۶۰ میں سید امیر علی ملیح آبادیؒ نے لکھا، اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور جمہور علماء کا قول ہے۔ مولانا سراج احمد سہسوانیؒ نے سراج الایمان ص ۲۱ میں اور مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ نے کشف المغالطات ص ۲ میں لکھا کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ مولانا بگویؒ نے دلیل المشرکین ص میں لکھا الحنفیون قائلون بالاول ای عدم سماع الموتیٰ فتاویٰ غرائب میں ہے وھو قول ابی حنیفۃ۔ خفاجی شرح بیضاوی میں اور فتح القدیر ص ۴۳۶ و ۴۴۷ ج ۱ میں ہے اکثر مشایخنا ان المیت لایسمع۔ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میت اس زمینی قبر میں نہیں سنتا۔ بلکہ اس مسئلہ میں علماء بریلویہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ملفوظات میں ص ۴۴ و ۴۵ ج ۳ میں سماعِ موتیٰ کی بحث ہے۔ بخوفِ طوالت وہ عبارت یہاں درج نہیں کی جارہی جسے شوق ہو دیکھ لے۔ اس کے علاوہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ نے "اعلاء کلمۃ اللہ" ص ۴۷ میں فرمایا: "مفادِ آیت مذکورہ نفی اسماع است از موتیٰ"۔ فیض احمد صاحب نے وجیز الصراط ص ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ "بے شک میّت را بحواس دنیاوی ظاہری مع اجتماع الروح والجسد حیاتے و سماع نیست"۔ جناب محمد امیر گانگی نے تحقیق لاریب ص ۱۹۳ میں لکھا کہ "نفی سماعِ اموات سے مراد سماعِ اجساد کی نفی ہے"۔ اور جن حدیثوں سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت ملتا ہے اس کا علماء نے کئی طرح سے جواب دیا ہے۔ (۱) قرآن قطعی الثبوت ہے اور حدیث ظنی الثبوت۔ عقیدہ قطعی الثبوت پر ہے اور حدیث میں تاویل واجب ہے۔ (حضرت عائشہؓ (۲) الکلیؒ وغیرہ کا فرمان ہے کہ یہ معجزہ تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا۔ (۳) وہ اس وقت کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ واقعہ حال ہے جس میں عموم نہیں ہوتا (فتح القدیر)۔ (۴) زرکشیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ زندہ کر دیا تھا۔ (۵) حضرت محمد باقرؒ نے فرمایا کہ زندوں کو نصیحت کرنے کے لیے فرمایا تھا نہ کہ مُردوں کو سمجھانے کے لیے۔ (۶) بعض علماء کہتے ہیں کہ حدیث آیاتِ قرآنی سے منسوخ ہوگئی۔ زیادہ تفصیل کے لیے دیکھیے: "ندائے حق"۔

رکوعاتہا ۴ سورۃ لقمان مکیۃ (۳۱) (۵۷) کلماتہا ۵۴۸
آیاتہا ۳۴ حروفہا ۲۱۱۰

مومنین کو فتح عقیدۂ توحید کی وجہ سے ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲ یہ سورت ہدیٰ اور رحمت ہے یعنی اس میں ہدایت پوری طرح بیان
۱۰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان زمین میں کل جانور پیدا کیے۔ ھٰذا خلق
۱۱ ۱۳ اللہِ۔ غیر نے کیا چیز پیدا کی۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بچے کو کہا شرک
۲۷ مت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے۔ اگر کل درخت قلمیں ہوجائیں،
سمندر اور کئی سمندر سیاہی بنائے جائیں پھر بھی معلوماتِ الٰہیہ ختم
نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا سمیع بصیر ہے۔ یہ بیان اس امر
۳۰ کے واسطے ہے کہ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کا پکارنا سچ حق ہے۔ اور
غیر کا پکارنا باطل ہے۔ حاصل یہ کہ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے
اور کوئی خالق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا عالم ہے اور کوئی ہر
۳۴ شے کا عالم نہیں۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ کیونکہ غیر اللہ
نہ عالم ہیں نہ خالق ہیں۔ پس غیر کو مت پکارو۔

مختصر ترین خلاصہ: (لقمان) آخر میں پھر ان کو یہی مسئلۂ توحید عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ مفصل طور پر علیٰ وجہِ الکمال سنادو، خود بھی توحید پر پختہ رہو، کیونکہ تم کو فتح یابی بھی اسی صورت میں ہوگی جب اس مسئلۂ توحید پر مضبوط رہوگے، کہ ہمہ کن، ہمہ دان اور برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

بدرِ منیر: فائدہ آیت نمبر۶: لَهْوَ الْحَدِيْثِ کھیل کی باتیں (اضافۃ بیانیہ) سے مراد حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، عکرمہؒ اور سعید بن جبیرؒ کے نزدیک غناء ہے، اور یہی آیت کا شانِ نزول ہے اور یَشْتَرِیْ بمعنی یَسْتَبْدِلُ ہے یعنی غناء گانے

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ مُنیر: (ص ۱۱۳ سے آگے) بجانے اور مزامیر کو قرآن کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ سے ایک روایت ہے کہ لہوالحدیث سے مُراد ہر باطل اور بیہودہ چیز ہے جو عبادت سے مانع ہو۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ضحاکؒ سے ایک اور روایت بھی ہے کہ لہوالحدیث سے مُراد شرک ہے۔ ہمارے پیر و مُرشد حضرت شیخ الوانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سیاق و سباق سے لہوالحدیث سے مراد شبہاتِ شرکیہ ہیں اور احادیث کی رُو سے دُوسری چیزیں بھی حُرمت میں آجاتی ہیں۔ جیسے تمام فقہاء نے مزامیر و آلاتِ لہوولعب مراد لیے ہیں۔ مگر ربط کے لحاظ سے "شبہاتِ شرکیہ" ہی انسب و موزوں ہے۔ اور حرمتِ مزامیر پر تمام فقہاء، صُوفیاء، مُحدِّثین و مفسرین کا اتفاق ہے۔ اور جو لوگ حِلّتِ مزامیر کی نسبت بعض صوفیاء کی طرف کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ بلکہ فتاویٰ عزیزی میں ہے من استحلہ فقد کفر۔ اور فتاویٰ بیہقی میں بھی اسی طرح ہے۔ اور ہمارے دُور کے مُتصوِّفین کا قول و فعل کسی طرح حُجّت نہیں بلکہ واجب الرد ہے۔ اس موضوع پر میرے رسالہ "المعارف فی تحریم المزامیر والمعازف" میں پُوری بحث دیکھیے۔

فائدہ: آیت نمبر ۳۴: وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بلغۃ الحیران کے صفحہ ۲۵۹ پر معتزلہ کا مذہب بیان فرمایا کہ معتزلہ اس آیت کو اپنی تائید بتاتے ہیں الخ اور اسی کے بعد صفحہ ۲۶۰ پر فرمایا کہ اہل سُنّت وجماعت قرینۂ اوّل (اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ) سے کہتے ہیں کہ تنزیل الغیث کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ازلی) ہے۔ اسی طرح ص ۱۵۷ میں معتزلہ کا مذہب بیان کیا اور ص ۱۵۸ میں فرمایا کہ اہل سُنّت وجماعت والے معنیٰ علم کا ظہور لیتے ہیں جس جگہ مخالف آجائے۔ مگر بایں ہمہ مخالفین نے شور بپا کیا کہ "حسین علی" معتزلی ہے۔ اور حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غلط بیانی سے کام لیتے ہُوئے اُن کو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بدظن کیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے لکھا کہ اہلِ باطل کا کوئی قول نقل کرنے کے بعد ناقل کے ذمہ ہے کہ اس کا ابطال اولاً تنقیح کے ساتھ کرے۔ جیسا کہ نوویؒ نے کیا ہے فی قولہ الآتی، اگر یہ نہ ہو تو تصریح کے ساتھ کرے، جیسا کہ صاحب کبیر نے کیا ہے فی قولہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۱۱۲ ج ۲) الآتی۔ اس کے بعد نووی اور رازی ہر دو کی عبارات نقل فرمائیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ مخالف کی خواہ مخواہ تردید کی جائے صرف اتنا کہ دینا کافی ہے کہ یہ مسلک اہل حق کا ہے اور یہ مسلک مخالف کا ہے اور اس کے لیے ہمارے پاس کئی نظائر ہیں۔ من جملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ درسی کتاب شرح وقایہ ص ۷۰، ۷۱، ج ۲ میں لکھا ہے کہ ہم اہل سُنّت کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو ہوجاتی ہیں۔ سُنّی الوقوع ہے یعنی ان کا واقع ہونا اہل سُنّت کا مذہب ہے۔ اور روافض کے نزدیک وہ طلاقیں واقع نہیں ہوتیں اور دلیل میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ۔ اس لیے تین طلاقیں اسی وقت واقع ہوتی ہیں جب الگ الگ تین مرتبہ دی جائیں۔ مگر صاحب شرح وقایہ نے روافض کا مذہب مع الدلیل لکھ کر اس کا رد نہیں کیا۔ دوسری نظیر فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ کی ہے جنھوں نے فتاویٰ النوازل ص ۸۴ میں لکھا ہے کہ کوئی شخص اگر شروع وقت میں نماز پڑھ کر کافر ہوگیا، اور اخیر وقت میں پھر مسلمان ہوگیا تو دوبارہ وُہی نماز پڑھے، کیونکہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا پہلا عمل شروع وقت والا باطل ہوگیا۔ گویا اس نے شروع وقت میں نماز ادا ہی نہیں کی۔ اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مذہب مع دلیل کے لکھا' اور اس کی تردید نہیں فرمائی۔ تیسری نظیر اس کی یہ ہے کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر ج ۱۷ ص ۱۲۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت کعبؓ، اور حضرت وہبؒ نے فرمایا ہے کہ دُنیا کی کُل مُدّت چھ ہزار سال ہے جن میں سے پانچ ہزار چھ سو سال گزر چکے ہیں۔ نحاس نے کہا کہ یہ کلام ظاہر الفساد ہے۔ مگر مصنف نے اس کا رد نہیں کیا۔ من جملہ ان نظیروں کے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے تفسیر ماجدی کے ص ۱۸۸ میں خوارج کا استدلال ذکر کرکے رد نہیں لکھا۔ نیز ص ۲۱۴ میں معتزلہ کا، ص ۷۹۹ میں وحدۃ الوجود کے قائلین کا اور ص ۵۵۳ میں مرجئہ کا استدلال ذکر کرکے رد نہیں کیا۔ اسی طرح شرح جامی ص ۱۱۸ میں معتزلہ کا مذہب نقل کرکے رد نہیں کیا گیا۔

رکوعاتھا ۳	۳۲	سُورَۃُ السَّجدۃِ مَکِّیَّۃٌ	۷۵	کلماتھا ۳۸۰
آیاتھا ۳۰				حروفھا ۱۵۱۸

بغیر اذنِ ربِ مطلق شفاعت نہ ہوگی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آسمان زمین اللہ تعالیٰ نے بنائے۔ تختِ شاہی پر آپ ہی ۴
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی شفیع غالب ہے
جس طرح تم گمان کرتے ہو اے کافرو! آسمان سے تدبیر آپ ہی ۵
کرتا ہے۔ ایمان والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ۱۵
اس کو شریکوں سے پاک سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ موسیٰ
علیہ السلام کی تورات کا بھی یہی خلاصہ تھا۔ ۲۳

مختصر ترین خلاصہ: (الم سجدہ) جب یہ سبق یاد ہوگیا تو اب آؤ، اس مسئلہ کے بعد دُوسرا مسئلہ یہ بھی یاد کرو کراؤ کہ اللہ تعالیٰ کے آگے شفیع قہری بھی کوئی نہیں، جو پکارنے کے لائق ہو۔ جب یہ مسئلہ بھی مان لوگے، تب مکمل موحد بنوگے۔ اور۔

رکوعاتھا ۹	۳۳	سُورَۃُ الاَحزَابِ مَدَنِیَّۃٌ	۹۰	کلماتھا ۱۲۸۰
آیاتھا ۷۳				حروفھا ۵۷۹۰

کسی کے شفیع کہہ دینے سے کوئی شفیع بن نہیں جاتا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کہا تھا کہ ہم اپنے معبودوں کو
شفعاء جانتے ہیں۔ ہم کو منع نہ کرو۔ تم اپنا دین کرو۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: کافروں کا کہنا مت مانو کہ اعتقاد ان کا غلط ہے۔ اور ظہار ۴
والی بیوی کو ماں سمجھنا اور لے پالک کو اپنا بیٹا سمجھنا غلط ہے۔ ان

۳ کی یہ غلطی بر ملا ظاہر کر دو۔ توکل علی اللہ کرو۔ اے لوگو! نبیؐ کی مدد کرو
۶ ۷ اے نبیؐ! وعدہ کو یاد کرو۔ پکے ہو جاؤ۔ اے مومنو! غزوۂ احزاب کے
۹ وقت آپ پر جو نعمت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اس کو یاد کرو۔ اللہ
۲۸ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اے نبی! ازواج (مطہرات) کو خیار دے دو۔
۳۰ اے نساء النبیؐ! اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ نبیؐ کی مخالفت مت کرو
۳۷ اے نبیؐ! غیر اللہ سے کیوں ڈرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے
سے تنگ دل مت ہو۔ لوگوں سے خوف مت کرو۔ اے مومنو!
۴۱ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ
۴۵ کی پاکی بیان کرو۔ خوف مت کرو۔ اے نبیؐ! اللہ تعالیٰ کا حکم
صاف اور کھلا پہنچا دو۔ آپؐ فرما دیں کہ تمہارے معبود شفیع نہیں
ظہار کی ہوئی بیوی، ماں نہیں۔ متبنیٰ لہ (لے پالک) کی منکوحہ کے
ساتھ نکاح جائز ہے۔ اگر شادی شدہ نہ ہو، صرف نکاح ہو، اس
۴۹ کی عدت بھی کوئی نہیں۔ اے مومنو! تم پر بھی یہی حکم ہے۔

بدرِ منیر: لہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی قدس سرہٗ نے بلغۃ الحیران ص ۲۹۵ میں لکھا ہے کہ: "مدخولہ ہونا زینبؓ کا کوئی ثابت نہیں ہے۔" اس پر بعض علماء کرام کو اعتراض ہے، اور وہ یہ ہے کہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۰ میں حدیث ہے کہ حضرت زینبؓ نے زید بن حارثہؓ کے طلاق دینے کے بعد طلاق کی عدت گزاری۔ الفاظ حدیث کے یہ ہیں: لما انقضت عدۃ زینب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لزید۔ یعنی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو فرمایا۔ الخ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلمؒ کا شیخ اس حدیث میں محمد بن حاتم بن میمون ہے۔ جس سے مسلمؒ و ابوداؤدؒ کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ عمرو بن علی نے کہا: لَیْسَ بِشَیْءٍ۔ اور ابن معین نے تو صاف لفظوں میں اسے کذاب کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۰۲) پھر محمد بن حاتم کے شیخ بہز بن اسد کے بارے

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۱۶ سے آگے) ازدی نے کہا ہے کان یتحامل علی عثمان رضی اللہ عنہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ پر حملے کرتا تھا۔ اگرچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے میزان الاعتدال ج ۱
ص ۳۵۲ میں فرمادیا ہے کہ جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے بہز میں کوئی عیب نہیں
ہے۔ مگر ازدی مثبت ہے۔ مثبت کو نافی اور ساکت پر اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھا
جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے عدت گزارنے کی کوئی ایسی دلیل نہیں
ہے جو صحت کو پہنچی ہو۔ بلکہ عدت نہ گزارنے کے کئی قرائن ہیں۔ ایک تو یہ کہ صاحب
بحر محیط نے بعض علماء کرامؒ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب
رضی اللہ عنہا سے استمتاع نہیں کرسکے اور خلوتِ صحیحہ نہیں ہوسکی۔ اور ابو عصمہ نوح بن
ابی مریم نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت بیان کی کہ حضرت اُم المؤمنین زینب بنتِ جحش
رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ تیری طرف سے میرے پاس آنے کے لیے زیدؓ کی راہ میں
کوئی رکاوٹ نہ تھی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے انھیں میرے پاس آنے سے روکے رکھا تھا۔
دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا جس روز حضرت زینبؓ کے پاس
جانے کا ارادہ ہوتا' تو ان کا بدن متورم ہوجاتا تھا اس لیے آپؓ حضرت زینبؓ کے
پاس جانے سے رُک جاتے تھے۔ اور علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی رُوح المعانی
ج ۲۲ ص ۲۴ میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔ نیز قرآن مجید میں طلاق (قضاء وطر یعنی حاجت)
کے بعد تزویج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا
اور طلاق کے بعد نکاح سے پہلے عدت کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اب یہ موقع تھا' کہ
دل میں سوال اُٹھے کہ طلاق کے بعد فوراً تزویج کا جو ذکر آیا ہے' یہ کیونکر ہُوا؟ عدت
گزارنا تو طلاق کے بعد لابدی امر ہے۔ عدت کے دوران تو مطلقہ کا نکاح رہا دور
کا معاملہ' نکاح کا تذکرہ تک نہیں کرسکتے۔ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا (بقرہ: ۲۳۵)
اور آگے ہے۔ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ۔ (بقرہ: ۲۳۵)
تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اس خلش کو دُور فرمایا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی اور عام
قانون بیان کردیا کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۱۷ سے آگے) اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (احزاب: ۴۹) غیر ممسوسہ مطلقہ کی کوئی عدت نہیں ہے۔ اسی قاعدہ کلیہ کے تحت حضرت زینبؓ کا حکم بھی آگیا کہ طلاق کے بعد حضرت زینبؓ پر کوئی عدت نہیں بلکہ میرا حکم ہے کہ طلاق کے بعد فوراً نکاح کرلو۔ زَوَّجْنٰكَهَا کے یہی معنی ہیں۔ اٰمَرْنَاكَ بِتَزَوُّجِهَا۔ دیکھو رُوح المعانی پ۲۲ ص ۲۵۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کرنے کا حکم آسمان سے آیا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرع شریف کے حکم کے موافق زمین پر گواہوں کے رو برو باقاعدہ نکاح کیا۔ پھر ولیمہ بھی کھلایا جس میں گوشت روٹی تھی۔ (سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۳۴۰) اس تقریر سے آیت طلاق کا ربط بھی واضح ہوگیا۔

فائدہ: لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ (احزاب: ۳۷) اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ حکم شرع کو بیان کرنے کے لیے تھا، کیونکہ شرع کا حکم آپؐ کے فعل سے مستفاد ہوتا ہے۔ دیکھو تفسیر رازی ج ۴ ص ۵۸۰۔

فائدہ: بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حُسن کی وجہ سے زینبؓ پسند آگئی تھیں اس لیے زیدؓ سے طلاق دلوا کر اپنے ساتھ نکاح کرلیا۔ مگر یہ بات سراسر غلط ہے اور کسی دشمن نے کُتبِ تفاسیر میں دسیسہ کاری کرکے یہ بات درج کردی۔ اگر یہ بات ایسے ہی ہوتی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی حضرت زیدؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ کا نکاح نہ کرتے۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہ بات حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ پھر اس قسم کی گھٹیا باتیں تو ویسے بھی شانِ انبیاء علیہم السلام سے بعید تر ہیں۔ دیکھیے: تفسیر البحر المحیط۔ رُوح المعانی و تفسیر ابنِ کثیر۔ اس کے علاوہ تفسیر ماجدی کے انگریزی ایڈیشن میں ہے کہ مسیحیوں نے بے وجہ اسے مبحث بنایا ہے مگر ایک ممتاز برطانوی مصنف باسورتھ اسمتھ نے اُن مسیحیوں سے برعکس نتیجہ حضورؐ کے کمالِ اخلاص کا اسی صورت سے نکالا ہے۔

اے نبیؐ! سوائے آپ کی ان ازواج کے' جو موجود ہیں اور سوائے ۵۰
مہاجرات اور واہبہ کے نکاح مت کرو، تاکہ بے عزتی نہ کریں'
کیونکہ آپ کی بے عزتی دین کی بے عزتی ہے۔ اے مومنو! نبیؐ ۵۳
کے گھر بلا اجازت مت جایا کرو۔ اور نبیؐ کے گھر کا حجاب
فرض سمجھو۔ رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو۔ اور آفرین کرو[1] ۵۶

بدرِ منیر: [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُصَلُّوْنَ کا معنی یُبَرِّکُوْنَ فرمایا ہے۔ یعنی ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں' مبارکیں دیتے ہیں۔ دیکھیے تفسیر ابن کثیر و تفسیر معالم التنزیل پ۲۲ ص ۵۹۴۔ مفسر ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر پ۲۲ ص ۳۱ میں فرمایا: قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُبَرِّكُوْنَ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکیں دیتے ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری ص ۷۰۷ میں فرمایا قال ابوالعالیۃ صلوٰۃ اللہ ثناءہٗ علیہ عند الملائکۃ وصلوٰۃ الملائکۃ الدعاء یعنی حضرت ابوالعالیہ مفسر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صلوٰۃ اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کرنا۔ (مثلاً خوب۔ خوب۔ واہ۔ واہ۔ کیا خوب میرے پیارے نبیؐ نے لوگوں تک میرے فرمان و پیغام کو کھل کر پہنچایا۔) اور فرشتوں کی صلوٰۃ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا کرنا کہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے صلے میں ان کے درجات اور مقامات میں مزید ترقی عطا فرما۔ اور یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ کے معنے ہوئے: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آفرین کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! واہ واہ! آپ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل خوب کی ہے۔ اور "آفرین" کے معنی غیاث اللغات ص ۹ میں ہیں تحسین و حمد۔ جہانگیری' برہان قاطع اور سراج اللغات میں بھی یہی معنی ہیں۔ نیز فرہنگِ عمید میں ہے: "آفرین" کلمہ ایست کہ در برابر کار خوب کہ کسے انجام دادہ باشد باُو میگویند، یعنی دعائے نیک ہم گفتہ شدہ کہ خلافِ نفرین باشد۔ نیز بقرہ: ۱۵۷ میں شاہ عبدالقادرؒ نے بھی صلوٰتٌ کا معنی "شاباشیں" کیا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

۷۳	ایذا مت دو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں خیانت نہ کرو۔ قال الزجاج یقال حمل الامانۃ ای خانھا۔ (مدارک)

مختصر ترین خلاصہ: (الاحزاب) مشرکین کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔ کیونکہ کسی کے شفیع قہری کہ دینے سے کوئی شفیع قہری بن نہیں جاتا۔ جیسے کسی کا اپنی بیوی کو ماں کہدینے سے وہ بیوی اس شوہر کی ماں نہیں بن جاتی۔ اور جیسے کسی غیر کو اپنا بیٹا کہدینے سے وہ غیر اس کا بیٹا نہیں بن جاتا۔ (اسی طرح کسی کے کہدینے سے کوئی شفیع نہیں بن جاتا)

بدرِ منیر: (ص ۱۱۹ سے آگے) **فائدہ:** اسی آیت (۳۳ : ۵۶) میں صَلُّوا عَلَیْہِ کے بعد وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا آیا ہے۔ جس کے معنی حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشکل الآثار ج ۴ ص ۷۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وغیرہا میں اور امر و نہی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات بلا چون وچرا مانتے جاؤ۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (نساء : ۶۵) پس تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ اس وقت تک ہرگز ایمان دار نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑوں میں صرف آپ کو ہی منصف نہ بنائیں گے۔ پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ اس کو پورا پورا قبول کرلیں گے۔ اور یہی معنی یہاں بھی ہیں کہ لے پالک کی مطلقہ بیوی کے بارے میں جو حکم آپ ارشاد فرما رہے ہیں اسکو پورا پورا بخوشی تسلیم کرلیں۔ اور علماء نے بعض حدیثوں کو دیکھ کر سلام کا معنی بھی لیا ہے مگر ربطی معنی یہی ہے۔

ل (حاشیہ صفحہ ہذا) بعض علماء کا کہنا ہے کہ آسمان زمین اور پہاڑوں کی امانت کا مطلب ہے ان کا مشیتِ ایزدی کے آگے منقاد اور مطیع ہونا۔ اور بنی آدم کی امانت کا مطلب ہے طاعت اور فرائض کی پابندی اور اَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا کے معنے اس صورت میں یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ امانت کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور اس کی کسی طرح کی خیانت نہیں کرتے اور اپنی کارگزاری سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ اور حملہا الانسان کے معنے ہوں گے کہ انسان نے خیانت کی اور اپنی کارگزاری

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۲۰ سے آگے) سے عہدہ برآنہ ہوسکا۔ محاورۂ عرب ہے فلانٌ حامل الامانۃ ومحتمل الامانۃ یعنی اپنے مالک کا حق ادا نہیں کرتا۔ اور ایسا ہی مفہوم حضرت حسن بصری سے منقول ہے۔ (جامع البیان ص ۳۶۷) نیز قاموس ج ۲ ص ۳۶۱ میں ہے: اَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا ای یخنها وخانها الانسان کہ ارض وسما وجبال تو حکمِ الٰہی کی خیانت سے دُور رہے اور کافر اور منافق انسان ہی ایسا ہے جو حکمِ الٰہی کی بجاآوری میں خائن ہے۔ اور کشاف ج ۳ ص ۲۴۹ میں ہے کہ حمل الامانت ماخوذ ہے: فلان حامل الامانۃ ومحتملها سے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے مالک کی ڈیوٹی پوری پوری ادا کرتا ہے حتیٰ کہ اپنی کارگزاری سے عہدہ برآ ہوجائے۔ کیونکہ امانت ایک بوجھ ہے جو ایک مومن پر سوار ہے اور مومن نے اس کو اپنے اُوپر اُٹھا رکھا ہے۔ محاورہ ہے رکبته الدیون کہ فلاں پر قرض چڑھا ہُوا ہے۔ اسی طرح لی علیہ حق کہ اس پر میرا حق ہے۔ پھر جب قرض اُتار دیتا ہے تو نہ قرض اس پر سوار رہا اور نہ وہ انسان اپنے اُوپر قرض اُٹھانے والا رہا۔

فائدہ: آیت نمبر ۳۰: فاحشۃ مبینۃ (ناشائستہ حرکت) سے مراد عصیانِ نبی ہے جیسا کہ بیہقی نے مقاتل کے حوالے سے کہا۔ اور مزید مطالبہ جس سے ضیقِ قلبِ مُبارک ہو بھی مراد ہے۔ (تھانویؒ) ہمارے پیرو مُرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نساء النبیؐ کا یہ کہنا کہ اگر نبی اللہؐ نے اپنے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرلیا ہے تو وہ جانیں' ہم یہاں کیا کرسکتی ہیں۔ جب انھوں نے اپنی مرضی سے یہ کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان نساء النبیؐ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا کہنا ناشائستہ حرکت ہے' فاحشہ بینہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کام کرتے ہیں۔ دیکھیے بُلغۃ الحیران ص ۲۶۴۔ میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہہ مقام کے ساتھ ربط کے لحاظ سے سب توجیہوں سے انسب ہے۔ اور رہا مقبول احمد شیعی کا کہنا کہ اس سے مراد جنگِ جمل ہے تو یہ سراسر غلط ہے آخر عہدِ نبویؐ وصحابہ کرامؓ میں تو یہ آیت پڑھی جاتی تھی اُس وقت اس سے کیا مراد لیا جاتا تھا؟

فائدہ آیت نمبر ۳۳ : اَهْلَ الْبَیْتِ - الآیہ - یہ آیت ام المومنین حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی - اور یہاں اہل البیت سے مراد حضرت ام سلمہؓ ہیں،
پھر اس کے بعد اوروں کے لیے بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اور
اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی - چنانچہ آپؐ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت
حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بلوا کر دعاء فرمائی اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ
بَیْتِیْ کہ اے اللہ ! یہ چاروں بھی میرے اہلِ بیت میں ہوں - تو اللہ تعالیٰ نے دعا
قبول فرمائی - حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سمجھنے لگیں کہ شاید میں اہلِ بیت سے خارج
ہو جاؤں گی تو عرض کیا : اما انا یا رسول اللہ من اهل البیت کہ یارسول اللہ !
(صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی تو آپ کے اہلِ بیت سے ہوں - تو آپؐ نے ارشاد فرمایا
بلیٰ یعنی کیوں نہیں، آپ تو ہیں ہی اہلِ بیت، آپ کو اس قسم کے سوال کی
ضرورت ہی نہیں - اور ایک روایت میں ہے : آپؐ نے فرمایا : انتِ مکانك
کہ آپ تو اپنی جگہ ہیں - یعنی آپ پر تو اہلِ بیت کا اطلاق برمحل اور حقیقی ہے،
اور ان چار پر اہلِ بیت کا اطلاق برمحل نہیں بلکہ مجازی ہے اور میری دعا بھی
اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے اور انھیں اہلِ بیت میں داخل فرما لیا گیا ہے - جیسے حضرت
جبرائیل علیہ السلام کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اہلِ بیت میں سے فرمایا ہے
جبرائیل من اهل بیتی (حیات القلوب ج ۲ ص ۲۰۵ و ۲۴۴) اسی طرح ام المومنین
حضرت ماریہ قبطیہ کو بھی اہلِ بیت سے فرمایا - دیکھیے حیات القلوب ج ۲ ص ۶۹۵ فارسی
ج ۲ ص ۹۱۶ اردو - اور تفسیر عمدۃ البیان ج ۳ ص ۲۸۲ - حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
کو بھی اہلِ بیت میں داخل فرمایا - (ابن جریر پ ۲۲ ص ۵) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو
بھی اہلِ بیتِ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا - (جامع صغیر ج ۲ ص ۳۲، حیات القلوب
ج ۲ ص ۶۶۵ - عبد الحکیم بر عبد الغفور ص ۳) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق
بھی فرمایا کہ یہ اہلِ بیت سے ہیں - (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۴۲) حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ
کو بھی اہلِ بیت فرمایا - (مشکوٰۃ ص ۵۶۹) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی اہلِ بیت

بدرِ مُنیر: (ص ۱۲۲ سے آگے) سے فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلِ بیت کہا۔ (بخاری ص ۷۰۷۔ مسلم ج ۲ ص ۳۶۰) حضرت ابراہیمؑ بن رسول اللہؐ بھی اہلِ بیت سے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۸) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بیت کہا۔ (مشکوٰۃ ۵۷۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اہلِ بیت فرمایا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی اہلِ بیت رسول اللہؐ کی صف میں کھڑے ہیں۔ دیکھیے مشکوٰۃ ص ۵۷۰۔ نیز حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہل سے کہا۔ (ابنِ جریر پ۲۲ ص ۶) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں کو اہلِ بیت میں شمار فرمایا ہے۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۰) بلکہ تمام امت محمدیہ کو آلِ محمدؐ کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے روایت کیا ہے۔ (کتابُ الآثار للامام ابی یوسف ص ۱۲۸) اس لحاظ سے تو تمام صالحہ اُمتِ محمدؐ اہلِ نبی میں داخل ہیں اور از رُوئے قرآن بھی تمام صالحینِ اُمت اہلِ نبیؐ اور آلِ محمدؐ ہیں، اور جو صالح نہ ہو وہ اہلِ نبیؐ سے خارج ہے، خواہ وہ نبیؐ کا بیٹا ہی ہو۔ جیسے سورت ہُود میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے غیر صالح بیٹے کے بارے میں ارشادِ باری تعالےٰ ہے: انہ لیس من اھلك پھر اہلِ نبیؑ نہ ہونے کی وجہ بتاتے ہُوئے فرمایا انہ عمل غیر صالح۔ نیز المحکم والمحیط الأعظم ج ۴ ص ۲۵۶ میں ابنِ سِیدہ لغوی نے کہا: اھل کل نبی امتہ۔ اور یہاں آیتِ مذکورہ میں "اہلِ بیت" سے مُراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مُطہرات ہیں۔ (ابن عباس، عکرمہ، مقاتل، عروہ، سعید بن جبیر، عطاء، کلبی، اور زجاج وغیرہم کا یہی فرمان ہے۔) رہا یہ سوال کہ گھر والیاں نبیؐ کی اگر مراد ہیں تو جمع مذکر مخاطب کا اطلاق کیونکر درست ہُوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک عورت پر بھی جمع مذکر مخاطب کا اِستعمال ہُوا ہے کیونکہ اس عورت کی شان بلند تھی، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پاک بیوی حضرت سارا، رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ھود: ۷۳)

فائدہ: آیت نمبر ۶: وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ پھر سُورت مجادلہ آیت نمبر ۲ میں آیا ہے: اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ یعنی مائیں وہی ہیں جنھوں نے جنا ہے۔ نیز جب وہ

بدرِ منیر: (ص ۱۲۳ سے آگے) بھی مائیں ہوئیں جو ازواج نبیؐ ہیں تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے باپ ہوئے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ (۳۳:۴۰) تو مطلب یہ ہے کہ ازواج مطہرات تحریم اور استحقاق تعظیم میں مائیں ہیں اور باقی امور میں اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔ اسی لیے ان سے پردہ کرنا فرض، اُن سے خلوت اور اُن کو ہاتھ لگانا حرام ہے اور ان کا ورثہ نہیں ہے۔

فائدہ: آیت نمبر ۶۹: وَبَنَاتِكَ۔ یہ آیت اور اس سے پہلے آیتِ حجاب ذی القعدہ ۵ھ کو امّ المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش کی شبِ زفاف کی صبح کو نازل ہوئی تھی۔ اور اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں بقیدِ حیات تھیں۔ (اُمِّ کلثوم۔ زینب۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن) حضرت زینبؓ ۸ھ میں اور حضرت ام کلثومؓ شعبان ۹ھ میں جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں۔ اب شیعہ کا کہنا کہ نزولِ آیت کے وقت صرف حضرت فاطمہؓ تھیں اور بنات جمع عظمتِ شانِ بتول کے لیے لایا گیا ہے۔ یا بشمول نواسیاں۔ سو یہ عقل و نقل و قواعد اصول کے خلاف ہے، واحد کا اطلاق جمع پر مجاز ہے جو حقیقت متعذرہ یا مہجورہ کے موقع پر ہی لیا جاسکتا ہے۔ اور پھر نواسیاں مُراد لینے میں بھی جمع بین الحقیقۃ و المجاز لازم آئے گا جو خلافِ قانون ہے۔ نیز جمع کثرت کا لفظ قلت کی جگہ اور قلت کا لفظ کثرت کی جگہ عام استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اور کُتبِ شیعہ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہوئیں، لے پالک نہ تھیں۔ دیکھو اصول کافی ابوابُ التواریخ ص ۲۷۸۔ صافی شرح کافی کتابُ الحجۃ جزء ۳ حصہ ۲ ص ۱۴۷۔ مرآۃ العقول ج ۱ ص ۳۵۲۔ صافی ج ۳ ص ۱۴۷۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۵۶۰۔ ص ۷۱۸۔ ص ۵۶۱۔ ص ۵۵۹ باب ۵۰ و باب پنجم ص ۸۲ و ۸۹ ج ۲۔ تہذیب الاحکام ج ۱ ص ۱۵۲۔ تحفۃ العوام ص ۱۱۲۔ نیز دیکھیے مفاتیح الجنان ج ۱ ص ۲۵۷ و منتہی الآمال ص ۷۹ و ص ۱۰۰ و ص ۱۲۲، ۱۷، ۱۰۲۔ انساب بلاذری ج ۱ ص ۳۹۷، ۴۰۱، ۴۰۳۔ تذکرۃ المعصومین صفحات ۶، ۷، ۷۶، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۶۔ جلاء العیون صفحات ۷۷، ۱۲۵، ۱۴۹، ۱۹۵، ۲۳۱، ۳۵۳۔ مجالس المؤمنین صفحات

(باقی صفحہ ...)

بدرِ منیر: (ص ۱۲۴ سے آگے) ۷ ، ۱۲ ، ۵۷ ، ۵۸ ، ۱۴۲ ، ۲۶۸ ، ۲۷۵ باب ۱ ، ۳ ، ۴ ،
نیز حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا دامادِ رسولؐ ہونا بھی شیعہ کتب سے ثابت ہے ۔ دیکھیے حیات القلوب ج ۲ ص ۳۰۰ ، ۵۵۹ ، ۵۶۳ ۔ اسی طرح سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دامادِ رسولؐ ہونا بھی کُتبِ شیعہ میں مذکور ہے ۔ دیکھیے حیات القلوب باب ۲۵ ج ۲ ، ص ۲۹۴ ۔ ۵۶۳ ۔ مجالس المومنین ص ۸۷ ۔ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۵ برحاشیہ ۔ فیض الاسلام اردو ترجمہ نہج البلاغہ سید علی نقی ص ۵۱۹ ۔ ان حوالہ جات کے بعد پھر بھی کوئی یہی کہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں اور باقی تین بیٹیوں کو لے پالک کہنے پر ڈٹا رہے تو پھر کم از کم یہ بتانا بھی اس پر ضروری ہوگا ان کے اصل باپ کا نام کیا ہے اور ان کی ماں کون تھی اور ان کی نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں کی جاتی ہے ۔ جبکہ لے پالک کی نسبت ان کے اپنے ماں باپ کی طرف کرنے کا صریح حکم قرآن پاک میں آیا ہے ادعوھم لآباءھم ان لے پالکوں کو ان کے اپنے باپوں کی طرف منسوب کرو ۔ یعنی جاہلیت کی رسم ختم کرو ۔ پھر جو لوگ ان تینوں صاحبزادیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کا انکار اور نفیِ نسب کرتے ہیں قرآن و سُنّت کی رُو سے اُن پر حدِ قذف واجب ہوتی ہے ۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان قاذفین پر حد لگتی ۔

فائدہ: آیت نمبر ۶۹ : لا تکونوا کالذین اذوا موسٰی (الآیہ) موسٰی علیہ السلام کو ایذاء یوں دی گئی کہ قارون نے ایک عورت کو سونے کا ایک تھال دے کر کہا کہ موسٰی (علیہ السلام) جب تقریر کر رہے ہوں تو مجلس میں جا کر کہنا کہ موسٰیؑ نے میرے ساتھ (معاذ اللہ) زنا کیا ہے ۔ تو اس عورت نے سچ مچ بھری مجلس میں یہ بات کہدی ، تو حضرت موسٰی علیہ السلام نے اس عورت سے پُوچھا کہ میں تجھے اس خدا کی قسم دے کر پُوچھتا ہوں جس نے بحرِ قلزم کو پھاڑ کر تجھ کو بچایا ہے سچ سچ بتا کہ کس کے کہنے پر یہ الزام لگا رہی ہے تو اس عورت نے صاف کہدیا کہ قارون کے کہنے پر ۔ پھر قارون پر اللہ کا قہر نازل ہُوا ۔ ؎

حذر کن زریش درونہائے ریش   کہ ریش دروں ریش سر بر زند

اور یہ واقعہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ نے قصص القرآن ج ۱ ص ۴۹۹ و ۵۰۰ میں بحوالہ کتب تفاسیر لکھا ہے ۔

رکوعاتہا ۶ — سُورَةُ سَبَا مَكِّيَّة — ۳۴ — ۵۸ — کلماتہا ۸۳۳
آیاتہا ۵۴ — حروفہا ۱۵۱۲

نفی شفاعت قہریہ پر وارد ہونے والے شبہوں کا ازالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱ دُنیا میں سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور آخرت میں بھی سب کچھ
۲ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ اور ہر چیز کا عالم بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ
تعالیٰ کے پیارے بندے اگرچہ ان پر اللہ تعالیٰ نے بہت رحمت کی
ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے محکوم ہیں۔ اس کے شریک نہیں،
۱۱ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو حکم کیا وَاعْمَلُوْا صَالِحًا یعنی عمل صالح کرو۔
۱۴ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ غیب دان تو نہیں۔ چنانچہ سُلیمان علیہ السلام
۲۲ کی موت کی خبر ان (جنّوں) کو نہ ہوئی۔ ملائکہ کو جو تم شفیع بنا کر پوجتے
۲۳ ہو وہ نفع وضرر کے مختار نہیں۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ
۴۰ قیامت میں حق تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا۔ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ
كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ
فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔

بدرِ منیر: فائدہ آیت نمبر ۱۳۔ حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ۲۷۱ میں فرمایا: "تَمَاثِيْل بمعنی چارپائیاں۔ اور چارپائی مثل انسان کے قد کے برابر ہوتی ہے، اس واسطے اس کو تمثیل اور مثال کہا جاتا ہے، جیسا کہ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حالتِ حیض میں نزلت عن المثال یعنی چارپائی سے اُتر آئی"۔ احقر کہتا ہے کہ "مثال" کے معنی تو واقعی اہلِ لغت نے بستر فراش اور چارپائی کے لکھے ہیں جیسے مشکوٰۃ ص ۵۶ کے حاشیہ میں ہے۔ مگر تمثال کے معنی چارپائی کے تا حال کسی لغت کی کتاب میں نہیں ملے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت کی وسیع نظر اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

مسئلۂ شفاعت

سوال: ومن الناس من ینکر الشفاعة لقوله تعالیٰ لا تنفعها شفاعة وامثالها۔ یہ شفاعت والا مسئلہ (شیخ الاسلام) ابن تیمیہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے رسالہ میں ص ۸ پر ہے۔ یہ اس سے نقل کیا گیا ہے۔

جواب اہل السنت والجماعت: ان ھذا لعله یراد به شیئان

احدهما انها لا تنفع المشرکین کما قال تعالیٰ فی نقل جوابهم

۷۴: ۴۲ لما قیل لهم مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ. قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ

تا نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

۷۴: ۴۸ بِيَوْمِ الدِّينِ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ

فهؤلاء نفی عنهم نفع شفاعة الشافعین لانهم کانوا کافرین

والثانی انه یراد بذلك نفی الشفاعة التی اثبتها اهل الشرك ومن شابههم من اهل البدع من اهل الکتب والمسلمین الذین یظنون ان للخلق عند الله من القدر ان یشفعوا عنده بغیر اذنه کما یشفع الناس بعضهم عند بعض فیقبل المشفوع الیه شفاعة شافع لحاجته الیه رغبة ورهبة کما یعامل المخلوق بالمعاوضة. فالمشرکون[1]

بدرِ منیر: (ص ۱۲۶ سے آگے) تک پہنچی ہو، البتہ یہ معنیٰ کرنے سے وہ اشکال ختم ہوجاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بت بنوایا کرتے تھے۔ اسی لیے یہود حضرت سلیمان علیہ السلام کو سرے سے پیغمبر ہی نہیں مانتے بلکہ بت پرستی کا پشت پناہ بادشاہ مانتے ہیں، کہ اس نے اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لیے بت خانے تعمیر کرائے تھے۔ لیکن چارپائی والا معنیٰ اگر صحیح مل جائے تو وہ اعتراض ہی رفع ہوجائے گا۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) مفسر نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اصول شرک کے چار ہیں۔ کیونکہ مشرک آدمی حصولِ نفع کے لیے کسی کو معبود بناتا ہے۔ اور نفع صرف اس سے حاصل ہوسکتا ہے جس میں مندرجہ ذیل چار باتوں میں سے ایک بات ہو:

(باقی اگلے صفحہ پر)

كانوا يتخذون من دون الله شفعاء من الملئكة والانبياء والصالحين
ويصورون تماثيلهم فيشفعون بها ويقولون هؤلاء خواص الله
فنحن نتوسل الى الله بدعائهم وعبادتهم ليشفعوا لنا كما يتوسل
الى الملوك بخواصهم لكونهم اقرب الى الملوك من غيرهم فيشفعون
عند الملوك بغير اذن الملوك . وقد يشفع احدهم عند الملك فيما
لا يختاره فيحتاج الى اجابة شفاعته رغبة ورهبة، فانكر الله
۲۵۵:۲ هذه الشفاعة فقال تعالى مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ . وقال
۲۶:۵۳ تعالى وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ
۲۶:۲۱ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى . وقال تعالى وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ
تا وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ
يَعْمَلُوْنَ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ
۲۸:۲۱ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ . وقال تعالى قُلِ ادْعُوا
۲۲:۳۴ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
و ۲۳:۳۴ وَلَا فِي الْاَرْضِ وما لهم فيهما من شرك وما له منهم من ظهير . وَلَا تَنْفَعُ
۱۸:۱۰ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ . وقال تعالى وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ
اَتُنَبِّـُٔوْنَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

بدرِ منیر: (ص ۱۲۷ سے آگے) ① یا تو یہ ہو کہ عابد جو نفع چاہتا ہے اس کا معبود اس نفع دینے کا مستقل مالک و مختار ہو۔ اور اگر وہ اس چیز کا مستقل مالک نہیں تو ② مالک کا شریک ہو، اگر شریک نہ ہو تو ③ مالک کے ساتھ تعاون کرنے والا اور امدادی ہو۔ اور اگر اس کا امدادی نہ ہو تو ④ مالک کے ہاں اس کی سفارش چلتی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے علی الترتیب ان چاروں باتوں کی نفی فرمادی۔ اور اس شفاعت کو ثابت اور برقرار رکھا، جس میں مشرک کا کوئی حصہ نہیں اور وہ ہے شفاعت باذن اللہ تعالیٰ۔

يُشْرِكُونَ. وقال تعالى وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ ۵۱:۶
رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ. وقال
تعالى اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۴:۳۲
ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا
تَتَذَكَّرُونَ. وقال تعالى وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ ۸۶:۴۳
إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ. وقال تعالى وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ ۹۴:۶
كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ
وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ
لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ. وقال تعالى
أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا ۴۳:۳۹
يَعْقِلُونَ. قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ تا
ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ ۴۵:۳۹
يَسْتَبْشِرُونَ. وقال تعالى وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ ۱۰۸:۲۰
إِلَّا هَمْسًا. يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ ۱۰۹:۲۰
لَهُ قَوْلًا. وقال صاحب يٰس وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ ۲۲:۳۶
تُرْجَعُونَ. أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ تا
عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ. إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۲۴:۳۶

بدرِ منیر: له : امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلاغ المبین ص ۱۶ میں تحریر فرمایا: ازین ردِّ پیر پرستان ہم است کہ گویند کہ چوں مردے کہ بسبب کمالِ ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات مقبول الشفاعۃ عند اللہ شدہ بود ازین جہان می گزرد، روح او را قوتِ عظیم و وسعتے فخیم می رسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاستِ او یا بر گورِ او سجود و تذلل تام نماید، روحِ او را بسبب

(باقی اگلے صفحہ پر)

۲۵:۳۶ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ . فهذه الشفاعة التی اثبتها المشرکون للملائکة والاولیاء والصالحین حتی صوروا تماثیلهم وقالوا استشفاعنا بتماثیلهم استشفاعهم بهم وکذلك قصدوا قبورهم قالوا نحن نستشفع بهم بعد مماتهم لیشفعوا لنا الی الله وصوروا تماثیلهم نعبد وهم کذلك وهذه شفاعة ابطلها الله تعالیٰ
۲۳:۷۱ ورسوله . قال الله تعالیٰ عن قوم نوح (علیه السلام) قالوا لَا تَذَرُنَّ
۲۴:۷۱ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا . قال ابن عباس (رضی الله عنهما) وغیره هؤلاء قوم صالحون

بدرِ منیر: (ص ۱۲۹ سے آگے) وسعت و اطلاق برآن مطلع شود - و در دنیا و آخرت شفاعت نماید - اه - وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا - مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا مُردوں کو اس لیے الٰہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان کے شفعاء ہوں گے - جیسے تفسیر ابی السعود ج ۴ ص ۸۰۶ میں ہے: عن النضر بن الحارث قال اذا کان یوم القیامة یشفع اللات ؛ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کَلَّا کہ یہ بات بالکل غلط ہے - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیهم ضدًّا ای اعداء یوم القیٰمة ، وکانوا فی الدنیا اولیاءهم یعنی وہ قیامت میں ان کے دشمن ہوں جو دُنیا میں ان کے دوست تھے - (غریب القرآن لابن قتیبہ ص ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ - جو مشرک کہ آخرت پر ایمان رکھتے تھے وہ نہ صرف آخرت میں معبودانِ باطلہ کو اپنا شفیع مانتے تھے بلکہ دُنیوی کاروبار میں بھی اپنے معبودانِ باطلہ کو شفیع سمجھتے تھے - چنانچہ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲ میں ہے: ویقولون هؤلاء شفعاءنا عند الله ای تشفع لنا عند الله فی اصلاح معاشنا فی الدنیا - نیز تفسیر ابوالسعود ج ۴ ص ۸۰۷ میں ہے انهم وضعوا هذه الاصنام علی صور اٰبائهم واکابرهم وزعموا انهم متی اشتغلوا بعبادة هذه التماثیل فان اولئك الاکابر یشفعون لهم عند الله - اه

کانوا فی قوم نوح (علیہ السلام) فلما ماتوا صوروا تماثیلھم فعبدوھم وھذا مشھور فی کتب التفسیر والحدیث وغیرھا کالبخاری وغیرہ وھذہ ابطلھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحسم مادتھا وسد ذریعتھا حتی لعن من اتخذ قبور الانبیاء والصالحین مساجد یصلی فیھا وان کان المصلی فیھا لا یستشفع بھم. ونھی عن الصلوٰۃ الی القبور وارسل علی بن ابی طالب فامرہ ان لا یدع قبرا مشرفا[1] الا سواہ ولا تمثالا الا طمسہ ومحاہ. ولعن المصورین. وعن ابی الھیاج الاسدی قال لی علی بن ابی طالب انی ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ وفی لفظ ولا صورۃ الا طمستھا اخرجھا مسلم.

[1] المراد بالقبر المشرف المرتفع البناء ومعنی سویتہ ان یھدمہ فیجعلہ ماویا للارض وبناء القبور وتشریفھا کبناء القباب والمساجد فوقھا من البدع المخالفۃ لدین اللہ تعالیٰ ولعنہ جمیع الانبیاء وقد اتبع المتبعون المنتسبون الی السنۃ فیھا المبتدعۃ مع ما ورد من الاحادیث الصحیحۃ فی خطرھا ولعن فاعلیھا. بل انقلبت البدعۃ سنۃ. فصار جمیع جمھور الناس ینکرون علی من ینکرھا ویعدونہ مبتدعا او کافرا. ۱۲ منہ قدس اللہ سرہ العزیز

یعنی قبر مشرف کے معنی ہیں جس کی بناء بلند ہو اور اس کی تسویہ کا مطلب ہے اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دینا (صرف بالشت کے برابر زمین سے اُوپر رکھنا جیسے احادیث سے ثابت ہے) اور قبروں کے گرد مکان بنانا اور اس کو بلند کرنا جیسے گنبد اور مسجدیں بنانا قبور کے اُوپر یہ بدعات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہُوئے دین کے مخالف ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ان پر لعنت ہے اور بعض اہل سُنّت کہلانے والے مبتدعین کے پیروکار ہوگئے ہیں باوجودیکہ صحیح حدیثوں میں ان کی ممانعت آئی ہے۔ اور ان کے مرتکب پر لعنت آئی ہے بلکہ بدعت کا نام سُنّت رکھ دیا گیا ہے اور جو اس عمل

مسئلۂ توسّل

اور توسّل والا مسئلہ بھی اسی رسالہ ابنِ تیمیہؒ المسمیٰ بالقاعدۃ الجلیلہ فی التوسّل والوسیلہ میں ہے۔ و اذا قال قائل اسالك بحق فلان او بجاهه ای اسالك بایمانی به و محبتی له وهذا من اعظم الوسائل. قیل من قصد هذا المعنی فهو معنی صحیح. لکن لیس هذا مقصود عامة هؤلاء. فمن قال اسالك بایمانی بك وبرسولك و نحو ذلك او بایمانی برسولك ومحبتی له ونحو ذلك فقد احسن فی ذلك کما قال تعالیٰ فی دعاء المؤمنین ربنا اِنَّنَا سَمِعۡنَا
۳:۱۹۳ مُنَادِيًا يُّنَادِیۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا
۳:۱۹۴ ذُنُوۡبَنَا. الی قوله لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ. قال تعالیٰ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ
۲۳:۱۰۹ عِبَادِیۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ
۳:۵۳ وقال تعالیٰ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ

وکان ابن مسعود (رضی الله عنه) یقول اللهم امرتنی فاطعت ودعوتنی فاجبت و هذا اسحر فاغفر لی. ومن هذا الباب حدیث الثلثة الذین اصابهم المطر فاووا الی الغار وانطبقت علیهم الصخرة ثم دعوا الله سبحنه باعمالهم الصالحة ففرج عنهم. وقال ابو بکر بن ابی الدنیا حدثنا خالد بن خراش العجلانی واسمٰعیل بن ابراهیم قالا حدثنا صالح المرّی عن ثابت عن انس رضی الله عنهما قال دخلنا علی رجل من الانصار وهو مریض ثقیل فلم نبرح حتی قبض فبسطنا علیه ثوبه وله ام عجوز کبیرة عند رأسه فالتفت الیها بعضنا وقال یا هذه احتسبی مصیبتك عند الله. قالت وما ذاك مات ابنی؟ قلنا نعم! قالت احقٌّ ما تقولون؟ قلنا نعم! فمدت یدیها الی الله تعالیٰ فقالت

(حاشیہ صفحہ ۱۳۱ سے آگے) پر نکیر کرے اس کو لوگوں کی اکثریت برا سمجھتی ہے اور اس بے چارے کو مُبتدع یا کافر کہتے ہیں۔

اللهم انك تعلم انی اسلمتُ و هاجرتُ الی رسولك رجاء ان تعقبنی عند کل شدة فرجًا فلا تحمل علی هذه المصیبة الیوم قال فکشفتِ الثوبَ عن وجهه فما برحنا حتی طعمنا معه وروی فی کتاب الحلیة لابی نعیم ان داؤد (علیه السلام) قال بحق اٰبائی علیك ابراهیم و اسحٰق ویعقوب فاوحی الله الیه یا داؤد ای حق لابیك عَلَیَّ. وهذا وان لم یکن من الدلائل الشرعیة فالاسرائیلیات یُعتضد بها ولا یعتمد علیها وقد مضت السنة ان الحی یطلب منه الدعاء کما یطلب منه سائر ما یقدر منه. واما المخلوق الغائب والمیت فلا یطلب منه شئ یحقق هذا الامر ان التوسل به والتوجه به لفظ فیه اجمال واشتراك بحسب الاصطلاح فمعناه فی لغة الصحابة ان یطلب منه الدعاء والشفاعة فیکونون متوسلین متوجهین بدعائه وشفاعته صلی الله علیه وسلم من اعظم الوسائل عند الله عزّ و جلّ.

مختصر ترین خلاصہ: (سبا) مشرکین کو اس مسئلہ نفی شفاعت قہریہ پر بھی کچھ شکوک اور شبہات اُبھرتے ہیں، اس لیے ان کو تسلی بخش قرآنی جواب دیں تاکہ اُن کے ذہن میں یہ شکوک و شبہات پیش آنے والے زائل ہو جائیں۔

بدرِ مُنیر: فائدہ متعلقہ سورت سبا: تحفۃ الہند ص ۴۳ پر ہے کہ جب مسلمان ہندو پر اعتراض کریں کہ عاقل، غیر عاقل کو، قوی، عاجز کو کیسے حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر بلاتا ہے؟ بھلا یہ گھڑے ہوئے پتھر کے بُت کیا کر سکتے ہیں۔ عقلمند آدمی کبھی ماننے کو تیار نہیں، پھر تمہاری عقل کیا ہوئی؟ تو ہندو کی طرف سے مسلمان کو یہ جواب ملتا ہے کہ: یہ پُوجا پاٹ، پُکار اور اسی طرح دیگر تمام متعلقہ عبادت والا معاملہ اصل میں ان بزرگوں سے ہے جن کا نمونہ بُت ہیں۔ مسلمان کہتا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہے جس نے سب کچھ بنایا اور سب اسی کے محتاج ہیں اور اسی کے در پر سوالی ہیں اور وہ سب کا سوال پُورا کر سکتا ہے اور ہر چیز کو ہر وقت دیکھتا جانتا ہے۔ اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد دھنیو (ص ۱۳۲ سے آگے) ہر کسی کی فریاد ہر وقت سُنتا ہے اور پرلے سرے کا زور رکھتا ہے یعنی نہایت قوی ہے۔ نیز ص ۴۲۶ میں مہابھارت کے حوالے سے لکھا ہے کہ "نارائن" پراگ میں مشغول بہ عبادت ہوئے۔ "نارو" نے پوچھا تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ "نارائن" نے کہا: اگرچہ بات کہنے کی نہیں ہے، لیکن تو ہمارا خادم با اخلاص ہے، تجھ سے کہدیتے ہیں۔ "ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جو مخفی ہے، نہ اُس کو دیکھ سکیں، نہ جان سکیں۔ اور اس کے سوا کوئی لائق پرستش کے نہیں۔ اور برہما و مہادیو وغیرہ اس برہم کے حکم سے دیوتا اور پیروں کو پوجتے ہیں"۔ نیز لکھا کہ ہندوؤں کے بے شمار معبود ہیں۔ ہر معبود کے نام پر طرح طرح کے بُت بنا کر پوجتے ہیں۔ اور اس تعظیم میں اٹھارہ کام کرتے ہیں۔ (۱) اباہن (منتر پڑھ کر دیوتا کو بُلانا) (۲) سنگھاسن (پیتل وغیرہ کا تخت بُت کے نیچے رکھنا) (۳) سنان (بُت کو غسل دینا) (۴) لیپن (صندل وغیرہ ملنا) (۵) اچھت (چاول چڑھانا) (۶) پشپ (پھول چڑھانا) (۷) نی وید (بھوگ لگانا یعنی طعام دینا) (۸) اچمان (پانی پلانا) (۹) تانبول (پان وغیرہ چڑھانا) (۱۰) بستر (پوشاک پہنانا) (۱۱) بھوشن (زیور پہنانا) (۱۲) دھوپ (خوشبو جلانا) (۱۳) دیپ (چراغ روشن کرنا) (۱۴) سنکھ (گھنٹہ بجانا) (۱۵) کرتا (طواف کرنا) (۱۶) استت (سراہنا) (۱۷) ساشٹانگ ڈنڈوت (سات آٹھ اعضا کے ساتھ سجدہ کرنا اور اس معبود سے دین و دُنیا کی حاجات طلب کرنا) پھر (۱۸) بسرجن کرنا (یعنی منتر پڑھ کر دیوتا کو رُخصت کرنا) یہ تو وہ کام تھے جو ہندو اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں اب دیکھیے کہ زمانۂ حال کے بعض کلمہ گو رسمی مسلمان بھی اپنے پیروں کی قبروں وغیرہ کے ساتھ اکثر و بیشتر وہی معاملہ کرتے ہیں جو بُت پرست ہندو اپنے بُتوں کے ساتھ کرتے ہیں البتہ اصطلاحات میں فرق ضرور مغالطہ میں مبتلا کرسکتا ہے۔ اس کے لیے زیادہ پریشانی اور اُلجھن سے بچانے کے لیے ہندوؤں کی اصطلاحات کا مطلب بریکٹ میں لکھ دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ ایک آئینہ ہے، سمجھ دار تو سمجھ سکتا ہے اور ناسمجھ کے لیے یہ سب بے کار ہے۔ اب انتہائی مختصر الفاظ میں رسمی مسلمانوں کے کام لکھے جاتے ہیں جو وہ تعظیم اولیاء میں کرتے ہیں: (۱) ہر سال ایک معین دن میں پیر کی قبر پر عرس یا میلہ کرتے ہیں۔ (۲) پیر کی قبر کو عرق گلاب وغیرہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتها ۵	(۳۵) سُورَةُ الفَاطِر مَكِّيَّة (۴۳)	کلماتها ۹۷۰
آیاتها ۴۵		حروفها ۳۱۲۰

سابقہ تینوں سُورتوں کا نتیجہ کہ جو شفیع نہیں اُسے نہ پُکارو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حاصل یہ ہے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جس نے
۱ آسمان زمین پیدا کرکے فرشتوں کو خدمت میں لگا رکھا ہے۔ خاص اللہ
۲ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رحمت کھولے تو بند کرنے والا
۳ کوئی نہیں۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو۔ هَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَيۡرُ اللّٰهِ

بدرِ منیر: (ص ۱۳۴ سے آگے) غسل دیتے ہیں۔ (۳) قبروں پر اگربتیاں، لوبان اور عود وغیرہ سُلگاتے ہیں۔ (۴) قبروں پر چراغ روشن کرتے ہیں۔ نیز برقی قمقموں وغیرہ سے خوب چراغاں کرتے ہیں۔ (۵) قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں۔ (۶) قبروں کو خوب سجاتے ہیں؛ (۷) قبروں کے اُوپر تعظیماً نہایت قیمتی منقش ریشمی چادریں چڑھاتے ہیں۔ (۸) پیر کے نام پر سبیل لگاتے ہیں جو کہیں پانی اور کہیں دُودھ کی ہوتی ہیں۔ (۹) قبروں پر پختہ قبے اور گنبد بنانے کے لیے کروڑوں رُوپے خرچ کرتے ہیں۔ (۱۰) اہلِ قبر کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے وہاں دیگیں چڑھاتے ہیں، جو تبرک سمجھ کر کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ (۱۱) قبر والے کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں۔ (۱۲) پھول، شیرینی، نقدی اور جنس وغیرہ کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ (۱۳) قبر کا طواف کرتے ہیں۔ (۱۴) قبر پر اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ (۱۵) قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔ (۱۶) قبر کو بوسہ دیتے ہیں۔ (۱۷) قبر کو ہاتھ لگا کر بدن اور منہ پر پھیرتے ہیں۔ (۱۸) قبر سے اہلِ قبر کے فیض پہنچنے کا عقیدہ رکھتے۔ (۱۹) اہلِ قبر ولی کو متصرف سمجھتے ہیں۔ (۲۰) قبر کے سامنے نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (۲۱) قبر والے کو پکارتے ہیں۔ (۲۲) اس سے اپنی حاجتیں اور مرادیں بھی مانگتے ہیں۔ (۲۳) اہل قبور کی خوشنودی کی غرض سے ان کی شان میں منظوم ہدیۂ عقیدت پیش

(باقی اگلے صفحہ پر)

9 یَرْزُقُکُمْ ۔ پس عبادت کے لائق بجز اس کے کوئی نہیں۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ
11 اَرْسَلَ الرِّیَاحَ ۔ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ قولہ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ
13 ای عِلْمِ اللہِ ۔ اے کفار! جن ملائکہ کو تم پکارتے ہو، وہ تو قطمیر کے
بھی مالک نہیں۔ اگر پکارو تو سنتے نہیں۔ اگر بالفرض سن بھی لیں
تو دعاء قبول کرنے کی طاقت نہیں۔ وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکْفُرُوْنَ
بِشِرْکِکُمْ ای بِدُعَائِکُمْ یعنی تمہارے پکارنے کا (انکار کریں گے)
15 لوگو! تم سب عابد و معبود محتاج ہو۔ تم اپنی سب حاجتوں کے
مالک نہیں ہو۔ خالص اللہ تعالیٰ غنی و حمید ہے، کسی کا محتاج نہیں
27 ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ ہر چیز کرنے والا
38 اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سب
40 غیب جاننے والا خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ ملائکہ کو شرکاء بنا کر پکارتے
ہیں، انھوں نے کیا چیز پیدا کی۔ نہ ان کو سموٰت میں کچھ شرکت ہے۔
حاصل سورت کا یہ ہے کہ سب کچھ کرنے جاننے والا اللہ تعالیٰ
ہے، غیر کو مت پکارو۔

بلد رحمنیں: (ص ۱۳۵ سے آگے) کرتے ہیں۔ (۲۴) نیز قوالی کی صورت میں آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہدیۂ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ (۲۵) قوالی کے ساتھ حال کھیلتے ہیں۔ (۲۶) بعض لوگ قبر پر ڈھول بجاتے ہیں۔ (۲۷) ان کاموں کے علاوہ بعض لوگ قبر کی شکل ضریح بنا کر بھی پوجتے ہیں، جیسے ضریح سیدہ زینبؓ کی (۲۸) چودہ معصوموں کی قبور کی شبیہ بھی بناتے ہیں اور تمام امور ان مصنوعی قبروں کے ساتھ بجا لاتے ہیں جو اصل قبروں پر کرتے ہیں۔ (۲۹) بعض لوگ قبروں پر پیر کی نسبت سے گھوڑے، شیر، چراغ وغیرہ چھوٹی چھوٹی مٹی، لکڑی یا کسی دھات کی سورتیاں بھی بطور نذر یا منت چڑھاتے ہیں۔ (۳۰) بعض لوگ اپنی اولاد کو پیر کے نام پر وقف کر دیتے ہیں جیسے دولے شاہ کی چوہیاں۔ بہرحال ایسی بے شمار خباثتیں کرتے ہیں جو ہندو بھی نہیں کرتے۔ یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں۔ اللہ کی پناہ۔

آیاتِ شفاعت

اب آیاتِ شفاعت جمع کی جاتی ہیں، اس کے بعد سورۃ یٰسٓ کا حاصل لکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا ۴۸:۲
شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ. و در موضع ثانی وَاتَّقُوا ۱۲۳:۲
يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا
شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ. در موضع ثالث يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا ۲۵۴:۲
مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا
شَفَاعَةٌ. (بقرہ) وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۵۱:۶
لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (سورۃ انعام)
در موضع ثانی وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ۷۰:۶
اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ و در موضع ثالث وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ ۹۴:۶
زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ. قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَل لَّنَا ۵۳:۷
مِن شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ. (اعراف)
وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ. فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ. وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ. ۹۹:۲۶ تا
فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (شعراء) وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن ۱۰۲:۲۶
شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاءُ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ. (روم) ۱۳:۳۰
مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ. (سورۃ حٰمٓ مومن) ۱۸:۳۰
فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ. وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ. لَّا يَأْكُلُهُ ۳۵:۶۹ تا ۳۶:۶۹
إِلَّا الْخَاطِئُونَ (سورۃ الحاقہ) يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ ۱۹:۸۲
يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ (الانفطار) ان آیات میں ذکر ہے کہ قیامت میں کفار
کے لیے شفاعت کوئی نہیں ہوگی۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ ۸۵:۱۹

تا
۸۷:۱۹ وَفْدًا. وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا. لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا
۱۰۸:۲۰ مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا (مریم) يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ
لَا عِوَجَ لَهُ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا. يَوْمَئِذٍ
تا لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا. يَعْلَمُ
۱۱۱:۲۰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا. وَعَنَتِ الْوُجُوهُ
۴۱:۴۴ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا (طٰہٰ) يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى
۴۲:۴۴ عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ. إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ
۳:۱۰ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ. (الدخان) مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ (یونس)
۳۸:۷۸ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ
لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا. (النبا) ان آیات میں ذکر ہے کہ ایمان
والے شفاعت کریں گے۔ شفاعت واسطے اُن لوگوں کے ہے جن لوگوں
کے لیے حق تعالیٰ نے اذن دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے لوگ
شفاعت کریں گے، جن کے اعتقاد پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ یعنے
ایمان والے، ایمان والوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ سجدہ میں
پیغمبر پڑیں گے، جب اذن ملے گا کہ کلام کرو، تب کلام کریں گے۔
۱۸:۱۰ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ
هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ. قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي
السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (یونس)
کفار اپنے معبودوں کو شفعاء خیال کرتے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ وہ
۴:۳۲ شفعاء غالب نہیں ہیں۔ (یونس)۔ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُم مِّن دُونِهِ
مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (الم سجدہ) جیسے کفار کا گمان
۱۳:۳۵ ہے کہ ہمارے معبود کام کرا لینے کے مختار ہیں، یہ غلط ہے۔ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ
إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۱۴:۳۵
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ (فاطر) کفار ملائکہ کو غائبانہ
پکارتے ہیں معبود سمجھ کر۔ وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی
کچھ نہیں کرسکتے۔ غائبانہ سمیع بصیر اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا یہ شرک
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے کفار کے لیے شفاعت نہیں کرتے۔ أَمِ
اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا ۴۳:۳۹
وَلَا يَعْقِلُونَ. قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۴۴:۳۹
ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. (زمر) کفار معبودوں کو شفیع سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ
تو نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خبر ہوتی ہے لوگوں کے
پکارنے کی۔ جن کاموں میں کافر لوگ ان کو شفیع سمجھتے ہیں، وہ سب
کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ ۲۳:۳۶
الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ (یٰس) کافروں
کے لیے معبود ان کے شفاعت ان کی نہیں کرتے۔ حاصل یہ ہوا کہ
دنیا میں کفار معبودوں کو شفعاء سمجھ کر پکارتے ہیں۔ یہ پکار ان کی شرک
ہے۔ ان کے پکارنے کی ان کے معبودوں کو خبر نہیں۔ نہ کوئی شفاعت
کرتے ہیں۔ ان آیات کا حاصل یہ ہوا۔ سورۃ زخرف وَتَبَارَكَ الَّذِي ۸۵:۴۳
لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تا
تُرْجَعُونَ. وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ ۸۶:۴۳
بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ. کافر جن کو پکارتے ہیں، نہ مختارِ شفاعت ہیں
اور نہ شفاعت کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے جو شاہد بالحق ہیں
اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے لیے شفاعت کرتے ہیں۔ قال تعالیٰ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۷:۴۰
لِلَّذِينَ آمَنُوا (ختم مومن)، کہ حامل العرش وغیرہ ملائکہ مومنوں کے لیے استغفار

کرتے ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا. وَّسَبِّحُوْهُ ۴۱:۳۳ تا
بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ الخ (احزاب) ۴۳:۳۳
حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سورۃ انعام کی پہلی تین آیات صبح کے
وقت پڑھتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعاء کرتے ہیں۔ (مدارک)
نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صبح و شام اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ
الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تین بار پڑھے اور سورۃ حشر کی آخری
تین آیات ایک دفعہ پڑھے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔
وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ ۲۶:۵۳
اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰی. فرشتے اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں
کے لیے شفاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اذن دیا ہوا
ہے۔ (النجم) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ ۱۱۳:۹
اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی. (توبہ)
نیز فرمایا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۸۴:۹
اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ. نیز فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۶۴:۴
جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا
نیز فرمایا: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. نیز فرمایا: وَالَّذِیْنَ ۱۰۳:۹
جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا ۱۰:۵۹
بِالْاِيْمَانِ (حشر) حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے لوگ دنیا
اور آخرت میں مومنوں کے لیے شفاعت کرتے ہیں، مشرک کے لیے نہیں
قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی ۲۲:۳۴
السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ
ظَهِيْرٍ. وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ. یعنی جن کو تم ۲۳:۳۴
پکارتے ہو (بجز اللہ تعالیٰ کے) وہ نہ مالک ہیں کسی چیز کے اور نہ شفاعت

کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے جن کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ۲۳:۳۴
اذن ہے وہ مومنوں کے لیے شفاعت اور استغفار کرتے ہیں (سبا)
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ. لَا يَسْبِقُوْنَهٗ ۲۶:۲۱
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ. يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ تا
وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (انبیاء) ۲۸:۲۱

کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے ولد اور نائب سمجھتے ہیں۔ کافروں کے لیے وہ شفاعت نہیں کرتے۔ نہ ان کو ان کے پکارنے کی خبر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے مکرم بندے' اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے' جن کی شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ راضی ہے یعنی ایمان والوں کے لیے دُنیا میں شفاعت کرتے ہیں۔ حاصل یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے دُنیا میں مومنوں کے لیے دُعا و استغفار اور شفاعت کرتے ہیں۔

فائدہ: آیاتِ شفاعت چار قسم ہیں: ○ قسم اوّل' قیامت میں کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ ○ قسم دوم' اللہ تعالیٰ کے پیارے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے یعنی مومن ہیں اور ان کی شفاعت کرنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہے' شفاعت کریں گے۔ اور کلام اور شفاعت
اور عرض' اذن ملنے کے بعد کریں گے۔ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ. ۳۸:۷۸
○ قسم سوم' دُنیا میں کفار نے شفعاء بنائے ہُوئے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں۔ ان شفعاء کو نہ ان کے پکارنے کی خبر ہے نہ شرک کرنے کی۔ نہ شفاعت کرتے ہیں: نہ شفاعت ہے اور نہ نفع ہے۔ ○ قسم چہارم' دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے پیارے جن کی شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے یعنی ان کی شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور جن کے لیے دُعا کرتے ہیں وہ مومن ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے شفعاء اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے لیے شفاعت کرتے ہیں۔ سبحٰنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک

مُختصر ترین خلاصہ : (الفاطر) اب جب تمام شبہات رفع ہوگئے اور یہ مسئلہ بغیر کسی شک کے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی شفیع قہری نہیں ہے تو اب اُن سے کہو' ارے نادانو! پھر غیر اللہ کو پکارتے کیوں ہو؟

رکوعاتہا ۵ — (۳۶) سُورَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ (۴۱) — کلماتہا ۷۲۹
آیاتہا ۸۳ — حروفہا ۳۰۰۰

مجرموں کو ہم نے ہلاک کیا، اور شفعاء ان کو نہ بچا سکے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۳ خلاصہ یہ ہے کہ صادق' صدوق اور شلوم تین پیغمبر آئے' ان کا
۲۴ مدعا یہ تھا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے معبود کسی طرح نہ بنائیں کہ اگر رحمٰن ضرر کا ارادہ کرے تو وہ (خود ساختہ معبود) کفار کو نہ خود نفع دے سکتے ہیں

بدرِ مُنیر: ۱ سُورۂ یٰسٓ کا نام القلب. الدافعۃ. القاضیۃ. المعممۃ بھی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن مجید کا دل سُورۂ یٰسٓ ہے۔ اس کی وجہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا مقابلہ شرک سے ہے اور شرک کا قلب شفاعتِ قہریہ ہے، اور اسی شفاعتِ قہریہ کی نفی سُورۂ یٰسٓ میں ہے، اسی لیے سُورۂ یٰسٓ سارے قرآن مجید کا قلب ہُوا۔

۲ "اصحابُ القریہ" کون تھے؟۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ "وہ شہر انطاکیہ تھا اور تین رسول عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے"۔ اس مقام پر حضرت شاہ صاحب کو ابن اسحاق کی ایک روایت کی وجہ سے مُغالطہ لگا ہے جو حسین بن حسین الاشقر کوفی نے بیان کی ہے۔ یہ شخص ایک غالی رافضی تھا' جس کو امام بخاریؒ وغیرہ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علوِ شان میں غلو کرنے کی غرض سے یہ روایت گھڑ کر پیش کر دی کہ وہ تین رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے' اور وہ انطاکیہ میں گئے تھے، جب کہ نجار کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

اور نہ وہ شفاعت کر سکتے ہیں۔ کفار کے لیے اللہ کے بندے، ملائکہ
وغیرہ شفاعت نہیں کرتے، نہ ان کو خبر ہے کہ وہ ہم کو معبود بنا رہے
ہیں اور ہم کو پکار رہے ہیں۔ ہم کو ولی یعنی کارساز اور شفیع خود مختار
حاضر و ناظر سمجھ رہے ہیں۔ کافروں کو یہ علم نہیں کہ بہت مخلوقات
۳۱ کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ اور ان کے معبودوں نے کسی کو نہ لوٹایا،
۳۳ (زندہ نہیں کیا)، اور دیکھتے نہیں ہو کہ سب چیز کو ہم پیدا کرتے ہیں
۳۸ نہ عابد کو معبود نے پیدا کیا' نہ کروایا۔ لیل و نہار' شمس و قمر کو کوئی

بدرِ منیر: (ص ۱۴۲ سے آگے) مطلب یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ اُمتِ محمدیہ میں ان حواریوں کی طرح سب پر مقدم ہے۔ مگر تمام مفسرین نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ مفسر ابنِ کثیر و ابنِ جریر رحمہما اللہ تعالیٰ نے واقعات کی رُو سے اس پر اعتراض کیا ہے۔ ① اہلِ کتاب کی تحریروں اور اِسلامی تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں انطاکیہ والے ہیں' پھر وہ عذاب سے ہلاک ہو کر کیونکر ناپید ہوں۔ ② نزول توراۃ کے بعد اس بستی کے رہنے والوں کے سوا جنھوں نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑیں تو بندر بنا دیے گئے تھے' اور کسی پر عام عذاب نہیں آیا۔ بلکہ واقعہ اس طرح ہے کہ نزولِ تورات سے پہلے کوئی شہر تھا' اس میں خدا تعالیٰ نے تین پیغمبر بھیجے۔ اُنھوں نے ان کی نافرمانی کی' تب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ہیبت ناک آواز سے سارا شہر تباہ ہوگیا۔ البتہ قرآن پاک میں نہ تو اس شہر کا نام بتایا گیا ہے' اور نہ ان رسولوں کا نام مذکور ہے۔ اور پھر کسی حدیث میں بھی ان رسولوں یا اس شہر کا نام نہیں ملتا۔ دیکھیے تفسیر ابنِ کثیر، ابن جریر، فتح البیان اور میزان الاعتدال۔ نیز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تفسیرِ آیت اس تعیین پر موقوف نہیں' لہٰذا ابہام ہی اسلم ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابھموا ما ابھمہ اللہ ورسولہ۔ اللہ و رسولؐ جس کو ابہام میں رکھے تم بھی اس کو ابہام ہی میں رکھو۔ اب جو لوگ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دَور کا بتاتے ہیں' وہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس

(بقیہ)

معبود کم و بیش نہیں کرسکتا۔ کشتیوں کے غرق ہونے کے وقت، کوئی
۴۳ مددگار ان کے معبودوں میں سے نہیں ہوتا۔ معلوم ہُوا کہ کارساز
۷۴ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ کافروں نے معبود بنا لیے ہیں لَعَلَّهُمْ
۷۵ يُنصَرُونَ. لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ اى الْمَعْبُودُونَ
الْمَعْبُودُونَ لَهُمْ اى لِلْكُفَّارِ جُندٌ فِي زَعْمِ الْكُفَّارِ (جلالین)
مُّحْضَرُونَ حاضر کیے گئے (از ترجمہ شاہ عبد القادر صاحبؒ) کافروں کا
خیال یہ تھا کہ ہمارے معبود ولی (کارساز) ہیں اور شفیع غالب ہیں
سورت یٰس میں خدا صاحب نے فرمایا: تمہارے معبود نہ شفیع ہیں،
نہ حاضر ناظر ہیں، نہ کارساز ہیں۔ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ
۸۳ كُلِّ شَيْءٍ پاک ہے اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی
ہے۔ شرکاء سے، شفعاء سے (نائبوں سے، معینوں سے، وزیروں
سے، مشیروں سے) پاک ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

مختصر ترین خلاصہ: (یٰس) دیکھتے نہیں ہو کہ ماضی کے عہد میں جن لوگوں نے اپنے اپنے زعم کے مطابق شفعاء بنا رکھے تھے، تو جب ہم نے ان پجاریوں کو ہلاک کر دیا تھا تو اُن کے وہ مزعومہ شفعاء اُن کو نہ بچا سکے۔ پس ان ماضی کے حالات پر ان کو غور کرنا چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی شفیع قہری نہیں ہے۔ (اس سے اگلی سورت میں ترقی ہے۔)

بدرِ منیر: (ص ۱۴۳ سے آگے) میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی رسولؐ نہیں۔ علاوہ ازیں انجیل برنباس میں ہے کہ پطرس نے حضرت یسوع (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک نبی اللہ کی طرف سے مبعوث ہو کر آئے گا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے مبعوث کوئی پیغمبر اس کے بعد نہیں آئے گا۔ ملخصاً از انجیل برنباس ص ۱۹۵۔

رکوعاتہا ۵ | سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ | ۳۷ | ۵۶ | کلماتہا ۸۶۰

آیاتہا ۱۸۲ | حروفہا ۳۸۲۶

کفار کے مزعوم شفعاء خود مصائب میں خدا کے حضور گڑگڑاتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے کہ فرشتے صفیں باندھ کر خدمت میں لگے ہوئے
۱ ہیں۔ یہ شفیع غالب اور معبودیت کے لائق نہیں۔ شیاطین کو شہاب (شعلے)
۱۰ لگ رہے ہیں، وہ بھی معبودیت کے لائق نہیں۔ نوح، ابراہیم، موسیٰ
۷۵ ۸۳ ہارون (علیہم السلام) ہم سے دعائیں[1] مانگتے رہے۔ ہم نے ان کو سلامت
۱۱۴ رکھا۔ الیاس علیہ السلام نے کہا تھا بعل کو مت پکارو۔ قوم مخالف ہوگئی
۱۲۳

بلدِ مُنیر: [1] حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (۷: ۲۳) حضرت نوح علیہ السلام نے دعائیں مانگیں: فَدَعَا رَبَّهٗ أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴: ۱۰) رَبِّ إِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶: ۱۱۷، ۱۱۸) رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (۲۳: ۲۶) رَبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (۲۳: ۲۹) رَبِّ إِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ إِلَّا فِرَارًا (۷۱: ۵-۶) رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ .... (۷۱: ۲۱-۲۴) رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ .... (۷۱: ۲۶، ۲۷) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا .... (۷۱: ۲۸) رَبِّ إِنَّ ابْنِيْ مِنْ أَهْلِيْ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ .... (۱۱: ۴۵) رَبِّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ (۱۱: ۴۷) حضرت ہود علیہ السلام کی دعا: رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (۲۳: ۳۹) حضرت لوط علیہ السلام کی دعا: رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ (۲۹: ۳۰) رَبِّ نَجِّنِيْ وَأَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ (۲۶: ۱۶۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں: رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ (۱۴: ۳۸) رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ (۱۴: ۴۰-۴۱) رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۳۰ ۱۵۸ ہم نے ان کو نجات دی۔ کفار نے جنات کو خدا کا نائب بنایا
۱۶۴ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیابت سے پاک ہے۔ فرشتے کہتے ہیں مَا مِنَّآ اِلَّا
۱۶۵ لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ہم تو سب اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صف باندھے

بدرِ منیر: (ص ۱۳۵ سے آگے) وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (۲۶: ۸۳-۸۹) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۳۷: ۱۰۰) وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰٓی اَلَّآ اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا (۱۹: ۴۸) رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا.... (۱۴: ۳۵ تا ۳۸) حضرت یعقوب علیہ السلام کا گڑگڑانا: اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (۱۲: ۸۶) حضرت یوسف علیہ السلام کی دعائیں: رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ (۱۲: ۱۰۱ و ۳۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں: رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ، وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ.... (۲۰: ۲۵-۳۵) اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ... (۴۰: ۲۷) رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالًا... (۱۰: ۸۸) رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ (۲۶: ۱۲-۱۴) رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (۷: ۱۴۳) سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (۷: ۱۴۳) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ... (۷: ۱۵۱) رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَکْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ (۷: ۱۵۵) رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ... (۵: ۲۵) رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (۲۸: ۱۶) رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ (۲۸: ۱۷) حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام ہر دو کی دعاء: رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ... (۲۰: ۴۵) حضرت داؤد علیہ السلام کی دعاء: فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ (۳۸: ۲۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعائیں: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا.... (۳۸: ۳۵) رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ (۲۷: ۱۹) حضرت ایوب علیہ السلام کی دعائیں: اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (۲۱: ۸۳) اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ. (۳۸: ۴۱) حضرت یونس علیہ السلام کی دعاء: نَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۲۱: ۸۷) حضرت زکریا علیہ السلام کی دعائیں: رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ (۲۱: ۸۹) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّکَ سَمِیْعُ

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۶۶ کرتے ہیں اور مسبح (تسبیح کرنے والے) ہیں۔ مشرکوں سے اس کی پاکی بیان
کرنے والے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے پاک
ہے۔ اور کوئی شفیع غالب نہیں۔ نجات اور سلامتی اللہ تعالیٰ کی

بلدِ منیر: (ص ۱۳۶ سے آگے) الدُّعَآءِ۔ (۳ : ۳۸) رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ (۳ : ۴۰) رَبِّ اجْعَل لِّیْٓ اٰیَةً (۳ : ۴۱) رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ ... (۱۹ : ۴ - ۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دُعاء: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا ...... (۵ : ۱۱۴)

حضرت اُمِّ مریم کی دُعاء: رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (۳ : ۳۵) رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ..... (۳ : ۳۶) حضرت مریم علیہا السلام کی دُعائیں: رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ .... (۳ : ۴۷) اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ۔ (۱۹ : ۱۸) حضرت آسیہ کی دُعا: رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۶۶ : ۱۱)

اصحابِ کہف کی دُعاء: رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (۱۸ : ۱۰)

اصحابِ شعیبؑ کی دُعاء: رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ (۷ : ۸۹)

عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی دُعاء: رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ .... (۳ : ۵۳)

اُمم انبیاءِ سابقین کی دُعاء: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا ...... (۳ : ۱۴۷)

ملکہ سبا کی دُعاء: رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۷ : ۴۴)

مومنِ آلِ فرعون کی دُعاء: اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ۔ (۴۰ : ۴۴) حضرت طالوت بادشاہ کی فوج نے دُعا کی: رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۲ : ۲۵۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں نومسلموں نے یہ دُعاء کی: رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا..... (۷ : ۱۲۶)

گوسالہ پرستوں نے توبہ کی اور کہا: لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا...... (۷ : ۱۴۹)

بنی اسرائیل کی دُعاء: حِطَّةٌ۔ (۲ : ۵۸ و ۷ : ۱۶۱) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ (۱۰ : ۸۵ ، ۸۶) نجاشی اور اس کے ساتھیوں کی دُعاء: رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ (۵ : ۸۳) اہلِ علم کی دُعاء: سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۷ : ۱۰۸) رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ (۴۶ : ۱۵) ماں باپ کے لیے بیٹے کی دُعاء: رَبِّ

(باقی اگلے صفحہ پر)

الصّٰفّٰت ۳۷

طرف سے مرسلین کے لیے ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی کارساز ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ سورۂ سبا میں یہ بیان ہے کہ شفیع جس طرح کافروں کا خیال ہے، اس طرح کوئی شفیع نہیں ہے۔ سورۂ یٰسٓ میں یہ ہے کہ

بد رِ مُنیر: (ص ۱۴۷ سے آگے) ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (۲۴:۱۷) فرشتوں کی دُعاء: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً .... (۴۰: ۷، ۸، ۹) عباد اللہ (اولیاء اللہ) کی دُعائیں: رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ (۲۳: ۱۰۹) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ. رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ. رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (۳: ۱۹۱ تا ۱۹۴) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ. (۳: ۸، ۹) سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (۲: ۲۸۵) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا.... (۲: ۲۸۶) رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳: ۱۶) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۳: ۱۷۳) رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ... (۲۵: ۶۵) رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا.... (۲۵: ۷۴) رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۶۶ : ۸) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا... (۵۹: ۱۰) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۶۰: ۵) مکہ میں محبوس مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی دعا: رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ (۴: ۷۵) اُمّتِ محمدیہ کو دُعا کی تعلیم: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (۱: ۵) اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو دُعائیں سکھانا: قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۳: ۲۶)

(باقی آگے صفحہ پر)

جس طرح کافروں کا خیال ہے اس طرح نہ تو شفاعت ہے نہ نفع ہے
فَلَا صَرِیۡخَ لَهُمۡ۔ کافروں کا خیال ہے کہ معبود ہمارے لیے لشکر ہیں،
امداد کنندہ ہیں۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ بہت کافروں کو ہلاک کیا
ان کے معبودوں نے کسی کو واپس نہ کیا۔ سورۂ صافات میں ہے شفیع
غالب ہونا تو بجائے خود، بلکہ وہ آپ اپنے لیے بدا اور عاجزی اور
پاکی اللہ تعالیٰ کی بیان کر رہے ہیں۔ سورۂ ص میں ہے جن کو کافر معبود
بناتے ہیں ان کو خود تکلیفیں آتی ہیں اور اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الصّٰفّٰت) ان مزعومہ شفعاء کا ان مُشرکین کو بچانا تو کُجا رہا، وہ مزعومہ شفعاء تو خود ہی مصائب میں مُبتلا رہ کر اپنی جگہ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے ہیں، اور کرتے رہے ہیں، خواہ وہ نوری ہوں، ناری ہوں یا خاکی ہوں، اب بتاؤ ایسے عاجز بندے شفیع غالب کیسے بن سکتے ہیں۔ (آگے مزید ترقی ہے)

بدرِ منیر: (ص ۱۴۸ سے آگے) قُلۡ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیۡ مَا یُوۡعَدُوۡنَ۔ رَبِّ فَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ فِی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (۲۳: ۹۳، ۹۴) وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ (۲۳: ۹۷) وَاَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ (۲۳: ۹۸) وَقُلۡ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ (۲۳: ۱۱۸) قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا (۲۰: ۱۱۴) قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ عٰلِمَ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنۡتَ تَحۡکُمُ بَیۡنَ عِبَادِکَ فِیۡ مَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ (۳۹: ۴۶) قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ...... (۱۱۳: ۱-۵) قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ (۱۱۴: ۱-۶) قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِہٖۤ اَحَدًا۔ (۷۲: ۲۰) قُلۡ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (۱۷: ۸۰) اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا ہے: اِنَّھُمۡ کَانُوۡا یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ وَیَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا وَکَانُوۡا لَنَا خٰشِعِیۡنَ (۲۱: ۹۰) یعنی وہ لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑتے تھے، اور ہم ہی کو پکارا کرتے تھے توقع اور ڈر سے اور وہ سب ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔

رکوعاتھا ۵ | ۳۸ | **سورۃ صٓ مکیۃ** | ۳۸ | کلماتھا ۷۳۲
آیاتھا ۸۸ | | | | حروفھا ۳۰۶۷

کفار کے مزعومہ شفعاء مصائب میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

1 حاصل یہ ہے: قسم ہے اس کلام اور اس بیان کی کہ شفیع غالب
2 نہ ہونا ظاہر ہے، جائے شبہ نہیں، نہ شبہ کرنا درست ہے۔ بلکہ کافر
ضد کرتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ پیدا کرنے والا تو بے شک ایک ہے
بھلا اللہ تعالیٰ کے پیارے کو معبود اور منادی اور شفیع بھی نہ بنائیں:
5 اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا، وفی سورۃ والصّٰفّٰت: اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ (۳۷: ۳۵) یعنی اگر ان کفار کو کہا جائے کہ
عبادت اور پکارنے کے لائق ایک اللہ تعالیٰ ہے، تو سرکشی کرتے ہیں۔
17 یاد کرو کہ داؤد علیہ السلام، صاحب قوۃ فی العبادۃ کو فتنے میں ڈالا گیا۔
۲۳ تا ۲۶ پھر انھوں نے استغفار کی پس ان کو بخش دیا گیا اور فرمایا کہ حکم بالحق کرو۔

بدرِ منیر: [1] ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مفسرین یہاں ایک قصہ بیان کرتے ہیں اکثر اس کا اسرائیلیات سے لیا گیا ہے۔ اس بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں، جس کا اتباع واجب ہو، پس بہتر یہ ہے کہ اس قصہ کی تلاوت پر اقتصار کیا جائے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو سونپا جائے۔ اس لیے کہ قرآن حق ہے، اور اس کے مضامین سب حق ہیں۔ فتح البیان میں ہے کہ ابو السعود نے کہا کہ وہ قصہ جو مشہور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بی بی سے نکاح کیا، سو یہ افتراء اور جھوٹ ہے خرابی ہے اس کی جس نے یہ قصہ بنایا اور مشہور کیا۔ جامع البیان میں ہے کہ قصہ خوان لوگ اس مقام پر جو قصہ بیان کرتے ہیں اس کی کوئی اصل معتبر نہیں ہے۔ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی حضرت

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد رِ مُنیر: (ص ۱۵۰ سے آگے) داؤد علیہ السّلام کے بارے میں مشہور یہ قصّہ بیان کرے گا اس کو ایک سو ساٹھ دُرّے لگاؤں گا۔ در حقیقت تورات کے ضمیمہ یعنی حالِ داؤدؑ میں اس قصّہ کو یہود کے کسی عالم نے جس کو طالوت اور ابو سلوم کی جنگ کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السّلام سے دشمنی تھی، بڑھایا اور اس طرح یہ قصّہ مُسلمانوں میں بھی مشہور ہوگیا۔ ہمارے پیر و مُرشد رحمہُ اللہ تعالیٰ نے اس قصّہ کے متعلق فرمایا کہ یہ قصّہ یہودیوں نے مشہور کیا ہے، واقعہ میں اس طرح نہیں ہے، جو شخص یہ کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ بلکہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے دو فرشتوں کو ارسال کیا جبکہ داؤد علیہ السّلام نے ضعیف کی بات سُن کر بلا تفتیش دُوسرے فریق پر ظلم کا حکم کردیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نے اس قصور (کی وجہ) سے اس کو گرفتار کیا کہ بے شک ضعیف کی امداد تو کرو، لیکن تفتیش کرکے اور قواعدِ الٰہیہ کے مُطابق مثل البینۃ للمدعی والیمین علیٰ من انکر۔ اِس قصہ کی نظیر سُورۂ نسا۔ رکوع ۱۶ پارہ ۵ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (۴ : ۱۰۵) سے بیان کی گئی ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارادہ ہوگیا تھا کہ یہودی کے ہاتھ کاٹ ڈالے (جائیں) حکم آگیا کہ گمان سے فیصلہ نہ کرو۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۸۶)

فائدہ: آیت نمبر ۳۱: اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ.... اس واقعہ میں نہ نماز فوت ہونے کا ذکر ہے، نہ سُورج غروب ہونے کا نہ گھوڑوں کے ذبح کا۔ اصل واقعہ اس طرح ہے کہ جہاد کی ایک مہم کے موقع پر ایک شام کو حضرت سُلیمان علیہ السلام نے اصطبل سے گھوڑے منگوائے جو اصیل، سبک رفتار اور خوش رو تھے اور یہ گھوڑے تعداد میں بھی بہت زیادہ تھے، آپؑ خوشی میں فرمانے لگے کہ ان گھوڑوں سے میری یہ محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو رب تعالیٰ کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ حضرتؑ نے گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا، حتےٰ کہ گھوڑے پہاڑوں سے اوجھل ہوگئے۔ پھر آپؑ نے سائیسوں کو حکم دیا کہ اب گھوڑے واپس لاؤ، تاکہ اُن کی آمد بھی دیکھوں۔ جب گھوڑے واپس آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے محبت اور آلاتِ جہاد کی حیثیت سے عزت و توقیر کی خاطر ان کی پنڈلیوں، اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا اور تھپتھپانا شروع کیا۔ اور ایک ماہرِ فن کی طرح ان کو مانوس کرنے لگے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

۳۴ اور سُلیمان علیہ السلام کو فتنے پیش ڈالا ۔ انھوں نے بھی اِستغفار کی' عاجزی
۴۱ کی تو ہم نے بخش دیا ۔ ایوب علیہ السلام نے ندا کی اور کہا مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ
بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۔ اِسی طرح ابراہیم و اسحاق و یعقوب و اسمٰعیل و یسع
۴۹ اور ذُوالکفل علیہم السلام کو تکلیفیں آئیں هٰذَا ذِکْرٌ ۔ فرادو وَمَا مِنْ

بلدِ مُنیر : (ص ۱۵۱ سے آگے) مولانا حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ نے مزیل الغواشی (اُردو) شرح اصول الشاشی ص ۱۹۹ و ۲۰۰ میں اس واقعہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ محققین اس بات ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کی نماز گھوڑوں کے دیکھنے کی مصروفیت میں فوت ہوگئی اور سُورج غروب ہوگیا تھا ۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ (۳۸ : ۳۴) قرآن پاک میں یہ نہیں آیا کہ وہ کیا آزمائش تھی ، نہ احادیث میں اس کی کوئی تفصیل آئی ہے ۔ لہٰذا حسبِ قاعدہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہا ابھموا ما ابھمہ اللہ و رسولہٗ ہم اس کی کھوج میں نہیں لگتے ۔

فائدہ : اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا (۳۸ : ۳۴) اس کی تشریح بھی کہیں نہیں ملتی ، حضرت امام بخاریؒ نے کتابُ الانبیاء میں جو واقعہ ذکر کیا ہے وہ نہ تو اس آیت کی تفسیر ہے اور نہ ہی کسی نے اس کے تفسیرِ آیت ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے' بلکہ وہ حضرت سُلیمان علیہ السلام کے واقعات میں سے ایک واقعہ کا بیان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے سُنایا کہ اُمّت کو نصیحت حاصل ہو ۔ اِسی طرح اس آیت کو بھی سامانِ عبرت بتانے کے لیے ذکر کیا گیا ہے ۔ اور اس واقعۂ اجمالیہ ہی پر ایمان رکھنا چاہیے ۔ اس واقعہ کے بارے میں ہمارے پیر و مُرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ۲۸۵ میں اس طرح تحریر فرمایا کہ : دیکھو کہ سُلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہم نے کیا کیا کہ باوجود اتنے بڑے بادشاہ ہونے کے قصور (کی وجہ) سے اس کو پکڑ کر بادشاہی سے دُور کر دیا اور ایک بے کار شخص کو اس کی جگہ قائم کردیا اور اس نے قصور کے بدلے کتنا اپنا مالی نقصان کیا ۔ پھر جب اس نے زاری و طلبِ مغفرت کی' پھر اس کو بادشاہی دے دی اور دُعاء مانگی کہ یا الٰہی اس کے بعد میری بادشاہی چھین کر کسی کو نہ دینا ۔ آیا ایسا شخص شفیع غالب بن سکتا ہے ۔ پھر بوجہ طلبِ مغفرت

نوٹ : لہ حاشیہ اگلے صفحہ پر لاحظہ فرمائیں ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ لائق پکارنے کے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ میں مُنذر ۶۵
(خبردار کرنے والا) ہوں، غیب داں نہیں ہوں۔ مجھ پر ہر چیز وحی نہیں ۶۹
ہوتی۔ اِنْ یُّوْحٰۤی اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ ای لا اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ ۷۰
مُّبِیْنٌ۔ فکر کرو۔ پیغمبروں کو تو خود تکلیفیں آئیں۔ لیکن انھوں نے
استغفار کیا، پھر ہم نے بخش دیا۔ شفیع غالب کہاں ہوئے۔ ابلیس ۷۶
باوجود مُقرب ہونے کے اِستکبار کی وجہ سے اس کو ملعون بنادیا۔ ۷۷

مختصر ترین خلاصہ: (صٓ) اوہو، اِن کُفّار کے مزعومہ شفعاء کا اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کرنا تو رہا بجائے خود، ان کو تو اللہ تعالیٰ بطور آزمائش کے پکڑتا بھی رہا ہے۔ سو جب ان مزعومہ شفعاء کا یہ حال ہے تو اب بتاؤ کہ وہ شفیع غالب کیسے بن سکتے ہیں؟

بدرِ مُنیر: (ص ۱۵۲ سے آگے) اور زاری کے گھوڑوں کے بدلے ہوا کو تابع کردیا، جس طرح چاہتے تھے چلاتے تھے، جنات کو (بھی) ان کے تابع کیا۔ انھوں نے ہر ایک کو اپنے کاموں میں لگایا ہوا تھا، اور قصور کی وجہ سے ان کو قید (بھی) کردیتے تھے۔

ؒ (حاشیہ ص ۱۵۲) اِذْ نَادٰی رَبَّہٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (۳۸: ۴۱)
اسرائیلیات میں آپؑ کی طرف ایسے امراض کا اِنتساب کیا گیا ہے جو باعثِ نفرت سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ سب روایات غیر مستند اور مبالغہ آمیز ہیں جن کی تفصیل نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں۔ یہاں بھی وہ قاعدہ ہی پیشِ نظر رکھیں جو حضرت ابنِ عباسؓ نے بیان فرمایا: ابھموا ما ابھمہ اللہ و رسولہ۔ نیز مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بپاسِ ادب فرمایا۔ کیونکہ متقین کا طریقہ ہے کہ جب ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں، اور جب ان کو کوئی بُرائی پہنچتی ہے تو اس کو اپنے نفس یا شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور یہاں مسِّ شیطان سے مُراد وہ وساوس و ہموم ہیں جو اس کی جانب سے ان پر ہجوم کر آتے اور آئی ہُوئی مُصیبت کی وجہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور جزع فزع پر آمادہ کرنے کے لیے حملہ آور ہوتے رہتے ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعاتہا ۸ | ۳۹ | سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ | ۵۹ | کلماتہا ۱۱۷۲
آیاتہا ۷۵ | | | | حروفہا ۴۹۰۸

سُوَرِ خمسہ کا نتیجہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳ حاصل یہ ہے کہ کافر کہتے ہیں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى
۵ غیر کی عبادت کرنی شرک ہے۔ دیکھو خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ پس سمجھایا
۶ گیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ انسان تکلیف کے وقت ایک اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے
۸ نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ند اور شریک بناتا ہے یعنی غیر کو پکارتا ہے
۲۱ کارساز ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ فرادو

بد دِمَتْنَیں: (ص ۱۵۳ سے آگے)، کے صبر و استقامت اور انابت الی اللہ تعالیٰ کے پاک جذبات کو ٹھیس لگا کر ان کی روحانی اذیت و تکلیف کا باعث بنتے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے جسمانی مرض کے مقابلہ میں بہت زیادہ پریشان کن رہتے تھے۔ اب رہا یہ کہ وہ جسمانی مرض کیا تھا، تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی نص نہیں لہٰذا ہمیں اس میں کلام کرنے کا کوئی حق نہیں اور نہ کوئی فائدہ ہے۔ بلکہ صاحبِ مدارک علامہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تو اس مقام پر فرمایا ہے: ابتلٰہ اللہ لرفع الدرجات بلا زلۃ سبقت کہ بغیر کسی سابقہ لغزش کے محض بلندئ درجات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو ابتلاء میں ڈالا۔

فائدہ: آیت نمبر ۴۴، سورۂ صٓ: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا (الآیۃ) ہمارے شیخ حضرت الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہو گئے، اولاد مر گئی، ایک بیوی پاس رہی، جب وہ کھانے کے لیے گھر سے نکلی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ زخمیوں پر ہاتھ پھیرتا تھا تو شفا ہو جاتی ہے۔ بیوی نے کہا کہ میرا خاوند بھی بیمار ہے لیکن یہاں پر نہیں آسکتا۔ تو اس نے کہا کہ جا میرے نام پر ایک بکرا ذبح کر تو وہ اچھا ہو جائے گا۔ پھر بی بی نے کہا کہ بکرا میرے پاس نہیں، تو اس نے بکرا اپنے پاس سے دیا۔ جب بی بی حضرت ایوب

(باقی اگلے صفحہ پر)

اِن کو ماتدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر هل هن کشفت ضرہ ۳۸
او ارادنی برحمۃ هل هن ممسکت رحمتہ قل حسبی اللہ علیہ یتوکل
المتوکلون. سب کارسازی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ یتوفی ۴۲
الانفس الخ کفار کہتے ہیں معبود ہمارے شفعاء ہیں۔ وہ تو کسی چیز کے ۴۳
مالک نہیں، نہ ان کو ان کے پکارنے کی خبر ہے۔ ان احمقوں نے ان کو
شفیع اور کارساز سمجھ رکھا ہے، ان کو غائبانہ پکارتے ہیں۔ قل للہ ۴۴
الشفاعۃ جمیعا لہ ملک السموت والارض۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے
کسی کو مت پکارو، بلکہ کہا کرو: اے پیدا کرنے والے ہر چیز کے
اے عالم الغیب و الشہادہ۔ اے وہ ذات جو حکم کرتا ہے تو بندوں ۴۶
کے درمیان تو میری حاجت روا فرما۔ وانیبوا الی ربکم واسلموا.... ۵۴
واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل..... ۵۵
اللہ خالق کل شیء وھو علی کل شیء وکیل۔ قل افغیر اللہ ۶۲ ۶۴
تامرونی اعبد ایھا الجھلون۔ ولقد اوحی الیک والی الذین ۶۵
من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین.

بدرِ منیر: (ص ۱۵۴ سے آگے) علیہ السلام کے پاس آئی اور سارا قصہ بیان کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور کہا: اے اللہ! یہ شخص میرا ایمان چھیننا چاہتا ہے تو رحم فرما۔ اور قسم کھائی کہ میں بیوی کو ۱۰۰ لاٹھی ماروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا۔ یہ شخص شیطان تھا اور دوسرے شیطان لوگوں کو تکلیف پہنچاتے تھے۔ اس شیطان کے شرک کرانے سے وہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس طریق سے وہ لوگوں کو کفر میں ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا ارکض برجلک..... شفا ہوجائے گی اور عدم حنث کی تدبیر بتائی۔ اس طرح اور شفا بخشی۔ تب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کہا کہ میرے مقرب بندوں کو تو کچھ بھی نہیں کرسکے گا، تو شیطان نے ایوب علیہ السلام سے یہ تمام شرکیہ باتیں طلب کیں۔ اتنے امور حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ آزمائش کے واسطے تھے۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۸۷)

○ **خلاصہ** سبا کا یہ ہے: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ.... وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ

○ **خلاصہ** فاطر کا یہ ہے: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۔ الخ

○ **خلاصہ** یٰسٓ کا یہ ہے: اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۔ یعنی دیکھتے نہیں کہ جو ہلاک کیے گئے ہیں، ان میں سے کسی کو ان کے معبودوں نے (زندہ کرکے) نہیں لوٹایا۔ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ ان کفار کا زعم ہے کہ ہمارے معبود ہمارے لیے جند ہیں فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

○ **خلاصہ** صافات کا یہ ہے: پیغمبروںؑ نے سختی کے وقت ہم کو پکارا۔ ہم نے اُن کو نجات دی۔ ملائکہ کہتے ہیں: مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

○ **خلاصہ** صٓ کا یہ ہے: پیغمبروںؑ سے سہو ہوا۔ ہم نے ان کو تکلیفیں دیں اور نصیحت دی۔ انھوں نے میری درگاہ میں استغفار کی۔ ہم نے ان کی لغزش بخش دی۔ ابلیس باوجود مقرب ہونے کے استکبار کی وجہ سے ملعون ہوگیا۔

○ **خلاصہ** زمر کا یہ ہے: چونکہ شفیع غالب کوئی نہیں، پس شفعاء کی عبادت نہ کرو۔ ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔

آگے حٰمٓ مومن میں اللہ تعالیٰ نے اصل خلاصہ بیان فرمایا کہ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابٌ وَلُبَابُ الْقُرْاٰنِ الْحَوَامِيْمُ ۔ اور لُبِّ لباب سورۂ جن میں ہے۔

بدرِ منیر: لہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر شے کا لباب (مغز) ہوتا ہے اور لباب القران حوامیم (سبعہ) ہیں۔ یعنی تمام قرآن مجید کا مقصود ان سورتوں میں علی سبیل الاجمال موجود ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ تمام کتبِ الٰہیہ مع قرآن مجید کا علم

(باقی اگلے صفحہ پر)

وہ یہ کہ اِنَّمَآ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَآ اُشۡرِکُ بِہٖۤ اَحَدًا یعنی ایک اللہ تعالیٰ کو پکاروں گا۔ پکارنے میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ کروں گا، کہ یہی غیر اللہ کا پکارنا شرکِ اکبر ہے۔ اور غالب علی الغیب کوئی نہیں مگر پیغمبروں کے لیے فرشتے تیار ہیں وحی پہنچانے کے لیے یعنی غیب کی خبریں پہنچانے اور دفعِ شیاطین کے لیے۔ غیر کو غائبانہ پکارنا اس نیت پر کہ وہ میری پکار سن رہے ہیں، شرک ہے۔ جس نے نہ مانا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ اور فرمایا قُلۡ اِنِّیۡ لَنۡ یُّجِیۡرَنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی وحی کا بیان نہ کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون نجات دے گا۔ سورت زمر، اور یونس میں ہے: اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ۔ ۱۰: ۱۵ / ۳۹: ۱۳

مختصر ترین خلاصہ: (زمر) اب جب دلائل قاہرہ باہرہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی واحد ذات کے سوا نہ تو کوئی ہمہ کُن ہے، نہ ہمہ دان ہے، اور نہ ہی برکات دہندہ۔ نیز اس کے آگے شفیع غالب بھی کوئی نہیں، تو اب غیر اللہ کو پکارنا چھوڑ دو، بلکہ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ۔

بدرِ منیر: (ص ۱۵۶ سے آگے) سورۂ فاتحہ میں ہے۔ بس یہ شبہ اُٹھ گیا کہ اگر حوامیم مغز ہیں تو باقی قرآن معاذ اللہ پوست ہوگا۔ اتقان و اسباب النزول میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حوامیم دیباج القرآن یعنی قرآن کا زیور ہیں۔ دارمی میں حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حوامیم کا نام عرائس کہا جاتا تھا۔ خطیب نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز کا ثمرہ ہوتا ہے اور ثمرۃ القرآن حٰم والی سورتیں ہیں۔

فائدہ: آیت نمبر ۱۷: وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ یعنی طاغوت سے بچو۔ طاغوت کے معنی حضرت مالک بن انسؒ اور ابن جریرؒ نے کیے ہیں: الطاغوت کل ما عُبد من دون اللہ (روح المعانی ۱۴) قرطبی نے کہا: الطاغوت ما عُبد من دون اللہ (بحر محیط) ابو علی نے کہا: الطاغوت ما یُعبد من دون اللہ۔ امام راغب نے کہا: الطاغوت عبارۃ عن کل مَعبد و معبود من دون اللہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۵۷ سے آگے) ان تمام اقوال کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے۔ نیز تفسیر قرطبی میں طاغوت کا مطلب اس طرح لکھا ہے: الطاغوت کل مایطغی الانسان یعنی ہر وہ چیز جو انسان میں طغیان وعدوان پیدا کرے وہ طاغوت ہے۔ جبکہ امیر المؤمنین حضرت عمر، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم اور حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے طاغوت سے شیطان مراد لیا ہے۔ نیز حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طاغوت سے مُراد کاہن ہے۔ (بخاری ص ۶۵۹) ہمارے شیخ حضرت الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کل ماعبد من دون اللہ فھو الطاغوت بموجب اس معنی کے طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کو بولنا جائز ہوگا یا مراد خاص شیطان ہے۔" اس پر بعض حضرات نے اعتراض کیا کہ دیکھو تمہارے پیر نے رسول کو طاغوت کہ دیا جو کہ بے ادبی ہے۔ مگر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ معترض بھی خوب جانتا ہے کہ ما کا لفظ عموم کے لیے ہوتا ہے۔ نیز مشہور صُوفی مُفسّر حضرت امام خازن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں ص ۲۱۸ پر تحریر فرمایا ہے: "لافرق بین من یعبد صنما و من یعبد المسیح" کہ بُت کے پُجاری اور مسیح علیہ السلام کے پجاری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اب بتایا جائے کہ امام خازنؒ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے؟ اس کے علاوہ پیرِ پیران حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفتح الربانی میں تحریر فرمایا: کل ماعبد من دون اللہ فھو صنم۔ اور وہاں تخصیص کا کوئی قرینہ بھی نہیں۔ کیا حضرت پیر جیلانی نے بھی بے ادبی کی ہے؟ پھر حضرت پیر و مُرشد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی معنی کو یقینی طور پر بیان نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ: یا مُراد خاص شیطان ہے۔ تو پہلا معنی جس پر معترض کو اعتراض ہے وہ تو محض احتمال کے درجہ میں رہا۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ ملائکہ وانبیاء کی عبادت کرتے ہیں' وہ دراصل جنوں کی عبادت کرتے ہیں' گو وہ لوگ نام انبیاء وصالحین کا لیتے رہیں، جیسا کہ پہلے سورۂ سبا میں گزرا ہے: سُبۡحٰنَكَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ كَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ (۳۴: ۴۰) یعنی اے اللہ تُو تو شریکوں سے پاک ہے تو ہی ہمارا ولی ہے نہ وہ۔ بلکہ وہ تو ہمارا نام لیکر جنات کو پُوجتے تھے۔

بدرِ منیر: فائدہ: آیت نمبر ۳۰: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اس آیت سے معلوم ہُوا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام پر موت کا ورود ہوتا ہے۔ اور موت کے معنے ہیں رُوح کا جسم سے جُدا ہوجانا۔ اور کئی انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے فرمایا: اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (۲: ۱۳۲) حضرت عزیر علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا: فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ (۲: ۲۵۹) حضرت سُلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (۳۴: ۱۴) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ (۴۰: ۳۴) مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جمالِ قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ" انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا" کیا یہ صریح نص اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت کے خلاف نہیں؟ اور حضرت نانوتوی رحؒ نے جو یہ فرمایا کہ "موت کا بھی میں قائل ہوں۔ مگر موت کے دو معنی ہیں' ایک رفع الحیاۃ دُوسرا ستر الحیاۃ۔ اوروں کی موت بمعنے رفع الحیاۃ ہے اور انبیاء کی موت بمعنے ستر الحیاۃ ہے۔ اور انبیاء کے حق میں موت بمعنے رفع الحیاۃ ایک لمحہ دو لمحہ کے لیے بھی ماننے کو مَیں تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ اگر ایک آن کے لیے بھی انبیاءؑ کی موت بمعنی رفع الحیاۃ مانیں' اور اس کے بعد دوبارہ حیات مانیں تو وہ حیاتِ ثانیہ ہوگی' جو شہداء کی طرح نہ مانعِ میراث بن سکتی ہے' نہ مانعِ نکاحِ ازواجِ مطہراتؓ ۔ اور میرا مقصد ہے رافضیوں کو وراثتِ فدک کا جواب دینا' وہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ حیاتِ نبیؐ بدستورِ سابق برحال رہے' اگرچہ لوگوں کی آنکھوں سے مستور رہے۔" مولانا نانوتویؒ کا یہ ایک ایسا اجتہاد ہے جس کا قائل ان سے پہلے تیرہ صدیوں میں کوئی مُفسّر، مُحدّث اور کوئی لُغوی نہیں ہُوا۔ اس لیے ہم نانوتویؒ صاحب کی یہ بات تسلیم کرنے سے معذور ہیں۔ جبکہ یہ بات مسلّم ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ تمام امور انجام دیے جو باقی اموات کے لیے مطابق حکم شرع کے انجام دیے جاتے تھے۔ مثلاً بعد از وفات آپ کو غسل دیا، کفن پہنایا۔ ۳۰ ہزار صحابہؓ نے چار تکبیروں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی۔ قبر کھودی، لحد بنائی آپ کے جسدِ خاکی کو قبر میں رکھا، پھر مٹی سے بند کیا۔ قبر کچی رکھی اور مسنم بنائی جس

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ منیر: (ص ۱۰۹ سے آگے) کی اُونچائی ایک بالشت تھی، پھر قبر پر پانی چھڑکا۔ علاوہ ازیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے باہمی مشورہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بوسہ دیا اور طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا یعنی اے پیارے رسولؐ آپ زندگی میں پاک تھے اور بعد از وفات بھی پاک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مرثیے پڑھے۔ غمگین ہوئے، روئے اور بعض کے ہوش اُڑ گئے۔ تعزیت کی گئی۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے عدۃ الوفاۃ گزاری۔ اس کے علاوہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو جس طرح آپؐ کی زندگی میں آپ سے دریافت کر لیتے تھے اس طرح وفات النبیؐ کے بعد کسی نے قبرِ مبارک پر آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ کا حل دریافت نہیں کیا۔ بلکہ خلیفۂ وقت یا کسی دُوسرے صحابی سے دریافت کر لیتے۔ حیاتِ طیبہ میں کسی کو سفر کرنا ہوتا یا کسی مہم پر جانا ہوتا تو آپؐ سے اجازت لے کر جاتا، وفات کے بعد آپؐ کی قبر پر اجازت مانگنے نہ آتے۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نماز سے پہلے یا نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے مگر وفات کے بعد قبر شریف پر آکر سلام نہ کرتے تھے۔ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم حیاتِ طیبہ میں آپؐ سے فیض حاصل کرنے کے لیے آپؐ کی صحبت میں رہتے تھے مگر وفات کے بعد تبلیغ کے لیے دُوسرے علاقوں میں تشریف لے گئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں مدرس ہُوئے۔ حضرت ابوالدرداء دمشق کی جامع مسجد میں، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ و حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہما ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کوفہ میں درسِ اسلام دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دیگر مختلف مقامات پر تبلیغ و اِشاعتِ اسلام کے لیے چلے گئے۔ حیاتِ طیبہ میں استسقاء کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا فرمانے کی درخواست کرتے تھے مگر وفات کے بعد دُوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے دُعا کرواتے تھے۔

حیاتِ طیبہ میں وقتاً فوقتاً وحی آتی رہتی تھی' وفات کے بعد وحی بند ہو گئی۔ حیاتِ طیبہ میں احکام محتمل النسخ تھے' وفات کے بعد نسخ کا اِحتمال ختم ہو کر سب احکام محکم ہو گئے۔ حیاتِ طیبہ میں اجماع حجتِ شرعیہ نہ تھی' بعد از وفات اجماع حجتِ شرعیہ بنا۔ حیاتِ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۱۶۰ سے آگے) طیبہ میں آپ کو حکم تھا قَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۴: ۸۴)
بعد از وفات یہ حکم نہیں رہا۔ حیاتِ طیبہ میں آپ کو حکم تھا بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ (۵: ۶۷)
بعد از وفات یہ حکم آپ پر سے ساقط ہوگیا۔ حیاتِ طیبہ میں دُنیوی نعمتیں کھاتے پیتے
تھے اور بعد از وفات آپ کو ان کی حاجت نہیں رہی۔ حیاتِ طیبہ کے آخری ایام
میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد ہر سال
میری طرف سے قربانی کرتے رہنا، پھر حضرت علیؓ نے اس وصیت کے مطابق تا حیات
ہر سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کی۔ اس سے علماء اسلام نے مسئلہ مستنبط
کیا کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ ہر خاص و عام جانتا ہے کہ آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ۶۳ سال ہوئی ہے، آج ۱۴۱۲ھ میں کوئی نہیں کہتا کہ
آپ کی عُمرِ مُبارک ۱۴۶۵ سال ہے۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو گواہ بنانے سے نکاح نہ ہوگا، اس میں عند القبر یا بعید از قبر، کی تفصیل نہیں بتائی، تو
معلوم ہُوا کہ تمام فقہاء دُنیوی حیاتِ نبوی کے قائل نہیں ہیں۔ حیاتِ طیبہ میں آپؐ پر
تہجد کی نماز فرض تھی، بعد از وفات یہ حکم ساقط ہوگیا۔ زندگی میں نماز پنج گانہ پڑھنے کا آپؐ
کو حکم تھا۔ بعد از وفات نماز پڑھنے کا حکم ان سے ساقط ہوگیا۔ حتیٰ کہ وفات کے ۳۲
گھنٹے بعد آپ کو دفن کیا گیا، اس دَوران صحابۂ کرام حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت مکلف نہیں تھے۔
نیز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے،
تو آپ کی وفات کے اِنکار سے قیامت کا اِنکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔ آپؐ کی حیاتِ
مبارکہ میں کوئی مسلمان آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوتا تو صحابی کہلاتا مگر وفات کے بعد
کوئی مسلمان آپؐ کی زیارت کرے تو اسے صحابیٔ رسولؐ نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح کی متعدد
مثالیں وفاتِ نبیؐ سے متعلق بیان کی جاسکتی ہیں۔ پھر حضرت نانوتویؒ نے جو سترالحیاۃ
فرمایا تو ہم دریافت کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ آخر اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ مفہوم
کہاں سے نکالا گیا ہے۔؟ ۔ حق یہ ہے کہ موت کے معنی وہی ہیں، جو اہلِ لُغت و اہلِ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلد ہشتم: (ص ۱۶۱ سے آگے) فقہ و تفسیر بیان کرتے ہیں۔ انقطاع یا مفارقۃ الروح من الجسد جس کا آنا دوسرے انسانوں کی طرح انبیاء و شہداء پر بھی بلاشک محقق ہے۔ جیساکہ امام شوکانیؒ نے فتح القدیر ص ۳۹۹ ج ۳ میں تحریر فرمایا ہے: بموتون کمایموت غیرھم من البشر۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی طرح مرتے ہیں جیسے انسانوں میں سے دوسرے لوگ مرتے ہیں۔ اور دنیا کے اعتبار سے وہ اموات میں داخل ہیں جیسے شہداء۔ البتہ دیگر خصوصیات کی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے اجسادِ مبارکہ کو بلاشبہ مٹی نہیں کھاتی۔ علاوہ اس خصوصیت کے اور خصوصیات بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی ہیں۔ مثلاً وہ جس مکان میں فوت ہوں اسی مکان کے اندر ان کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور ان کی ازواجِ مطہرات سے نکاح کرنا بنصِ قرآنی حرام ہے، اور ان کا ترکہ بطور ورثہ تقسیم نہیں کیا جاتا، کیونکہ اس بارہ میں احادیثِ متواترہ وارد ہیں۔ نو ازواجِ مطہراتؓ سے، خلفاء اربعہؓ سے (۹+۴=۱۳) نیز (۱۴) حضرت ابوہریرہؓ (۱۵) حضرت عباسؓ (۱۶) حضرت ابنِ عباسؓ (۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۱۸) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (۱۹) حضرت زبیرؓ اس کے راوی ہیں۔ اور پھر اس پر اجماعِ سکوتی ہے۔ اور عہدِ صحابہؓ میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، حالانکہ ہزاروں کی تعداد میں حفاظِ کرام موجود تھے۔ اور جہاں تک زندگی کا سوال ہے تو اس سے مراد برزخی زندگی ہے۔ خوراک بھی برزخی ہے، مگر دوسروں کی برزخی زندگی سے کہیں بڑھ کر اعلیٰ، اولیٰ، ارفع، اقویٰ، افضل، اکمل اور اتم جس کا اثر آپؐ کے جسدِ عنصری پر بھی ظاہر ہے کہ جسدِ اطہر آپؐ کا صحیح سلامت ہے آپؐ کے جسدِ اطہر کو مٹی ہرگز نہیں کھا سکتی۔ جب شہید کی حیاتِ برزخیہ پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو ایسے ہی انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ برزخیہ پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے کیونکہ دلالۃ النص سے ثابت شدہ امر عبارۃ النص کی طرح قطعی ہے۔ مفصل بیان کے لیے دیکھیے "ندائے حق"۔ اور دنیوی زندگی ختم ہونے کے ساتھ نبوت و رسالت کا انتفاء نہیں ہوجاتا۔ آپؐ نبی ہیں اور رسالت پر باقی ہیں اگرچہ آخر زمانہ اور دنیا کے ختم ہونے تک آپ وفات یافتہ ہیں۔

بدرِ منیر: فائدہ: آیت نمبر ۴۲: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ۔ یعنی "اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو قبض کرتا ہے، ان کی موت کے وقت۔ اور ان جانوں کو بھی سوتے وقت جن پر موت نہیں آئی۔ پھر ان جانوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے۔" اس کا مطلب واضح ہے کہ جو مر جاتا ہے اس کی رُوح جسم سے جُدا ہونے کے بعد پھر دوبارہ قیامت سے پہلے پہلے اس جسدِ عنصری میں واپس نہیں لوٹتی اور مفسرین نے بھی یہی معنے کیے ہیں چنانچہ بیضاوی و مراغی نے لکھا: لا یردھا الی البدن۔ جامع البیان اور خازن میں ہے فلا یردھا الی جسدھا۔ تیسیر الرحمٰن میں ہے: فیمسك التی قضٰی علیھا الموت الی یوم القیٰمة۔ ابنِ قیم نے کتابُ الروح میں لکھا: ولا یردھا الی جسدھا قبل یوم القیامة۔ قرطبی نے لکھا: فھو یمسکه ولا یرسله الی یوم القیامه۔ مظہری میں ہے: ولا یردھا الی البدن حتی ینفخ نفخة البعث۔ امام رازی نے لکھا: ثم انه سبحانه و تعالیٰ یرد الروح الی البدن یوم القیامة الکبریٰ۔ نیز کہا: ھذہ الارواح بعد المفارقة تتألم وتلتذ الی ان یردھا الله تعالیٰ الی الابدان یوم القیامة یہ ارواح بدن سے جُدا ہونے کے بعد دُکھ سُکھ محسوس کرتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان ابدان کی طرف ان ارواح کو لوٹائے گا۔ اور صحیح حدیث اس کی مؤید ہے جیسے مؤطا امام مالک ص ۸۴ میں ہے: انما نسمة المؤمن طیر یعلق فی شجر الجنة حتی یرجعه الله فی جسده یوم یبعثه مومن کی رُوح جنت کے درختوں میں پرندوں کی طرح چگتی رہتی ہے، حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اسی جسم عنصری میں واپس کردے گا۔ نسائی اور بیہقی کی کتاب البعث والنشور میں بھی اسی طرح ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۲) تصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۲۶۳ میں ہے کہ فرشتہ صور پھونکے گا تو ہر رُوح اپنے اپنے جسم عنصری کی طرف چل کر داخل ہوجائے گا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب مسند احمد کی حدیث جس کے راوی زاذان ہیں بعادتہ حدہ فی جسدہٖ قرآن مجید اور حدیث کے ساتھ موافقت نہ کرنے کی وجہ سے واجب التسلیم نہیں ہوگی۔

رکوعاتہا ۹ | (۴۰) سُوْرَةُ حٰمٓ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۶۰) | کلماتہا ۱۱۹۹
آیاتہا ۸۵ | | حروفہا ۴۹۶۰

سورت زمر کے دعوے کی تفسیر و تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: اے لوگو! جو آگے بیان آرہا ہے' بڑے بادشاہ ۲
کا حکم ہے' ضرور ماننا۔ مسئلہ تو ظاہر اور بین ہے۔ محض ضد کرنے ۴
والے جدال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا ہوا جس نے مان لیا ۷
اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے ملائکہ حملۃ
العرش وغیرہ استغفار اور دعائیں کرتے ہیں۔ اور جس نے نہ مانا اس پر ۱۰
اللہ تعالیٰ کا مقت اور عذاب ہوگا۔ وہ حکم یہ ہے کہ اپنی حاجات
میں اللہ تعالیٰ ہی کو غائبانہ پکارو۔ ذو العرش نے کل انبیاء کی طرف
یہی حکم بھیجا ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کو بلاؤ۔ اس حکم کو روح کے ساتھ ۱۵
تعبیر فرمایا کما قال اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (۴۲: ۵۲) وَمَنْ اَضَلُّ
مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۴۶: ۵) **خلاصہ** حٰم مومن: ایک اللہ تعالےٰ کو
پکارو۔ رفیع الدرجات ذوالعرش نے یہ حکم انبیاء پر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کا کرنا تو سچ مچ ہے اور ظاہر ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا جن کو تم پکارتے
ہو' وہ کیا کرتے ہیں؟ جبکہ سَمِيْعٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّبَصِيْرٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ ۲۰
ایک اللہ تعالےٰ ہے۔ فرعون اور اس کی قوم' اسی بات کے زمانے
سے غرق ہوئی۔ وحکی اللہ تعالیٰ عن رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۲۸
يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ الخ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ ۴۲
دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ جلالین میں ہے: لَيْسَ استجابة الدعوة

۵۰ ملائکہ ناریوں سے کہیں گے: فَادْعُوْا ۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۔
۵۳ خلاصہ تورات کا بھی یہی تھا کہ غیر اللہ کو نہ پکارو: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
۶۰ الْهُدٰى یعنی موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی ہدایت دی تھی ۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ
یعنی رب تمہارا فرماتا ہے خاص مجھ کو پکارو، قبول کروں گا ۔ مَا نَشَآءُ
لِمَنْ نُّرِيْدُ (بنی اسرائیل ۱۷: ۱۸) اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ
سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔ رسول علیہ السلام نے عِبَادَتِيْ کا معنی دُعَآئِیْ
فرمایا ہے[1]۔ یعنی جو لوگ میرے پکارنے پر بند نہیں ہوتے جہنم میں
جائیں گے (تفسیر ابن جریر میں یہ بیان واضح ہے) امام سدی نے بھی
عبادتی کے معنی دُعائی فرمایا۔ سورۂ جن میں ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ
وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (۷۲: ۲۰) ہامش مدارج السالکین ص ۴۰ میں ہے
العبادۃ ان یعتقد ان للمعبود سلطۃ غیبیۃ ای فی التصرف والعلم
فوق الاسباب ۔ ھٰذہ عبادۃ اعتقادیۃ وکل مدح او ثناء او تعظیم ینشاء
من ھذا الاعتقاد فھو عبادۃ ۔ تفسیر ابن جریر میں ہے: عن ابن عباس وغیرہ
ایاک نعبد ای نخشع لک اقرارا بالربوبیۃ ۔

بدر منیر: [1] اس مقام پر صاحب جامع البیان اور مفسر ابن کثیر رحمہما اللہ تعالےٰ نے عن عبادتی کے معنے عن دعائی کیے ہیں۔ نفحات الانس میں ہے العبادۃ بمعنی الدعاء اور امام بیضاویؒ نے بھی فرمایا ہے والمراد بالعبادۃ الدعاء ۔ کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُعا کرنا عین عبادت ہے ۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔ اخرجہ احمد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و ابن ابی حاتم و ابو داؤد و ابن حبان و ابو عبد اللہ الحاکم رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ اور امام ترمذیؒ نے فرمایا: ھذا حدیث حسن صحیح ۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ دُعا ہی دراصل عبادت ہے ۔ اور بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ دُعا کا عبادت

(باقی اگلے صفحہ پر)

خلاصہ حٰمٓ مومن: غائبانہ حاجات میں ایک ہی کو پکارو۔
کل انبیاء پر یہی وحی کیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تورات کا یہی خلاصہ تھا۔
۶۱ دیکھو! لیل و نہار بنانے والا، سب چیز کا خالق، زمین کو قرار دینے والا
۶۴ آسمان کو بناء بنانے والا، برکت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی
۶۵ حی لایموت ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے
۶۶ نہیں۔ اُسی کو پکارو۔ اسی کی حمد کرو۔ شرکاء کی اپکار نہ کرو۔ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ
۷۳ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ جب کفار کو کہا جائے گا کہاں ہیں
۷۴ وہ جن کو شریک بناتے تھے، کہیں گے: بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا

بدر منیر: (ص ۱۶۵ سے آگے) ہونا اس آیت سے ظاہر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دُعاء کا حکم دیا، پھر فرمایا کہ وہ لوگ اُوندھے مُنہ جہنم میں داخل ہوں گے جو میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں یعنی دعاء سے تکبر کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ جب ان کو جہنم کی سزا دی گئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہُوا، کیونکہ جہنم سزائے غضب ہے۔ اور خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ مانگے یعنی سرکشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب کرتے ہیں۔ رواہ احمدؒ و البزارؒ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الدعاء مخ العبادۃ یعنی دُعا عبادت کا مغز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دعا عبادت کا اعلیٰ ترین فرد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ دُعاء یعنی پکار بہترین عبادت ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا کہ کونسی عبادت سب سے بہتر ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کا اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا۔ حضرت امام شوکانیؒ نے فرمایا کہ دُعا کامل تر عبادت ہے، جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت تاکید کے ساتھ یہ عبادت

(باقی اگلے صفحہ پر)

مشرک لوگ حمد اور مدحیں غیر اللہ کی کرتے ہیں۔ جو حمدیں خاص اللہ تعالیٰ
کے لائق ہیں، غیر اللہ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور غیر اللہ کو حاجات
میں غائبانہ پکارتے ہیں۔ خدا نے فرمایا: فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۶۵
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ لباب قرآن کا یہ ہوا کہ: "غیر اللہ کو حاجات
میں غائبانہ مت پکارو۔" تفسیر مواہب الرحمٰن اور تفسیر عزیزی میں ہے
کہ شاہ علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے کہ تمام قرآن شریف سورۂ فاتحہ
شریف میں ہے۔ فاتحہ شریف بسم اللہ شریف میں ہے اور بسم اللہ شریف
تب ٔ میں ہے۔ اب اس کا مطلب سمجھو۔ لباب قرآن حٰم مومن میں

بد رِ منیر (ص ۱۶۶ سے آگے) اپنے بندوں سے طلب کی ہے۔ اور غیروں کے پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ سو جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کو پکارا، اور ان سے مرادیں مانگیں، سو بے شک اس نے شرک کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبر اور کتابیں اسی واسطے بھیجی ہیں کہ خاص اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور اسی سے سب حاجتیں مانگی جائیں۔ اب رہا یہ سوال کہ بعض مفسرین نے دعا کے معنی عبادت بھی لکھے ہیں، جسے دیکھ کر آج کل کے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ دعا کے معنی تو عبادت ہیں اور اس کا معنی پکار کرنا غلط بتاتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر کو ہرگز رد نہیں کیا جاسکتا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کسی بھی مفسر کی تفسیر کو رد کیا جاسکتا ہے۔ البتہ مفسرین کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دعا بمعنی عبادت ہے بلکہ ان کی تفسیر ایک وہم کے دفعیہ کے لیے ہے یعنی کوئی یہ نہ سمجھتا رہے کہ غیر اللہ کی صرف پکار ہی حرام ہے اور باقی نذر و نیاز، سجدہ، روزہ، اعتکاف وغیرہ غیر اللہ کے لیے جائز ہے، تو مفسرین نے دعاء بمعنی عبادت کرکے اس وہم کو دور کردیا کہ ذکر خاص، مراد عام ہے۔ یعنی جیسے غیر اللہ کی پکار حرام ہے اسی طرح ہر قسم کی عبادت غیر اللہ کی حرام ہے جیسے فَصَلِّ لِرَبِّكَ میں تمام بدنی عبادتیں اور وَانْحَرْ سے تمام مالی عبادتیں مراد ہے۔

ہے۔ حٰم مومن کا مطلب یہ ہے کہ خاص ایک ہی کو پکارو۔ غائبانہ حاجات میں جو کام فوق الاسباب ہیں۔ ان میں حمدیں اللہ کی کرو۔ حٰم جاثیہ میں ہے: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۴۵: ۲۷) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (۴۵: ۳۶) بادشاہی اللہ کی ہے۔ حمدیں بھی خاص اللہ کی کرو۔ ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ حمد خاص تیرے لیے ہے۔ یعنی جو کام فوق الاسباب ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ پیغمبروں کی مخالفت کی وجہ سے کفار کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور پیغمبروں کو سلامت رکھا۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (۲۷: ۵۹) سورۂ صافات میں ہے: وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۳۷: ۱۸۱ و ۱۸۲) سورۂ فاتحہ کا خلاصہ یہ ہوا: جو نعماء فوق الاسباب ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ کہو ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ نَخْشَعُ لَكَ اِقْرَارًا بِالرُّبُوْبِيَّةِ كذا قال ابن عباسؓ وغیرہ وكذا في تفسیر ابن جریر وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ غیب دان جان کر غائبانہ خاص آپ ہی کو پکارتے ہیں۔ اسی راستہ پر ہم کو ثابت قدم رکھ تاکہ وسوسے ڈال کر شیطان گمراہ نہ کردے۔ بسم اللہ کا یہ معنیٰ ہے کہ خاص اللہ کے نام کے ساتھ استعانت پکڑتا ہوں، یعنی خاص اللہ کو پکارتا ہوں۔! "ب" استعانت کی ہے۔ اس کا متعلق ابتداء میں ذکر نہیں کیا گیا خصوص استعانت سمجھا گیا، جو حاصل لباب قرآن کا ہے۔

خلاصہ حٰم مومن کا جو لباب قرآن ہے اور خلاصہ سورۂ جن کا جو لب لباب ہے۔ اور خلاصہ فاتحہ شریف کا جس میں سارا قرآن ہے یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں غیب دان جان کر خاص اللہ ہی کو پکارو۔

الحمد شریف سے حٰم مومن تک تمام سورتوں کا حاصل ہم نے نکالا اور سمجھا دیا کہ فوق الاسباب کرنے والا، فوق الاسباب جاننے والا

خاص ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ غائبانہ حاجات میں غیب دان جان کر خاص اسی کو پکارو۔

مُختصر ترین خلاصہ: (حم مومن) فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ کا مطلب یہی ہے کہ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ کیونکہ عبادت کی جزءِ اعظم پکار ہے، اس لیے غائبانہ حاجات میں مافوق الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہ پکارو۔

رکوعاتہا ۶ | (۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۱) | کلماتہا ۷۹۶
آیاتہا ۵۴ | | حروفہا ۳۳۵۰

کُفّار کے چار شبہات کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خاصل یہ ہے: اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ ۶
لائق عبادت کے ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی عقیدہ پر محکم رہو۔ تَوَجَّهُوْا
اِلَيْهِ. خاص اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور اسی سے مانگو۔ حق تعالیٰ
نے چار دلائل عقلیہ بیان فرمائے:

○ پہلے فرمایا: آسمان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ ۹
الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ کہ یہ ساری کارسازی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تقدیر کے ۱۲
معنی ہیں ہموار کردنِ چیزے۔ کذا فی المنتخب۔

○ پھر دوسری دلیل: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ.......... ۳۷
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ. ۳۹

بدرِ مُنیر: لہ "تقدیر" کے معنے مترجمین حضرات نے اس مقام پر مُختلف کیے ہیں:
① "انداز ٹھیرایا ہُوا" شاہ رفیع الدینؒ۔ ② "تدبیر" شاہ ولی اللہؒ۔ ③ "تجویز" حضرت تھانویؒ
④ "مقرر کردہ نظام" سحبان الہندؒ۔ ⑤ "محکم انتظام" دریا بادیؒ۔ ⑥ "سادھا ہُوا" شیخ الہندؒ
و شاہ عبدالقادرؒ۔ ان سب میں سے مؤخر الذکر مفہوم احسن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سادھنے
(باقی اگلے صفحہ پر)

○ تیسری دلیل: اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَکْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ۔

○ چوتھی دلیل: اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔

پہلی دو دلیلوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر شے کا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دوسری دو دلیلوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر شے کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْهِ۔ پس محکم ہوجاؤ۔

۲۵ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ الخ شیاطین شبے ڈالتے ہیں۔ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا

۴۳ مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ۔ ان کے شبہات کی طرف مت دیکھنا اگر یہ کہیں کہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہیں آیا۔ اس کا جواب فرمایا

۴۴ اگر قرآن عجمی زبان میں ہوتا تو پھر کہتے کہ دیکھو رسول عربی اور کلام عجمی۔ اگر کہیں کہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو

۴۵ کتاب یک دفعہ دی تھی، اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ اگر کہیں کہ عذاب کیوں نہیں آتا تو اس کا جواب دیا لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اگر وعدہ قیامت کا نہ ہوتا تو عذاب آجاتا۔

مختصر ترین خلاصہ: (حم سجدہ) اگر تمھیں یہ شبہ ہو کہ ہمیں بزرگ خواب میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تکلیف تمھیں فلاں گستاخی کی وجہ سے پہنچی ہے۔ لہٰذا یہ مشرکانہ وظیفہ پڑھو تب یہ تکلیف ہٹ جائے گی' یا فلاں بزرگ کے نام کی نذر و نیاز دو، تو یہ تکلیف جاتی رہے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ در اصل شیطان پکڑ لیتے ہیں، بزرگ خواب میں نہیں آتے۔

بلد رمُنیر: (ص ۱۶۹ سے آگے) کے معنے "تولنے" کے بھی ہوتے ہیں' تو مطلب یہ ہوا کہ تول میں رکھا ہے' جس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ علامہ مُطرزیؒ نے المغرب ج ۲ ص ۱۱۰ میں یہی معنی لکھے ہیں کہ ایسے برابر رکھنا دینی تول میں رکھنا، کہ کمی بیشی نہ ہو۔ سورج کا نظام ہمیشہ یکساں چلا آرہا ہے' چاند کا بھی اسی طرح، تمام نظام جیسے اس نے چلایا ایسے ہی چلا آرہا ہے' سر مو فرق اس میں نہیں آیا اور یہی مراد منتخب ولے کی ہے جس کا حوالہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا۔

رکوعاتہا ۵ | (۴۲) | سورۃ حم الشوریٰ مکیۃ | (۶۲) | کلماتہا ۸۶۰
آیاتہا ۵۳ | | | | حروفہا ۳۵۸۸

کفار کے مزید تین شبہات کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل حم مومن کا یہ ہے کہ: "ایک ہی کو پکارو"۔
حاصل حم سجدہ کا یہ ہے کہ: "اسی پر محکم رہو"۔

اس دعویٰ پر کفار نے شبہ کیا کہ تم نے حم مومن میں بیان کیا ہے کہ
"ایک ہی کو پکارو۔ کل نبیوں کو یہی بات کہی گئی"۔ مگر ہماری
کتابوں میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو حاجات میں پکارو"۔
اللہ پاک نے فرمایا: اے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی طرف
سابقہ سورتوں میں اور پہلے نبیوں پر بھی اللہ تعالیٰ یہی وحی کرتا رہا ہے ۳
کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔
سمیع بصیر بھی وہی ہے۔ ایک ہی کی عبادت کرو۔ یہی حکم نوح، ابراہیم ۱۳
موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کیا گیا۔ رہا اس کا خلاف تو وہ باغیوں نے ۱۴
نکالا۔ پچھلوں کو ان کا لکھا مل گیا۔ ان کو اس مسئلہ میں شک پڑ گیا۔
بعد استجابت علماء ثقات کے ان کا عذر قبول نہیں ہے۔ قولہ کَذٰلِكَ
يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ یعنی حق تعالیٰ اسی طرح وحی کرتا ہے کہ سب کچھ اسی کا
ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے۔ ولد یعنی نائب کے حوالے نہیں کیا
قریب ہے کہ ان کے قول سے آسمان پھٹ جائے۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ ۱۹: ۸۸
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا. لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا. تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ تا
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. ۱۹: ۹۱
قولہ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ ۔ یعنی جو لوگ شرک کرتے ۶

ہیں، آپ ان پر داروغہ بناکر نہیں بھیجے گئے۔ آپ کو کلام عربی دے کر
۷ اس طرح بھیجا جس طرح تم وحی بیان کر رہے ہو۔ انذار کے لیے بھیجا ہے
تاکہ حجت قائم ہوجائے۔ کَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ۔ اشارہ الی الواقع جیسے
۱۲۳:۶ سورۂ انعام میں ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا
یعنی اللہ وحی کرتا رہا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔
ولد اور نائب کے قبضہ میں نہیں ہے۔ سمیع بصیر اور عالم ہر شے کا
وہی حق تعالیٰ ہے اور تمہارے واسطے دین سے وہ چیز مقرر کی ہے
جس کے ساتھ نوح علیہ السلام کو حکم کیا تھا۔ یعنی وہ چیز کہ ہم نے
تیری طرف وحی کی ہے۔ یعنی فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ
۱۳ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ عطف تفسیری ہے
کمالین میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے
ہر نبی پر یہ سورت اتری ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ ھٰذا عندی بعید
(دراصل) تفسیر کبیر والے نے حضرت ابن عباسؓ کا مطلب نہیں سمجھا
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کو کہا گیا
ہے کہ ایک ہی کو پکارو، تم سے پہلے جو نبی آئے ہیں ہر ایک کو
ہم نے یہی کہا تھا۔ توابع انبیاء سابقین نے بھی یہی سوال کیا کہ ہماری
کتابوں میں تو لکھا ہوا ہے کہ غیر کو پکارو۔ ہر نبی کو خداوند کریم نے
یہ فرمایا کہ خاص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ اور کتب انبیاء میں بھی یہی حکم بھیجا ہے
باغیوں نے خلاف کیا اور لکھ دیا۔ جن کو ان کا لکھا ہوا مل گیا، اُن کو
شک پڑ گیا۔ لیکن علماء ثقات نے بیان فرمادیا کہ یہ باغیوں کا لکھا ہوا
ہے ان کے بیان کرنے کے بعد جھگڑا غیر مقبول ہے۔ وہ عذاب سے نہیں بچ سکتے

بدرِ منیر: ؎ دورِ حاضر میں جو بائبل (عہد نامہ قدیم اور جدید) دستیاب ہے،
اس میں اتنی تحریف ہوچکی ہے کہ اس میں اصل کا پتا کرنا متعذر و متعسر ہے۔ اور
(باقی اگلے صفحہ پر)

اب جو شخص خلافِ قرآن کے لکھا ہوا دکھادے اس کو کہو کہ یہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے۔ اگر وہ شخص جس کی طرف خلافِ قرآن لکھا ہوا منسوب کرتے ہیں مقبولِ الٰہی ہے تو کہدو کہ اس کی طرف کسی باغی نے

بدرِ منیر: (ص ۱۷۲ سے آگے) موجودہ زمانے کے مسیحی تو انجیل کو آسمانی کتاب تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اور وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی وہ دُنیا پر معدوم ہے لہٰذا ہم پکار کا مسئلہ نہیں نکال سکے، البتہ ان کی کتابوں میں عیسیٰؑ، مریمؑ اور رُوح القدسؑ کی پکار لکھی ہوئی ہے۔ دُعاءِ عام ص ۸۰ میں ہے، مبارک ہو تو اے خداوند (یسوع مسیح) ہم تیری پرستش کرتے ہیں.... تو مہر کرکے ہمیں پاک اور بے عیب بناکر باپ کے سامنے پیش کر۔ اے خداوند یسوع مسیح زندہ خُدا کے بیٹے.... آسمانی تخت سے ہم پر نظر فرما اور اس رات کی تاریکی کو اپنے الٰہی نور سے روشن کر۔ نیز ان کی دینیات کی کتاب میں ہے: اے خُدا کی پاک والدہ ہمارے واسطے دُعا کر۔ سلام اے ملکہ رحم کی ماں.... اے ہماری وکیلہ ہماری طرف اپنی پُر رحم نگاہ کر۔ اے یسوع کے پاک دِل میں تجھ پر کامل بھروسہ رکھتا ہوں۔ اے یسوع کے پاک دِل عنایت کر کہ میں تجھے ہمیشہ پیار کرتا رہوں۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریجلیس اینڈ ایتھکس ج ا ص ۱۰۳ میں کبھی ایسا نہیں کہ خُدا کے ساتھ ساتھ مسیح سے بھی دُعا نہ کی ہو۔ خروج ۷:۱ میں ہے: "خداوند نے موسیٰؑ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے گویا خُدا ٹھیرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا"۔ اعمال ۹: ۳۴ میں ہے: "یسوع مسیح تجھے شفا دیتا ہے"۔ یوحنا ۱۴: ۱۰، ۱۱ میں ہے: "میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے"۔ متی ۲۸: ۱۸ میں ہے: "یسوع نے کہا آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے"۔ یوحنا ۱۲: ۴۶ میں ہے: "میں نور ہوکر دُنیا میں آیا ہوں"۔ ۱۶: ۳۰ میں ہے: (اے یسوع) "تو خُدا سے نکلا ہے"۔ ۲۱: ۱۷ میں ہے: (اے یسوع) "تو سب کچھ جانتا ہے"۔

لہ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) اخبار الاخیار ص ۲۰ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے لکھا ہے: "ہر کہ منادی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آن شدت ازو" یعنی جو میرا نام لے کر ندا کرے گا کسی سختی میں تو اس کی سختی کھول دی جائے گی"۔ سیّد غلام مرتضیٰ

(باقی اگلے صفحہ پر)

نسبت کردی ہے[1]۔ اور اگر آیتِ الٰہی کے مقابل میں صحیح حدیث لائیں کہ جس کا مطلب اس آیت کے مخالف ہو تو کہدو کہ ہم ظاہر معنے والی آیت کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کا معنی علماء کرام بیان کریں گے

بقیہ منیر: (ص ۱۷۳ سے آگے) میرٹھی نے نظامِ شریعت ص ۲۱۶ میں نمازِ غوثیہ کے نام سے غیر اللہ کی نماز لکھی ہے اور اس کا خاص طریقہ بھی بیان کیا ہے۔ چونکہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو عرفِ عام میں گیارھویں والا پیر کہا جاتا ہے، ان کی نماز بھی اسی گیارہ عدد کے حساب سے پڑھی جاتی ہے پھر منہ بھی خاص عراق کی طرف کیا جاتا ہے۔ طریقہ میں لکھا ہے کہ "عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر یہ کہے: يَا غَوْثَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَرِيمَ الطَّرَفَيْنِ اَغِثْنِي وَاَمْدِدْنِي فِي قَضَاءِ حَاجَتِي يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ۔ اسی طرح شیخ صاحبؒ کی پکار مسجدوں میں لکھی جاتی ہے۔ مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ نورِ ہدایت ص ۳ میں یہ شعر لکھا ہے

امداد کُن امداد کن از رنج و غم آزاد کن یا شیخ عبد القادرا

نیز حضرت علامہ جامی کی طرف یہ مصرع منسوب ہے جو یوسف زلیخا میں ہے: ترحم یا نبی اللہ ترحم نیز اَغِثْنِي يَا رَسُوْلَ اللهِ عام مشہور دعاء ہے جو اکثر مقامات پر لکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ پھر یا رسول اللہ انظر حالنا. یا رسول اللہ اسمع قالنا. انني في بحر هم مغرق. خذ يدي سهل لنا اشكالنا کا ورد عام طور پر نماز کے بعد دعاؤں میں پڑھا جاتا ہے۔ نیز دعاؤں میں پڑھا جاتا ہے

یا الٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے یا رسول اللہؐ کرم کیجیے خدا کے واسطے

نیز یا علی مدد، یا علی ادرکنی، یا رسول اللہ مدد، یا امام الزمان ادرکنی فی سبیل اللہ، یا غازی عباس علمدار اور اس طرح کے بے شمار شرکیہ کلمات عام طور پر سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح لکھتے ہیں "بے سہارو سب پکارو یا رسول اللہؐ" حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ( ) نیز فرمایا: وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ( )

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی املائی شرح بخاری مسمّٰی بہ فیض الباری میں فرمایا ہے کہ بارہا ایسا ہوتا رہتا ہے کہ کسی نے کوئی بات اپنے نظریہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

اگر تاویل صحیح معلوم ہو سکے تو بیان کرے۔ نہیں تو علماء کرام کے بیان پر حوالہ کرے۔ یہ مطلب سُورت آلِ عمران میں ذکر کیا گیا ہے۔
پس سُنو! حٰمٓ مومن میں یہ بیان ہے کہ ایک ہی کو پکارو۔ (۶۵:۴۰)
حٰمٓ سجدہ میں ہے اس دعویٰ پر پختہ رہو۔ (۴۱: ۶) قُرَنَآءَ شیاطین شبہے ڈالیں گے۔ خواب دِکھلائیں گے کہ جو مخالف قرآن کے ہوں گے، ان سے پرہیز کرنا۔ پھر حٰمٓ شورٰے میں یہ بیان آیا ہے کہ لکھا ہُوا دِکھلائیں گے کہ غیر کو حاجات میں غائبانہ پکارا جائے۔ ان سے کہدینا کہ یہ باغیوں کا لکھا ہُوا ہے۔ مُنَزَّل من اللہ نہیں ہے۔
پھر شبہ ہُوا کہ ہم غیروں کو پکارتے ہیں ان کو شفیع سمجھ کر۔ سُورت زخرف میں اس کا جواب دیا۔

مختصر ترین خلاصہ: (حٰمٓ شورٰے) اور اگر کہو کہ ہمیں بڑوں کی کتب سابقہ میں یہ مسئلہ ندا غیر اللہ وغیرہ کا لکھا ہُوا ملتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ در اصل وہ مسئلہ نداء غیر اللہ وغیرہ کا باغیوں کا لکھا ہُوا ہے جو بعد میں آنے والوں کے لیے عذر نہیں بن سکتا۔

بلغۃ الحیران: (ص ۴۷، اسے آگے) کے مُطابق کتاب کے حاشیہ میں لکھ دی' آنے والے نے کتاب نقل کرتے وقت یہ سمجھ کر کہ حاشیہ میں لکھی ہُوئی بات متن میں سے رہ گئی تھی' اب اس ناقل نے وہ حاشیہ میں لکھی ہُوئی بات کتاب کے حاشیہ میں لکھ دی' مطالعہ کرنے والا اسے اصل کتاب کی عبارت سمجھ لیتا ہے۔ یوں بھی دھوکے ہوتے رہے۔
میرے اُستاذ حضرت مولانا خدا بخش بھیروی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سنن ابی داؤد کی تقریر میں فرمایا تھا کہ میزان الاعتدال میں نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کا نام کسی شخص نے قلمی نسخہ کے حاشیہ پر لکھ دیا تھا، اس سے نقل کرنے والے نے نعمان کے ناموں میں اسے یہ سمجھ کر درج کر دیا کہ پہلے یہ نام متن میں لکھنے سے رہ گیا ہوگا' اس ناقل نے یہ نام اٹھا کر متن میں لکھ دیا۔ پھر جب مطبع آیا تو مطبع والوں نے اسی طرح چھاپ دیا۔ حالانکہ علامہ ذہبیؒ نے شروع کتاب میں لکھا ہے کہ ان ہستیوں کا تذکرہ اس کتاب میں نہ کروں گا جو ائمۂ مجتہدین متبوعین میں سے ہیں۔

رکوعاتہا ۷ ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ کلماتہا ۸۴۸

آیاتہا ۸۹ حروفہا ۳۶۵۶

شفیع غالب کہنے والوں کے شبہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے کہ اگر اُن سے پوچھا جائے کہ پیدا کرنے والا کون
۹ ہے تو کہتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ آپؐ اُن
سے فرمائیں کہ یہ تو تمہارے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ سب کچھ
۲۶ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اب سُنو! حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو یہی حکم ہُوا کہ غیر اللہ کی عبادت
نہ کرو۔ کسی رسول کے دین میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور
۵۷ کی عبادت کرو۔ لوگوں نے ابن مریم علیہما السلام کی بندگی کی، لیکن
حضرت ابن مریم علیہما السلام نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ انھوں نے تو یہ
۶۴ فرمایا تھا: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ۔ اب کفار کا غیر اللہ
کو شفیع سمجھ کر پکارنا غلط ہے۔ کسی پیغمبرؑ نے نہیں بتایا، نہ کیا۔
۸۶ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ اگر آپؐ ان سے پوچھیں کہ جن کو یہ پکارتے ہیں
ان کو کس نے پیدا کیا۔ البتہ کہدیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا فَاَنّٰى
۸۷ يُؤْفَكُوْنَ۔ پس اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ہم ان معبودوں کو شفاعت
کے مالک و مختار بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہمارا یہ خیال ہے کہ اگر اللہ
تعالیٰ ان کو اجازت دے دے تو پھر شفاعت کریں گے۔ سورت
دُخان میں اس شبہ کا دفعیہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ
وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

مختصر ترین خلاصہ: (زخرف) اور اگر کہو کہ ہم غیر اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر نہیں پکارتے، بلکہ وہ ہماری سفارش اللہ تعالٰی کے حضور پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کو شفیع سمجھ کر پکارتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھیں شفیع غالب سمجھ کر پکارنا بھی شرک ہے۔

رکوعاتہا ۳ | ۴۴ | سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ | ۶۴ | کلماتہا ۳۴۶
آیاتہا ۵۹ | | | | حروفہا ۱۴۳۱

جواب اس شبہ کا کہ شفعاء سنتے جانتے تو ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے کہ بڑے رحمت کے وقت ہم یہ حکم بھیجتے ہیں، اگر نہ مانا تو تم کو عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اس مبارک وقت میں بڑے بڑے کام لکھے جاتے ہیں، نہ ماننے والے کا عذاب بھی لکھا جاتا ہے وہ حکم جو اس مبارک رات میں لکھا گیا ہے محض رحمت کے سبب سے وہ حکم یہ ہے کہ یقین کر لو کہ سمیع علیم اس کے سوا کوئی نہیں ہے، عبادت کے لائق بھی بجز اس کے کوئی نہیں۔ پس جب غیر اللہ ہر وقت دیکھتا سنتا نہیں پھر اس کو غائبانہ پکارنا ضلالت اور گمراہی ہے۔ موجب عذاب دنیوی و اخروی ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الخ

مختصر ترین خلاصہ: (دخان) اور اگر کہو کہ ہم ان کو شفیع غالب سمجھ کر بھی نہیں پکارتے، بلکہ یہ سمجھ کر پکارتے ہیں کہ وہ دور و نزدیک سے ہمیں دیکھتے ہیں، اور ہماری ہر بات سنتے ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں، پھر اللہ تعالٰی کی مرضی قبول کرے یا نہ قبول کرے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی غلط ہے۔ ہر کسی کی دیکھ بھال اور ہر کسی کی ہر بات دور و نزدیک سے سننا صرف اللہ تعالٰی کی ہی صفت مختصہ ہے۔

رکوعاتھا ۴	۴۵	سورۃ الجاثیۃ مکیۃ	۶۵	کلماتھا ۴۸۸
آیاتھا ۳۷				حروفھا ۲۱۹۱

اس شبہ کا جواب کہ اللہ تعالیٰ شفعاء کو احوالِ سائل کی اطلاع دے سکتا ہے،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلاصہ حٰم مومن کا یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارو، شرک نہ کرو۔ سورۂ جن میں ہے: اِنَّمَآ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَآ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا الخ (۷۲: ۲۰) خلاصہ یہ ہے کہ ایک اللہ ہی کو پکارو۔ رفیع الدرجات ذوالعرش نے یہی حکم کل انبیاء پر بھیجا ہے۔ دُوسری حٰم سجدہ کا حاصل یہ ہے کہ لائق عبادت اور پکارنے کے سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ اس بات پر محکم رہو۔ شیاطین کے دھوکے میں مت آؤ۔ قال الشیخ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب التوسل والوسیلہ ص ۱۱: الشیاطین تتصور للناس فی صور الآدمیین فیرونہم باعینہم ویقول احدہم انا ابراھیمؑ. انا المسیحؑ وانا محمدؐ وانا الخضر. انا ابوبکر انا عمر. انا عثمان. انا علی وانا الشیخ فلان وقد یقول بعضہم عن بعضہم ھذا ھو النبی فلان او الشیخ فلان او ھذا وھو الخضر ویکون اولئک کلھم جنا فیشھد بعضہم لبعض، والجن کالانس فمنہم الکافر ومنہم الفاسق ومنہم العاصی وفیہم العابد الجاھل فمنہم من یحب شیخا فیتصور الشیطان فی صورۃ الشیخ ویقول انا فلان ویکون ذلك فی بریۃ ومکان قفر فیطعم ذلك الشخص طعاما ویسقیہ شرابا او یدلہ علی الطریق او یخبرہ بعض الامور الواقعۃ الغائبۃ. الخ شیاطین اولیاء کی شکل میں ہو کر بعض مشرکین کو کہتے ہیں کہ جو حاجت ہو ہم کو پُکارنا۔

قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ھذہ الرسالۃ ص ۱۳ فھذہ الانواع من خطاب الملائکۃ والانبیاء والصالحین بعد موتھم عند قبورھم وفی مغیبھم وخطاب تماثیلھم ھو اعظم انواع الشرک الموجود فی المشرکین۔

سُورت حٰم سجدہ میں بیان ہُوا کہ ہر شے پَیدا کرنے والا اور ہر شے جاننے والا خاص اللہ تعالیٰ ہے۔ شیاطین کے دھوکے میں مت آؤ۔ غائبانہ حاجات میں غیر اللہ کو مت پکارو۔ یہ شرک ہے۔ شرک مت کرو۔

سُورت شوریٰ میں یہ بیان ہے کہ غیر اللہ کا پکارنا کتابوں میں لکھا ہُوا ہے۔ لیکن یہ باغیوں کا لکھا ہُوا ہے۔

سُورت زخرف میں ہے کہ کسی نبیؑ نے یہ نہیں کہا کہ غیر اللہ کو نائب سمجھو۔ وہ شفاعت کے مالک نہیں۔

سُورت دُخان میں ہے ہر شے سُننے جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لائق عبادت کے صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ ایک شبہ پڑتا تھا لوگوں کو کہ فرشتے استغفار کرتے ہیں، ایمان والوں کے حق میں، جیسے حٰم مومن میں ذکر ہے۔

اور قاعدہ جلیلہ میں ہے: روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوغیرہ من الانبیاء والصالحین یدعو یشفع للاخیار من امتہ۔

سُورت رعد میں ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ یعنی فرشتے انسان کی حفاظت کرنے والے ہیں خُدا کے حکم کے ساتھ۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور عصر تک رہتے ہیں۔ پھر اور فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں اور فجر تک رہتے ہیں اور حال دیکھتے رہتے ہیں اور بعض اعمال امت کے کسی وقت پیغمبروںؑ پر عرض کیے جاتے ہیں پس اگر کوئی انبیاءؑ اور ملائکہ کی خدمت میں عرض کرے کہ میرے

لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دُعا مانگو۔ اور بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ عابد اور زاہد انبیاءؑ اور ملائکہؑ کو خطاب کر کے حاجات میں پکارتے رہے ہیں۔ پس ہم ملائکہ اور انبیاء کو اس گمان پر پکاریں کہ شاید وہ ہماری عرض پر مطلع ہو کر ہمارے لیے دُعا کریں گے، جیسا کہ زاہد اور عابد پکارتے ہیں اور ان کو نفع ہو جاتا ہے، اس میں کون امر مانع ہے؛
۲۷ اس سُورت میں یہ شبہ دفع کیا گیا ہے۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
۳۶ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔
۱۸ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا یعنی غیر کی مدحیں کر کے حاجات مت مانگو۔ ہمارے بتائے ہُوئے راستے کے تابع رہو۔ دریا اور ہر چیز اور ملائکہ کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے۔ ہم نے جو راستہ بتایا ہے اسی پر چلو۔ بعضے عابد اور زاہد اور جاہل لوگ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ باغیوں کے تابع ہیں۔

فی قاعدۃ جلیلہ ص ۵۶: اما دعاء الرسول وطلب الحوائج منہ صلی اللہ علیہ وسلم وطلب شفاعتہ عند قبرہ بعد موتہ فھذا لم یفعلہ احد من السلف وفی ص ۹۰ من صلی علی عند قبری سمعتہ۔ راوی اس کا محمد بن مروان سُدّی ہے۔ لیس بثقۃ۔ کذّاب آدمی ہے۔ قاعدہ جلیلہ میں ہے کہ ملائکہ کو پکارنا اور مرنے کے بعد اولیاء صالحین کو پکارنا شریعت میں جائز نہیں، شرک کی طرف پہنچانے والا ہے۔ قاعدہ جلیلہ ص ۲۵ میں ہے کہ وہ لوگ جو انبیاء اور صالحین کو موت کے بعد نزدیک سے پکارتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ قاعدہ جلیلہ ص ۴۹ میں ہے کہ وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دُعا میں وفات کے بعد بعض صحابہؓ اور تابعینؒ اور امام احمدؒ وغیرہ سے منقول ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ اسالك بنبیك محمد ای اسالك بایمانی[ف] بہ و بمحبتہ۔

فائدہ: یہ تاویل ہے بصورت صحۃ ورنہ خود حدیث میں بحث ہے۔ نیلوی

قاعدہ جلیلہ ص ۳۸ میں ہے: التوسل بالایمان به وبطاعته اصل الایمان۔

پس سورت جاثیہ کا حاصل یہ ہوا کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ملائکہ وغیرہ کو حاجات میں پکارنا یہ باغیوں نے نکالا ہے۔ ہم نے کشادہ راہ بیان کیا ہے، یعنی ایک کو پکارو، غیر کو مت پکارو۔ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کے تابع مت ہو۔ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا عذاب دفع نہیں کریں گے۔

قاعدہ جلیلہ ص ۱۲۸ میں ہے: ولا یجوز لاحد ان یستغیث باحد من المشائخ الغائبین ولا المیتین مثل ان یقول یا سیدی فلان اغثنی وانصرنی وادفع عنی او انا فی حسبك ونحو ذلك بل كل هذا من الشرك الذی حرم الله ورسوله وتحريمه مما يعلم بالاضطرار من دين الاسلام۔ بعضے لوگ جو مخالف ہیں بعض احادیث کے ساتھ سند پکڑتے ہیں، ان حدیثوں کا مختصر بیان یہ ہے:

تحقیق انیق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ فی الجزء الثانی من الصراع بين الاسلام والوثنية

① يقال جاء اعرابی الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمی[1] بنفسه الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال لتستغفر لی فنودی من القبر انه قد غفر لك راوی الحدیث هيثم كان كذابا يضع الحديث على الثقات۔ قال ابن عبد الهادی فی الصارم المنكی وضع الكذابون اسنادا الی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رواية الافضاء بقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سنده ابو الجوزاء

عن عائشة رضی الله عنها. قال ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ فی التمهيد ابو الجوزاء لم يسمع من عائشة رضی الله عنها شيئا.

② قول الصفية عمة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رضی الله عنها فی مرثيتها ؎

الا یا رسول الله كنت رجاءنا وكنت بنا برا ولم تك جافيا

رواہ الطبرانی عن عروة بن الزبير عن صفية.

○ ولد عروة رحمہ اللہ تعالیٰ بعد وفات صفية بنت عبد المطلب.

○ الخطاب بیا معروف للاحياء والاموات نظيرة من نصوص الشرع السلام عليك ايها النبی فی كل صلوٰة. وفی زيارة المقابر السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين.

○ وفی الحديث انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون.

○ قالت المرأة الانصارية ترثی عثمان بن مظعون رحمة الله عليك ابا السائب.

○ قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه للحجر الاسود انی لاعلم انك لحجر.

○ وفی الحديث المرفوع يا ارض ربی و ربك الله.

○ وجائز ان يقول رحمك الله ايها الدفين الشهيد رحمة الله عليك يا احمد بن تيمية.

○ ياظبيات القاع قلن لنا ايها الليل الطويل الا انجلی

يا قبر معن كيف واريت جوده

③ روى الطبرانی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اغفر لامی فاطمة بنت اسد بحق نبيك والانبياء الذين من قبل. فی سنده روح بن صلاح المصری المكنی بابی الحارث المشهور بابن سيابة ضعفه ابن

عدی قال الدارقطنی ضعیف قال ابن ماکولا ضعفوہ . قال الذھبی فی المیزان
الحاکم - یصحح الحدیث الباطل ویصحح الاحادیث الساقطۃ فما ادری
ھل خفیت علیہ اوھو ممن یجھل ذالک وان علم فھذا خیانۃ عظیمۃ .

(۴) حدیث یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی . فی سندہ ابوجعفر ، قال الترمذی لیس ھو الخطمی قیل ھوالرازی ضعیف . وفی ابن ماجہ ابوجعفر المدنی وفی مسند احمد ابوجعفر المدینی ، والبوجعفر الرازی لا یقال لہ ابوجعفر المدنی ولا ابوجعفر المدینی فلعل ھذا عبداللہ بن عمیر الھاشمی المدائنی . قال احمد احادیثہ موضوعۃ . وھناک راوٍ اٰخر یقال لہٗ ابوجعفر الانصاری ھذا رجل مجھول ولم یثبت ادراک شعبۃ اباجعفر ھذا . فلعل ھذا راوی حدیث یا محمد اباجعفر المدائنی الکذاب اشعار .

سوادین قارب الحافظ الھیثمی فی مجمع الزوائد .

(۵) روایۃ توسل اٰدم علیہ السلام بعلی وفاطمۃ والحسن والحسین رواہ الدارقطنی وقال تفرد بہ عمر بن ثابت ابن ھرمز من الشیعۃ الغلاۃ الکذابین الوضاعین ھذا الحدیث موضوع باتفاق اھل الحدیث .

(۶) حدیث وامحمد رواہ الطبرانی . اسانیدہ ضعیفۃ بین ضعفھا فی الصراع بین الاسلام والوثنیۃ .

(۷) حدیث اعینونی یا عباداللہ . رواہ ابو یعلی والطبرانی و بن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی سندہ معروف بن حسان ضعیف وفی بعض الاسانید زید بن علیؒ لم یدرک عتبۃ . ھذا منقطع وفی رواتھا الضعفاء کما ذکرہ الھیثمی فی الزوائد .

قول المشرکین مع جوابہ

قال المشرکون ان العلماء استغاث النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند

قبرہ فاغیثوا۔

الجواب: انہ من الاکاذیب والذی فی ھذہ الحکایات لایفعلہ الا المشرکون۔ روی البیھقی و ابن ابی شیبۃ انہ اصابھم قحط فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق لامتک فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لہ ائت عمر رضی اللہ عنہ فقل لہ ان الناس مسقون۔

فالجواب: ان ھذا لیس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل ھو مجھول الحال و مجھول الاسم واسنادہ غیر معلوم الصحۃ۔

وفی روایۃ ان الذاھب الی قبرہ بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ۔

فالجواب: فی سند روایتہ سیف بن عمر الضبی اجمعوا علی ضعفہ واتھم بالزندقۃ

بدر منیر: لہ یہ روایت ہمارے بعض معاصرین نے ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تحریراتِ حدیث" کے حوالے سے پیش فرمائی ہے۔ اس کے بارے میں ان کے وہم کا ازالہ ضروری سمجھتے ہوئے ذیل کی سطور لکھی جا رہی ہیں۔ اگر انابت کے ساتھ پڑھا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور فائدہ ہوگا۔ سو اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ "تحریراتِ حدیث" غیر مترتب مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے خود حضرت صاحبؒ کے حکم اور اہتمام سے طبع نہیں کرایا گیا۔ ہمارے حضرت صاحبؒ کے یہی غیر مرتب مسودات کسی ایک جگہ رکھے تھے تو مولانا رب نواز صاحب ساکن بستی حاجی عبد الوہاب چاون تحصیل کبیر والا نے وہ مسودات وہاں سے حاصل کر کے کتابت کے لیے کاتب کو دے دیے۔ اور اپنی صوابدید اور سمجھ کے مطابق تصحیح بھی کر دی۔ ان میں سے بعض مسودات کی نہ کتابت ہو سکی اور نہ ہی وہ چھپ سکے۔ جس شخص نے "تحریراتِ حدیث" کا مطالعہ کیا ہے اس سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے باب رفع السبابۃ سے کتاب شروع کی، جب کہ یہ مضمون کتاب الصلوٰۃ کے باب التشہد میں آنا چاہیے تھا۔ اور کتاب کے شروع میں کتاب الطہارۃ کے مضامین آنے چاہییں تھے۔ سو کتاب الدعوات کا جھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ مُنیر: (ص ۱۸۴ سے آگے) بھی اسی قبیل سے ہے کہ اس کا اعتراضات والا حصہ طبع ہو گیا اور جوابات والا حصہ طباعت سے رہ گیا۔ اور تفسیر بے نظیر کی کاپی جو آپ نے اپنے محفوظ ہاتھوں سے تحریر فرمائی تھی یہ از ابتدا تا انتہا مسلسل مُرتّب اور مکمل تھی اور مطالعہ کرنے والے سے یہ بات بھی مخفی نہیں اور اس تفسیر میں سوال کے جواب بھی درج ہیں البتہ سُورۂ جنّ سے متعلق حضرت صاحبؒ کے نوٹس جو انھوں نے تفسیر بے نظیر شروع کرنے سے پہلے اپنی کاپی میں لکھے ہوئے تھے، کاتب نے اسی مقام پر لکھ دیے اور وہ اسی طرح چھپ بھی گئے۔ اور سُورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے پہلے لکھا ہے کہ "اس کاپی پر ہر سُورت کا مختصر خلاصہ لکھتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ" سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو اس سے پہلے کے صفحات میں مضمون لکھا ہوا ہے وہ یا تو اس تفسیر کا حصہ ہی نہیں ہے اور اگر وہ اس تفسیر کا حصہ ہے تو کم از کم یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ وہ اس مقام پر چھپنے والا نہیں تھا جہاں وہ چھپ گیا۔ اور پھر میں نے اس ابتدائی مضمون کو اس مقام پر لکھنے کی بجائے سُورۂ جنّ کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور میرے خیال میں وہ ہی اس کا مقام ہے۔

چنانچہ اس تفسیر میں حضرت صاحب قدس سرّہٗ نے وہ روایت بھی درج فرمائی ہے جس پر ہمارے معاصرین کو بہت بڑا ناز ہے اور جس کی وجہ سے وہ ہمارے پیر و مرشدؒ کو اپنا ہمنوا سمجھے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے پیر و مرشدؒ نے اس مقام پر وہ روایت بیان فرمانے کے بعد اس کا جواب بھی دیا ہے اور فرمایا ہے کہ واقعی ایک روایت میں آیا تو ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر جانے والے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال بن حارث مُزنی رضی اللہ عنہ تھے، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں سیف بن عمر وضبی ہے۔ جس کے ضعف پر سب کا اجماع اور اتفاق ہے اور اس راوی پر زندیق ہونے کا بھی الزام ہے۔ حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے المغنی ج ۱ ص ۲۹۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ سیف بن عمر و التمیمی الاسدی کی کئی مہلک روایات ہیں۔ سب محدثین نے اس سے روایت لینی ترک کر دی ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کو زندیق ہونے کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس نے تابعین کو پایا

(باقی اگلے صفحہ پر)

حاشیہ ۔ ۲۵

بلد بِمُّنلیر: (ص ۱۸۵ سے آگے) ہے اور یہ متہم ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ موضوع اور من گھڑت حدیثیں روایت کرنے کا عادی ہے۔ اور ج ۲ ص ۱۴۱ میں پھر امام ذہبی لکھتے ہیں کہ سیف بن عمرو کے اُستاذ بشر بن فضیل کا کچھ علم نہیں کہ کون ہے۔ وہ جبیر بن صخر سے روایت کرتا ہے اور جبیر بن صخر حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتا ہے کہ عام الرمادہ (۱۸ھ) میں مزینہ قبیلہ نے ایک آدمی سے اس کے گھر والوں نے ایک بکری ذبح کرنے کو کہا، اس نے کہا کہ ان میں کوئی ایسی چیز ذبح کے قابل نہیں۔ مگر گھر والوں نے بہت اِصرار کیا تو آخر کار اُس نے بکری ذبح کر دی تو دیکھتے کیا ہیں کہ اس کی ہڈیاں لال سُرخ تھیں، تو اس نے کہا یا محمداہ۔ اہ یاد رہے کہ یہ ندا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پانے والے کسی صحابی کی قطعاً نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ تو جاہلیت کے دَور کی ندا کی طرح ہے، جیسے پاؤں سُن ہونے کے موقع پر دَورِ جاہلیت کے لوگ اپنے محبوب کو ندا کر کے پکارا کرتے تھے۔ نیز وہ صحابی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر کیونکر پکار سکتا ہے، جبکہ قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنے کی صریح ممانعت آچکی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (۲۴: ۶۳) دوسرے یہ کہ دُعاء اور پکار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر نہ تھی، ورنہ کہنا پڑے گا کہ یہ شخص صحابیؓ رسولؐ ہو کر قبر النبیؐ پر جانور کیسے ذبح کر رہا ہے حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گندے کام سے منع کر رکھا تھا۔ تیسرے یہ کہ اُس عبارت میں یہ بھی تو ہے: فلما امسى اُرِيَ في المنام کہ جب شام ہوئی تو خواب میں دیکھتا ہوں۔ یہ لفظ خاص طور پر غور طلب ہے، ایک تو یہ کہ عشاء کو مساء کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کی جاہلی بولی کی اِصلاح فرمائی ہے۔ اور اگر مساء سے مُراد صلوٰۃ العشاء سے ماقبل وقت ہو تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سونے سے منع فرمایا ہے۔ چوتھے یہ کہ اس عبارت میں یہ بھی لکھا ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول له ابشر بالحياة حالانکہ ممنوع اشیاء سے روکنا اہم ترین امر ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے جب

[illegible] صفحہ

بلا رو منبر : (ص ۱۸۶ سے آگے) حکم ہے : من رأی منکم منکراً فلیغیرہ (الحدیث) آپ خود تو نہایت ہی شفیق ہیں، نا مناسب امر دیکھ کر بھلا آپ خاموش رہ سکتے ہیں؟ اور ماںحن فیہ میں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے کہ منہی عنہ کام دیکھ کر اس سے روکنا تو رہا درکنار، اُلٹا اس ناجائز کام پر بشارت اور خوش خبری سُنا رہے ہیں۔ نیز اس کی عبارت یہ ہے : ائتِ عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انھم مسقون فالکیس الکیس یا عمر! فجاء حتی یأتی باب عمر، فقال لغلامہ استاذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی عمر فاخبرہ ففزع ثم صعد عمر المنبر فقال للناس انشدکم اللہ الذی ھداکم الاسلام ھل رأیتم منی شیئاً تکرھونہ ؟ فقالوا اللھم لا. وعم ذلک؟ فاخبرھم بقول المزنی وھو بلال بن الحارث ففطنوا ولم یفطن (اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مجتہد اعظم کی توہین ہے) فقالوا انما استبطاک فی الاستسقاء فاستسق بنا. یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور ان کی خدمت میں سلام عرض کر اور انھیں اِطلاع کر ان پر بارش آئے گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بھی عرض کر دینا کہ آپ اپنی دانائی پر قائم رہیں تو اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر یہ کہدیا۔ تو آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں سے اس بارے میں قسم لی کہ تم نے مجھ میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی ہے ؟ تو سب نے کہا کہ نہیں، پھر لوگوں نے عرض کیا: کیوں کیا بات ہے ؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلال مُزنی کی بات بتائی تو لوگ تو سمجھ گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں سمجھ سکے۔

تنبیـــہ : یاد رہے کہ مُحدث ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث اور ہے جس میں رَجُلؒ کا لفظ ہے۔ وہ رجل کون ہے ؟ وہ نا معلوم اور مجہول ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو باتیں صحابیٔ رسولؐ حضرت بلال بن حارث مُزنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، وہ اور ہیں، اور جو رَجُلؒ کی ہیں وہ اور ہیں۔ مگر معاصرین علماء ان الگ الگ دو واقعات کو ایک ہی واقعہ سمجھتے اور بتلاتے ہیں۔ پھر یہ واقعہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین

مسئلہ درود شریف

فی روایۃ ابن ماجہ ص ۱۱۹ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احد لن یصلی الا عرضت علی صلوتہ حین یفرغ منہا قال قلت و بعد الموت۔ وفی روایۃ ابن ماجہ ص ۶۵ عن ابی فاختہ عن الاسود بن یزید عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال اذا صلیتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحسنوا الصلوٰۃ علیہ فانکم لا تدرون لعل ذٰلک یعرض علیہ قال فقالوا فعلمنا قال قولوا اللّٰھم اجعل صلوٰتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ۔ الخ درود شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حیات میں پیش ہوتا تھا۔ جیسے پہلی حدیث سے معلوم ہوا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تھا پہنچا دیتا تھا۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد بھی

بد رہنیر: (ص ۱۸۷ سے آگے) ہے بھی غلط۔ اس بارے میں مفصل تشریح ندائے حق میں آچکی ہے۔ بہرحال ہمارے معاصرین کا یہ کہنا کہ حدیث الاستسقاء میں جس رجل کا ذکر آیا ہے اس سے مراد صحابئ رسولؐ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ تہکم محض اور تعسف کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ دیکھو تفسیر بے نظیر کا متن۔ اور جہاں کہیں لکھا ہے کہ ھذا اسناد صحیح۔ مثلاً البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲ وفتح الباری ج ۲ ص ۱۴۸ میں ہے۔ سو یہ سبقِ قلم ہے۔ یا سہوِ ناسخ۔ کیونکہ اعمش مدلس ہے۔ اور بیہقی نے اس کی روایت عن سے بیان کی ہے اور مدلس کی روایت عن سے بیان کی ہوئی مقبول نہیں ہوتی۔ جیسے اصولِ حدیث میں محقق ہے۔ یا تو محدثین کے اصول کو غلط کہو اور یا پھر سند صحیح کا لفظ سہوِ ناسخ پر محمول کرو۔ لیکن اصول تو غلط نہیں ہے اس لیے سہوِ ناسخ ہی معین ہے یا سبقِ قلم۔

جس وقت اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے پہنچا دیتا ہے۔ نسائی شریف ص ۸۶ میں ہے: عن ذاذان عن عبد اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. فی التقریب ذاذان لین الحدیث فیہ شیعیۃ. نیز اس حدیث کا بھی یہی معنی ہوگا جس وقت چاہتا پہنچا دیتا ہے، حیات میں بھی، اور حیات کے بعد بھی۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ[لہ] ومن صلی علی نائیا ابلغتہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان. قاعدہ جلیلہ ص ۵۹ میں اس حدیث کا راوی محمد بن مروان السدی الصغیر عن الاعمش لیس بثقۃ یعنی ضعیف ہے۔ حدیث صحیح نہیں ہے۔

بدرِ منیر: لہ یہ روایت بطریق مرفوع امالی ابن شمعون ج ۲ ح ۲ ص ۱۹۳ میں اور تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۹۱ و ۲۹۲ میں اور ابن عساکر ج ۱۶ ح ۲ ص ۷۰ میں بایں سند مذکور ہے: محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ علامہ محدث بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان باب ۱۵ ص ۲۱۸ میں اسی طریق سے روایت کی۔ علامہ نقاد ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "الموضوعات" میں اسی طرح بیان کیا۔ اور محمد بن مروان اس روایت میں متفرد ہے۔ اعمش کے تمام شاگردوں میں سے کوئی ایک شاگرد بھی یہ روایت بیان نہیں کرتا جو محمد بن مروان روایت کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ مفسر و محدث ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تفرد بہ محمد بن مروان۔ حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الرد علی الاخنائی ص ودیگر کتب میں یہی لکھا ہے۔ حضرت محدث ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قصیدہ نونیہ میں اسی طرح لکھا ہے۔ مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کوثر النبیؐ میں اسی طرح لکھا ہے۔ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الصارم المنکی میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ عقیلیؒ نے ضعفاء میں، خطیبؒ نے تاریخ میں، ابن جوزیؒ نے الموضوعات میں، مقدسیؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں، جزریؒ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلدِ منیر: (ص ۱۸۹ سے آگے) نے شرح حصن حصین میں، بیہقیؒ نے رسالہ حیاۃ الانبیاء میں، سخاویؒ نے القول البدیع میں، فتنیؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں، ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں، ابن نمیرؒ نے اپنی کتب میں، ابن دحیہؒ نے اپنی تصانیف میں، البانیؒ نے مختلف الاحادیث میں، ابو ہاشم سیلقیؒ نے ما انتقاہ علی ابن بشرویہ میں، امام سیوطیؒ نے جامع صغیر اور اللآلی المصنوعہ میں، علامہ شوکانیؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں، اور ہمارے پیرو مرشد حضرت شیخ مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر بے نظیر میں۔ اور اسی طرح دیگر جید علماء متقدمین و متاخرین نے اس حدیث کو محمد بن مروان کے تفرد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ اور ضعیف کے کئی مدارج ہوتے ہیں' اور یہ حدیث ضعف کے درجۂ عالیہ پر ہے یعنی موضوع' جس کا راوی کذاب ہوتا ہے۔ اور یہی مندرجہ بالا علماء کرام محمد بن مروان کو کذاب' واضع الحدیث اور ذاہب الحدیث اور متروک الحدیث کہتے ہیں' لہٰذا یہ حدیث موضوع ہوئی۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موضوع حدیث کو معمول بہ بنانے والا شیطان کا خادم ہے۔ دیکھیے: حضرت محمد بن طاہر الفتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تذکرۃ الموضوعات۔

فائدہ: یہ محمد بن مروان کذاب' وضاع، ذاہب الحدیث' متروک الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ رافضی بھی ہے اور رافضی محدثین کا راوی ہے۔ چنانچہ اُصول کافی' کے مؤلف ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی نے کئی روایتیں اس سے لی ہیں جیسے کافی کی کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۳۸۷ میں ایک روایت ہے: عدۃ من اصحابنا عن احمد بن محمد عن ابن محبوب عن الربیع بن محمد المسلی عن محمد بن مروان قال سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول ان الامام لیسمع فی بطن امہ الخ یعنی یہی محمد بن مروان کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد "علیہ السلام" یعنی امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح کہتے ہوئے سُنا ہے کہ امام پیدا ہونے سے پہلے اپنی ماں کے پیٹ میں رہ کر باہر کی مخلوق کی سب آوازیں سُنتا ہے۔ محمد بن مروان کے متعلق شیعہ عالم شیخ عبداللہ مامقانی نے اپنی کتاب تنقیح المقال فی علم الرجال ج ۳ ص ۱۸۲ میں لکھا ہے محمد بن مروان البصری

باقی اگلے صفحہ پر

بدرِ منیر: (ص ۱۹۰ سے آگے) عدّہ الشیخ ج فی رجالہ تارۃ بھذا العنوان من اصحاب الباقر علیہ السلام واخری باضافۃ۔ یعنی شیخؒ نے کبھی اس عنوان کے ساتھ حضرت محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے.... آگے لکھا وظاھر کونہ امامیا الا ان حالہ مجھول۔ آگے چل کر محمد بن مروان کی حدیث جو وہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بیان کرتا ہے ذکر کر کے کہتا ہے: وفیہ دلالۃ علی انہ کان الملازمین بحضرۃ الصادق علیہ السلام یعنی اس حدیث سے اس بات کی رہنمائی ملتی ہے کہ محمد بن مروان ہمیشہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی صحبت میں رہنے والے لوگوں میں سے تھا۔

اب سوچیے کہ ہماری گفتگو ہو رہی تھی محمد بن مروان کی وضع کردہ اس حدیث پر، جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپؐ کی قبر مبارک کے پاس صرف صلوٰۃ وسلام سُننے کی بات تھی، باقی باتیں سُننے کے متعلق ہرگز اشارہ تک نہیں ملتا۔ اب اُوپر اِسی رافضی راوی محمد بن مروان کی وہ حدیث جو اس نے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے، اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے کہ آپؐ صرف درود شریف سُن لیتے ہیں اور وہ بھی اس وقت جبکہ خاص قبر اطہر پر کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔ مگر ہم نے متعدد جید علماء کرام کا فیصلہ اس روایت کے ضعیف بلکہ موضوع ہونے کے بارے میں اُوپر بیان کر کے لکھ دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ موضوع حدیث کو معمول بہ بنانے والا شیطان کا خادم ہے۔ اب دیکھیے کہ یہی محمد بن مروان جو رافضیوں کی مجلس میں بیٹھ کر رافضیوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ نبیؐ تو صرف درود شریف ہی سُن سکتے ہیں جبکہ خاص اُن کی قبر پر پڑھا جائے اور امام کا درجہ و مقام نبیؐ سے کہیں زیادہ اور اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ جیسے زندگی میں سُنتا ہے، ماں کے پیٹ میں بھی سُنتا ہے اور مرنے کے بعد بھی سُنتا ہے۔ اور دُور و نزدیک کا کوئی فرق بھی نہیں ہے۔ سب جہان کی آوازیں ماں کے پیٹ میں بھی سُنتا رہتا ہے۔ اور صرف صلوٰۃ وسلام ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی آوازیں سُنتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر وقت ہر کسی کی ہر آواز سُننا خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدرِ مُنلیر: (ص ۱۹۱ سے آگے) جھوٹے راوی محمد بن مروان کا یہ عقیدہ تمام ائمہ کے بارے میں ہے تو اس عقیدے کے مُطابق ائمہ ماں کے پیٹ میں ہی الٰہی اوصاف کے ساتھ متصف ہوتے ہیں، اور یہی شرک ہے۔ اور قولِ شرک قولِ زور ہے۔ اس سے بڑا اور کونسا جھوٹ ہوسکتا ہے؟ تو ایسے کذّاب مشرک کی من گھڑت بات کو حدیثِ نبویؐ سمجھ کر اس کے مُطابق عقیدہ بنالیں تو یہ کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اور پھر جب کوئی احسن طریقے سے گفتگو کرکے سمجھائے تو آنکھیں دکھلاتے ہیں اور گھُورتے ہیں اور گستاخ گستاخ کہہ کر عوام کو اہلِ حق سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نیز مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ والی اسی حدیث کو شعب الایمان میں علاء بن عمر حنفی کے واسطے سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ نیز یہ شخص یعنی علاء بن عمر حنفی بھی متروک الحدیث اور من گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ جیساکہ حافظ ابنِ حجر کنانی عسقلانیؒ نے لسان المیزان ج ۴ ص ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ نیز فرمایا کہ ابنِ حبانؒ نے لکھا ہے کہ اس کو دلیل میں پیش کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، پھر عُقیلیؒ کے حوالے سے اس کی بیان کردہ ایک من گھڑت حدیث تحریر فرمائی، پھر ابن خُزیمہؒ کے حوالے سے اس کی بیان کردہ ایک اور حدیث تحریر کرکے فرمایا کہ یہ جھوٹ۔ اسی طرح دیگر کئی علماء کے حوالے سے بھی اس کا منکر وغیرہ ہونا نقل فرمایا ہے۔ اب رہا یہ کہ ابنِ حجرؒ نے اس کو سند جید کیوں کہا تو بات یہ ہے کہ جب تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث موضوع ہے تو پھر ایک حافظ ابنِ حجرؒ کی بات بغیر دلیل کے کس لیے تسلیم کی جائے۔ جبکہ خود معاصرین حضرات۔ بخاری و ترمذی وغیرہ کی تقریر میں فروعی اور عملی مسائل میں حافظ ابنِ حجرؒ کی تحقیقات کی دھجیاں اُڑاتے ہیں۔ اور تلک الغرانیق العلیٰ کے بارے میں ابنِ حجرؒ کی تحقیق کو پامال کیا جاتا ہے اور اسی طرح ہاروت ماروت کے بارے میں بھی ابنِ حجرؒ کی تحقیق کو ہمارے معاصر علماء غلط بتاتے ہیں۔ نیز ابنِ حجرؒ نے تو اس حدیث کو بھی صحیح بتایا ہے جس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک سُورۂ فاتحہ اور مُعوّذتین قرآنِ پاک میں سے نہیں ہیں۔

احادیث تبلیغ صلوٰۃ وسلام کی بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیں۔ بعض کہتے ہیں کہ پہنچنے کا یہ معنے ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ چاہتا تھا حیات میں پہنچا دیتا تھا اور بعد وفات کے جس وقت چاہے پہنچا دیتا ہے۔ تبلیغ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس مقیدا بالممات کان یبلغ فی الحیات اذ یشاء اللہ ان یبلغہ صلوٰۃ احد نکذلک بعد الممات۔ فاندفع شبھتہ ان النبی علیہ السلام ماکان یعرف کل من اٰمن فی حیاتہ بل کان لا یعلم نفاق بعض من ھم عندہٗ فی المدینۃ فان تبلیغ الصلوٰۃ لیس الا بمشیتہ تعالیٰ اذاشاء بلغہٗ ولیس التبلیغ کل حینٍ حتیٰ فی وقت الغشی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہٖ۔ حجۃ اللہ البالغۃ فی باب الاذکار۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ نے لکھا ہے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احدٍ یسلم علیّ الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام کنایہ ہے اس امر سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دُعاء مقبول ہے۔ دُعاء کرنے والے' درود پڑھنے والے کو ثواب اور فیض پہنچتا ہے۔ نسائی ص ۱۹۱ سطر ۲۰: قولوا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین فانکم اذا قلتم ذٰلک اصابت کل عبد صالح فی السماء والارض۔ سلام پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ سب کے حق میں دُعاء ہوگئی۔ یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے' باب التشہد میں۔ شاہ ولی اللہؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ درود شریف پہنچنے کا یہ معنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دُعاء ہوگئی' وہ بحمد اللہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ درود شریف پڑھنے والے کو ثواب اور فیض پہنچتا ہے۔ بعض راویوں نے بلغنی کا یہ معنی کیا ہے کہ میرے پاس خبر درود پڑھنے کی پہنچائی جاتی ہے راوی نے روایت بالمعنیٰ کرکے کہا کہ فرشتے پہنچاتے ہیں' حیات

میں بھی اور بعد از وفات بھی۔ اور کسی راوی نے کہا: یُعْرَضُ عَلَیَّ۔ اور بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ پہنچانے کا معنی یہ ہے کہ فرشتے پہنچاتے ہیں، حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی۔ لیکن مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے پہنچا دیتا ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ میں تیرہ اقوال لکھے ہیں، یعنی تیرہ مذاہب لکھے ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ ہر روز سب عمل بندوں کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچتے ہیں۔ یہ شیعہ مذہب والے کہتے ہیں: فی اصول الکافی ص ۱۲۳ قال محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد عن الحسن بن سعید عن القاسم بن محمد عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال تعرض الاعمال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال العباد کل صباح ابرارھا وفجارھا فاحذروھا وھو قول اللہ عز وجل اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔ قال عبد اللہ بن الزیات قال الرضا اعمالکم تعرض علیّ فی کل یوم ولیلۃ فاستعظمت ذلک فقال لی اما تقرأ کتاب اللہ عز وجل وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ قال ھو واللہ علی بن ابی طالب۔ منیر الدین بریلوی نے اپنی کتاب مسمّی بہ "منیر الدین" ص ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ عینیؒ نے عرض اعمال کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ مُطلب بن عبد اللہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علیّ اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علیّ ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ القرآن او آیۃ اوتیھا رجل ثم نسیھا۔ المراد حل الاعمال ولیس المراد ان فلان قال کذا او عمل فلان کذا (رواہ ابوداؤد ص ۹۸) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہ حدیث لائے ہیں۔ اور فرمایا: لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ اور

امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مُطلب بن عبد اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز نہیں سُنی بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب اعمالِ اُمت پیش ہوتے ہیں، اس لیے کہ قیامت میں آپ گواہ ہوں گے۔ اور گواہ سوائے علم کے نہیں ہوتا۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم ص ۲۶۸ چھاپہ مصری میں جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا کے تحت لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا مادمت فیہ یعنی اس امر کی گواہی دُوں گا جو میں ان میں رہا تھا اور دیکھتا تھا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (حاشیہ) اور اگر کہو کہ چلو ٹھیک ہے کہ وہ مزعومہ شفعاء کچھ نہیں سُنتے، لیکن ہم ان کو اس امید پر پکارتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع دے تو وہ ہمارے حق میں بارگاہِ ایزدی میں دُعاء کریں گے تو یہ بھی غلط ہے۔ شریعت میں عقلی و نقلی دلائل بیان ہو چکے ہیں۔ اس کے سوا باقی سب باغیوں کا لکھا ہُوا ہے۔

رکوعاتھا ۴	(۴۶) سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَافِ مَكِّيَّةٌ (۶۶)		کلماتھا ۶۴۴
آیاتھا ۳۵			حروفھا ۲۵۹۵

شبہ برکات فی اسماء الشفعاء کا دفعیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حاصل یہ ہے کہ کافر لوگ غیر کو پکارتے ہیں۔ اس پر وہ دلیل عقلی لے آویں کہ غیر نے کیا چیز پیدا کی، یا دلیل نقلی لے آویں۔ اور غیر کو نہ پکارنے کی دلیلیں ہم سے سُن لو دسبردست ہم تین دلیلوں پر اکتفا کرتے ہیں، ○ دلیل نمبر ا عقلی: مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا

5

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ
۱۲ غٰفِلُوْنَ۔ ○ دلیل نمبر ۲ نقلی: وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا
وَّرَحْمَۃً۔ ○ دلیل نمبر ۳ وحی: میں وحی سے کہتا ہوں: وَھٰذَا کِتٰبٌ
مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا الخ مشرک لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارے معبود
ہمیں مدد دیتے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں ہم نے بہت مشرکوں کو ہلاک
۲۸ کیا۔ فَلَوْلَا نَصَرَھُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قُرْبَانًا اٰلِھَۃً بَلْ
ضَلُّوْا عَنْھُمْ وَذٰلِکَ اِفْکُھُمْ وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ یہاں تک
الحمد شریف سے لے کر ہر سورت کا حاصل یہ ہوا کہ غیر اللہ کو غائبانہ
مت پکارو۔ کارساز غیب دان سوائے اس کے کوئی نہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (الاحقاف) اگر کہو کہ چلو ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع نہیں دیتا، مگر ان خدا رسیدہ بزرگوں کے نام جپنا اور ان کے نام کا وظیفہ کرنا برکت سے خالی نہیں ہے۔ ہم ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں تو ہمارے کاموں میں برکت ہوتی ہے اور ہمارے کام ہوجاتے ہیں۔ اور ہم مصائب سے محفوظ رہتے ہیں۔ تو یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ ہم نے جب یہی عقیدہ رکھ کر وظیفہ کرنے والے مشرکوں کو تباہ کیا تھا تو نہ ان کو ان کے مزعومہ شفعاء اس عذاب سے چھڑا سکے اور نہ ہی ان کے وظیفے کچھ کام آئے۔

رکوعاتھا ۴	۴۷	سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَدَنِیَّۃٌ	۹۵	کلماتھا ۵۵۸
آیاتھا ۳۸				حروفھا ۲۴۷۵

منکرین توحید سے قتال کا حکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۹ **خلاصہ** یہ ہے کہ حکم قتال اور تھوڑی سی توحید فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ یعنی سمجھ لے کہ لائق عبادت کے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (محمدؐ) جب توحید کا مسئلہ دلائل عقلیہ و نقلیہ و وحییہ کے ساتھ اور وقائع وعلل کے بیان کے ساتھ اور تذکیر آلاء اللہ اور تذکیر بابعد الموت کے ساتھ، غرض ہر طرح سے سمجھا دیا گیا۔ پھر ذہن میں ابھرنے والے شکوک اور شبہات کا بھی تسلی بخش اور مُسکت جواب دیا گیا۔ پھر بھی نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ یہ ضدی صرف اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ناحق تنگ کرتے ہیں اب ایسوں کا یہی علاج ہے کہ ان کو مارو اور ان کی سرکوبی کرو۔ لہٰذا ان کے ساتھ جہاد کا اعلان کردو۔

رکوعاتہا ۴	۴۸	سُورَۃُ الفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ	۱۱۱	کلماتہا ۵۶۸
آیاتہا ۲۹				حروفہا ۲۵۵۹

مؤمنین مجاہدین کو بشارت فتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۴ حاصل یہ ہے وعدۂ فتح اور تھوڑی سی توحید وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. بادشاہی خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے۔ ایمان والوں کو بخشتا ہے اور نہ ماننے والوں کو عذاب دیتا ہے۔

مختصر ترین خلاصہ (الفتح) آخر کار فتح تمہاری ہی ہوگی۔ خوش ہوجاؤ، جہاد کرو، سُستی نہ کرو۔

رکوعاتہا (۲)	۴۹	سُورَۃُ الحُجُرَاتِ مَدَنِیَّۃٌ	۱۰۶	کلماتہا ۳۴۳
آیاتہا ۱۸				حروفہا ۱۴۷۶

مومنین کو تعلیم آداب اور باہمی اتحاد کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۸ حاصل یہ ہے: چند آداب اور تھوڑی سی توحید اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. غیب دان خاص اللہ تعالےٰ ہے،

اگر اس کے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔ سزا دے گا۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ... الخ

مُختصر ترین خلاصہ: (الحجرات) البتہ جہاد سے پہلے منظم و متحد اور متفق رہنے کے لیے آداب سیکھ لو، اور اپنے متبوع پیغمبر علیہ السلام کے بارے بھی آداب سیکھ لو۔

رکوعاتہا ٣	٥٠	سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ	٣٤	کلماتہا ٣٥٧
آیاتہا ٤٥				حروفہا ١٤٩٤

قیامت اور بعث کا اثبات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: قیامت کا ثبوت اور دنیوی و اُخروی ڈراوا اور بشارۃ اُخروی اور تھوڑی سی توحید۔ حمد خاص رب کی کرو۔ اور اس کو شریکوں، معینوں، وزیروں، مشیروں، نائبوں اور شفعاء غالبہ سے پاک سمجھو۔ اور اسی کی پاکی بیان کرو شریکوں (وغیرہ) سے یعنی لائق عبادت کے اس کے سوا کوئی نہیں۔ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ

مُختصر ترین خلاصہ: (قٓ) اور جہاد صرف اسی لیے نہیں کہ وہ شرک کرتے ہیں بلکہ وہ شرک کے ساتھ ساتھ قیامت کے بھی منکر ہیں، اسی لیے ان کو یہ مسئلہ بھی سمجھا دو کہ مر کر ایک دن جی اُٹھنا بھی ضرور ہے، اس لیے قیامت سے ڈر کر تو توحید مان لو۔

رکوعاتہا ٣	٥١	سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ	٦٧	کلماتہا ٣٦٠
آیاتہا ٦٠				حروفہا ١٢٣٨

بعث و نشر کے بعد اعمال کی جزا و سزا کا اثبات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: تخویف دنیوی و اُخروی اور تھوڑی سی توحید فَفِرُّوْٓا اِلَی

اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں
کسی کو شریک نہ کرو۔ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔

مختصر ترین خلاصہ: (الذاریات) اور صرف قبروں سے نکل کر کھڑا ہونا ہی نہیں، بلکہ حشر بھی ہوگا، جس میں جزا و سزا کے لیے سب کو جمع ہونا ہوگا۔

رکوعہا (۲)	۵۲	سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ	۷۶	کلماتہا ۳۱۲
آیاتہا ۴۹				حروفہا ۱۵۰۰

مستحقینِ عذاب، عذاب سے بھاگ نہ سکیں گے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: ڈراوا اور بشارت اُخروی اور تھوڑی سی توحید،
لائق عبادت کے سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے،
اس امر سے کہ کوئی اس کا شریک لائق عبادت ہو۔ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ ۴۳
غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وَاصْبِرْ۔ کفار کے تنگ ۴۸
کرنے سے گھبراؤ نہیں، صبر کرو۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ قیامت
میں مومن کہیں گے: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان ۲۷
کیا۔ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ دنیا میں ہم خاص اللہ تعالیٰ ہی کو ۲۸
پکارتے تھے، بحمد اللہ تعالیٰ بڑا عظیم بدلہ ملا۔

مختصر ترین خلاصہ: (الطور) پھر وہاں مشرکین میں سے کوئی ایک بھی عذاب اُخروی سے جان بچا کر چور دروازے سے کہیں نہیں جا سکے گا۔

بدرِ منیر: ق سے ذاریات اور ذاریات سے طور میں ترقی ہے باایں طور کہ ق میں عقلی دلائل سے قیامت اور بعث کو ثابت کیا گیا ہے كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ۔ پھر ذاریات میں حشر نشر کو ثابت کیا گیا ہے کہ اس وقت جزا و سزا بھی ہوگی وَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ۔ پھر طور میں بتایا کہ مستحقین عذاب اس عذاب سے بھاگ نہ سکیں گے مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ۔

رکوعاتہا ۳	۵۳	سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ	۲۳	کلماتہا ۳۶۰
آیاتہا ۶۲				حروفہا ۱۴۰۵

سُوَرِ سابقہ کا نتیجہ کہ پھر غیر اللہ کو مت پکارو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: یہ میرا محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچا پیغمبر ہے۔ اس کو بڑے بڑے معاملات دکھلائے ہیں۔ اس کے مُدعا کو مان لو، یعنی پیغامِ الٰہی کو مان لو۔ لات عُزّیٰ اور منات شفیع نہیں۔ آخرت اور اُولےٰ (یعنی دُنیا) دونوں
۲۶ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى۔ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرو۔ اور خاص اُسی کی عبادت کرو۔ غیر اللہ کو شفیع سمجھ کر دُعاء و ندائے غائبانہ مت کرو۔ فقط۔

مختصر ترین خلاصہ: (النجم) اور نہ ہی کوئی شفیع غالب وہاں ہوگا جو اُنھیں چھڑا سکے۔

رکوعاتہا ۳	۵۴	سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ	۳۷	کلماتہا ۳۴۲
آیاتہا ۵۵				حروفہا ۱۴۲۳

نفی شرک و شفاعتِ غالبہ کی علّت کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے: قمر منشق ہوگیا (یعنی چاند پھٹ گیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ہوگئی۔ عذاب دُنیوی اور

اخروی سے ڈراوا۔ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُكَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡكَ۔

مختصر ترین خلاصہ: (القمر) غیروں کی پکار اس لیے منع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ہمہ دان ہے اور نہ ہی کوئی کارساز ہے، نہ بگڑی بنانے والا۔

ركوعاتها ۳	۵۵	سُورَةُ الرَّحۡمٰنِ مَدَنِيَّةٌ	۹۷	كلماتها ۳۵۱
آیاتها ۷۸				حروفها ۱۶۳۶

سورۂ قمر کا نتیجہ اور یہ کہ برکات دہندہ بھی صرف اللہ ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حاصل یہ ہے: رحمٰن نے قرآن بھیجا، انسان کو پیدا کیا، اس کو لائق سمجھنے کے بنایا۔ سب مخلوقات اس پر دلالت کرتی ہے کہ نعمت دہندہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ يَسۡـَٔلُهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ سب اس کے آگے سوالی ہیں۔ **حاصل سورت کا:** بشارت، ڈراوا اور توحید۔ سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ۔ الخ

مختصر ترین خلاصہ: (الرحمٰن) اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی برکات دہندہ بھی نہیں ہے۔ (اس سے اگلی سورت میں ثمرہ و نتیجہ ہے۔)

ركوعاتها ۳	۵۶	سُورَةُ الۡوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ	۴۶	كلماتها ۳۷۸
آیاتها ۹۶				حروفها ۱۷۰۳

سورۂ قمر و رحمٰن کا نتیجہ کہ پھر رب تعالیٰ کو شرک برکتی سے پاک سمجھو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حاصل یہ ہے: بشارت اور قیامت کا ڈراوا۔ تھوڑی سی توحید۔ چونکہ پیدا کرنے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے اور نعمت دینے والا بھی

اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اس عظیم کو پاک سمجھو شرکاء (وغیرہ) سے۔ غیر اللہ کی عبادت مت کرو۔

الحمد شریف سے ختم تک یہ بیان ہے کہ پیدا کرنے والا اور جاننے والا اور غیب دان ایک اللہ تعالیٰ ہے، اسی کی عبادت کرو۔

حوامیم میں لُبابِ قرآن ہے۔ یعنی ایک ہی کو غائبانہ پکارو۔

سب نبیوں کو کہا گیا کہ ایک ہی کو پکارو۔

سورۃ محمد، الفتح اور الحجرات میں حکمِ قتال، وعدۂ فتح اور آداب۔

سورۃ قٓ سے الحدید تک اثباتِ قیامت، تخویفِ دُنیوی و اُخروی اور ہر سورت میں تھوڑی توحید۔

مختصر ترین خلاصہ: (الواقعہ) اس لیے اس صفت (برکات دہندگی) میں بھی اللہ تعالیٰ کو غیروں سے پاک سمجھو۔

رکوعاتہا ۴	۵۷	سورۃ الحدید مدنیۃ ۹۴	کلماتہا ۵۴۴
آیاتہا ۱۹			حروفہا ۲۴۷۶

دفعِ شرک کے لیے جہاد کرو اور مال لگاؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الحدید میں توحید اور حکمِ انفاق فی القتال (کا بیان ہے)

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ یعنی ہر شے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مُدبّر نہیں۔ اور ہر شے کا عالم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس تم بھی تسبیح کرو۔ اللہ تعالیٰ کو پاک سمجھو۔ انفاق فی القتال کرو۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

مُختصر ترین خلاصہ : (الحدید) اور جو یہ مسئلہ نہ مانے، اُلٹا ماننے والے کو تنگ کرے، زد و کوب کرے تو اس سے جہاد کرو۔ اور جہاد کی خاطر انفاق فی سبیل اللہ بھی کرو، جو اشد ضروری ہے۔

رکوعاتہا ۳	۵۸	سُورَةُ المُجَادِلَة مَدَنِيَّة	۱۰۵	کلماتہا ۴۷۳
آیاتہا ۲۲				حروفہا ۱۷۹۲

جہاد کے بارے میں رؤس المنافقین کو زجریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے : مُجادلہ سے تحریم تک زجریں ہیں۔ مُجادلہ میں منافقین کو زجریں ہیں۔ پہلے ظِہار کا مسئلہ بیان ہے کہ جس عورت سے ظِہار کی جائے وہ ماں نہیں بن جاتی۔ اے مُنافقو! تمہارا خیال اور طعن غلط ہے۔ اور تھوڑی سی توحید۔ اللہ تعالٰے ہر شے کا عالم ہے۔ خاص اللہ تعالٰی ہی پر توکل کرو۔

مُختصر ترین خلاصہ : (مجادلہ) جہاد و انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرنے والے کٹر مُنافقین کو زجرات سُناؤ۔

رکوعاتہا ۳	۵۹	سُورَةُ الحَشْر مَدَنِيَّة	۱۰۱	کلماتہا ۴۴۵
آیاتہا ۲۴				حروفہا ۱۹۱۳

مُنافقین نمبر ۲ کو زجریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل یہ ہے : ہر شے اللہ تعالٰی کی پاکی بیان کرتی ہے۔ تم بھی خُدا کو شریکوں (وغیرہ) سے پاک سمجھو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ..... لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ .... هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔ پہلے پہل خلق ہوتی ہے۔ پھر اس سورۃ میں توحید اور منافقوں کو زجر بیان کی گئی ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (حشر) جہاد و انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرنے والے چھوٹے منافقین کو بھی زجرات سناؤ۔

رکوعاتہا ۲	۶۰	سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّة	۹۱	کلماتہا ۳۴۸
آیاتہا ۱۳				حروفہا ۱۵۱۰

ضعیفُ الایمان مومنین کو زجریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل سورت ممتحنہ: ان مومنین کو زجر جو غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔

مُختصر ترین خلاصہ: (ممتحنہ) جہاد و انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرنے والے کمزور ترین مومنین کو بھی زجرات سناؤ۔

رکوعاتہا ۲	۶۱	سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّة	۱۰۹	کلماتہا ۲۲۱
آیاتہا ۱۴				حروفہا ۹۰۰

ضعیف الایمان مومنین نمبر ۲ کو زجریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل سُورت صف: اوّل توحید، ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے شرکوں وغیرہ سے۔ پھر ان مومنین کو زجر، جو غیر اللہ کی عبادت کرنے والے کے ساتھ قتال کرنے پر محکم نہیں ہوتے۔

مختصر ترین خلاصہ: (الصف) جہاد و انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرنے

والے کمزور ترین مومنین کو بھی زجرات سناؤ۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو جہاد کرو، دنیا میں فتح یابی اور آخرت میں جنت دائمی ملے گی۔

رکوعہا ۲ ، آیاتہا ۱۱	۶۲ سورۃ الجمعۃ مدنیۃ ۱۱۰	کلماتہا ۱۸۰ ، حروفہا ۷۲۰

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے رؤس المنافقین کو زجریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاصل یہ ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کو شرکاء وغیرہ سے پاک سمجھو۔ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہاد کرو اور ان سے بغض رکھو۔

مختصر ترین خلاصہ: (جمعہ) مومنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعاون کرو۔ موت سے نہ گھبراؤ۔ موت سے تو مفر نہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کرو اور خطبہ جمعہ میں آکر انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ کے بارے میں ہدایات سنو۔

رکوعہا ۲ ، آیاتہا ۱۱	۶۳ سورۃ المنافقون مدنیۃ ۱۰۴	کلماتہا ۱۸۰ ، حروفہا ۹۷۶

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے منافقین نمبر ۲ کو زجریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاصل یہ ہے کہ منافق ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ مومنوں پر خرچ نہ کرو۔ مومنو! تم خود جنگ میں خرچ کرو۔ فقراء مجاہدین کو منافقوں کا محتاج نہ ہونے دو۔

مختصر ترین خلاصہ: (منافقون) تم نے جمعہ کے خطبہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے جو مسائل سنے ہیں، ان پر بدل و جان عمل کرو۔ انفاق فی سبیل اللہ

کرو، ورنہ پچھتاؤ گے۔ دیکھو خزانے سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، وہی دے گا۔ مال اور اولاد کے خوف سے اِنفاق فی سبیل اللہ نہ چھوڑ بیٹھنا۔

کلماتہا ۲۴۱	(۱۰۸)	سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ	(۶۴)	رکوعاتہا (۲)
حروفہا ۱۰۷۰				آیاتہا ۱۸

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے ضعیف مومنین کو حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورت: توحید، ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ ہر شے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ ہر شے کا عالم اللہ تعالیٰ ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لائق عبادت کے سوا اُس کے کوئی نہیں۔ خاص اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کرو۔ غائبانہ اسی کو پکارو۔ جہاد میں خرچ کرو۔ آپس میں مخالفت چھوڑ دو۔

مختصر ترین خلاصہ: (تغابن) چونکہ ہمہ کُن، ہمہ دان اور برکات دہندہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے آگے کوئی شفیع غالب نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے، نہ نائب، نہ معین، نہ وزیر، نہ نظیر اور نہ مشیر، تو اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا۔ اور کفار سے نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھو۔ باہم منظم و متحد رہو۔ انفاق فی سبیل اللہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

بدرِ منیر: فائدہ آیت نمبر ۱۴: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا اِنتظام اچھا ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر تمہارے اہل و اولاد کوئی دوسرا مومن بھائی کوئی قبیح الفاظ کہے تو تم اس کے ساتھ لڑائی کرنے پر نہ تُل جایا کرو، بلکہ دل سے صاف ہوکر درگزر کردیا کرو، یہ تمہاری اہل و اولاد آزمائش ہیں۔ یہ طریقہ اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ تم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اہارکوعاتہا (۲) ۶۵ اٰیاتہا ۱۲	سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۹	کلماتہا ۲۴۹ حروفہا ۱۰۶۰

امورِ انتظامیہ کا تتمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حاصلِ سورت: طلاق، عدت اور نفقہ وغیرہ امور میں شرع کے مطابق چلو، تاکہ قتال میں تمہارا آپس میں اتفاق کم نہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ ہر شے کا عالم ہے خاص اسی سے خوف کرو۔

مختصر ترین خلاصہ: (طلاق) آپس میں متحد رہو، نا اتفاقی والے کام نہ کرو۔

اہارکوعاتہا (۲) ۶۶ اٰیاتہا ۱۲	سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷	کلماتہا ۲۴۷ حروفہا ۱۰۶۰

سورۃ حدید سے طلاق تک کا تتمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حاصلِ سورت: اپنے نفسوں اور اپنے اہل کو شرع پر محکم رکھو۔ کافروں کے ساتھ جہاد کرو۔ منافقوں پر تغلیظ کرو۔

بدرِ منیر: فائدہ آیت نمبر ۱، مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ (۶۶: ۱) یعنی جس چیز کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کی رضامندی کی خاطر حرام کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کونسی چیز تھی؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، تاکہ چرچا نہ ہونے پائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہم کیا جانیں وہ کیا ہے۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ ابہموا ما ابہمہ اللہ ورسولہ اور یہی اسلم طریقہ ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

تحریم۔ ۶۶

الحمد شریف سے حوامیم تک توحید۔ محمدؐ سے حدید تک جہاد، اور تخویف قیامت کی۔ حدید سے تحریم تک توحید، انفاق فی القتال اور زجریں ہیں۔ مگر چند سورتوں میں زجریں زیادہ ہیں اور توحید کا بیان کم ہے۔ سبحٰنك اللّٰھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك۔

مُختصر ترین خلاصہ: (تحریم) اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو اسی میں نجات ہے۔ ایمان کے بغیر نسبی تعلق کا کچھ فائدہ نہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو آگ (کے عذاب) سے بچاؤ۔

بلد رمضیر: (ص ۱۰۰ سے آگے) باقی رہیں روایات، سو ان کا نمبر بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہد والا قصہ صحیح ہے اور حضرت ماریہ قبطیہ والا ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: حدیث عائشۃ فی العسل فی غایۃ الجودۃ وحدیث ماریۃ لم یات بطریقۃ جیدۃ۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی لکھا ہے الصحیح انھا فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریۃ المرویۃ فی حدیث غیر صحیح فانہا لم یات من طریق صحیح۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قالت نزلت ھذہ الآیۃ فی المرأۃ التی وھبت نفسہا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھذا قول غریب والصحیح ان ذلك کان تحریم العسل کما قال الامام البخاری ص ۷۲۹ و ۷۹۲۔ بقی ان شرب العسل این؟ فمن طریق ھشام بن عروۃ انہ کان عند حفصۃ ومن طریق عبید بن عمیر عن عائشۃ انہ کان عند زینب بنت جحش وعن طریق ابن ابی ملیکۃ عن ابن عباس عند ابن مردویہ انہ کان عند سودۃ۔ اب میں کہتا ہوں کہ روایات میں چونکہ اضطراب پایا جاتا ہے اس لیے جب تک اضطراب کو حل نہ کرلیا جائے اس وقت تک اس کو صحیح نہیں کہا جاسکتا، اور اس اضطراب کو حل کرنا قرینِ قیاس نہیں، لہٰذا اسلم طریقہ وہی ہے، جو حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

بدر منیر: فائدہ آیت نمبر۳: وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (۶۶:۳) وہ کونسی بات تھی، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے۔ لہٰذا اس کی تفتیش میں پڑنا بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بتائے ہوئے قاعدہ کی رُو سے مناسب نہیں۔

فائدہ آیت نمبر۴: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ (۶۶:۴) اس آیت میں باتفاق مفسرینؒ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کو خطاب ہے اور وہ جرمیہ کونسا تھا جس کی وجہ سے ان دونوں کو توبہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ بھی مبہم ہے، لہٰذا اس کے لیے بھی کُرید ٹھیک نہیں اور اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ کی اصل جزا فہوالواجب مقدر ہے۔ اور فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا دال بر جزاء ہے۔ تو مطلب آیت کا یہ ہُوا کہ اے پیغمبرؐ کی دونوں بیبیو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے۔ کیونکہ توبہ کا مقتضی موجود ہے وہ یہ کہ قد صغت قلوبکما تمہارے دل اس طرف مائل ہیں کہ دُوسری بیبیوں سے ہٹا کر آپ کو اپنا ہی بنالیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے ہم ہی مستفیض و مستفید ہوں۔ اور گو یہ امر باعتبار اس کے کہ اصل مقتضی اس کا حُبِ رسولؐ ہے، قبیح نہیں۔ لیکن چونکہ اس میں دُوسروں کے حقوق کا اتلاف و کسرِ قلوب (دل شکنی) لازم آتا ہے۔ اور یہ قبیح ہے اور مستلزم قبیح، قبیح ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ قبیح موجب توبہ ہُوا۔

فائدہ: اس مقام پر مقبول شیعی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں گستاخ ہُوا ہے۔ مگر سید امیر علی ملیح آبادیؒ نے فرمایا کہ بعض گمراہ فرقوں نے جو اس آیت کو دونوں بیبیوںؓ کے حق میں مذمت سمجھا ہے، یہ اُن کی جہالت ہے؛ بلکہ اس آیت سے ان دونوں بیبیوں کو ایسی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جو بہت سے مردوں کو بھی حاصل نہیں۔ نیز فرمایا: لطف یہ ہے کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ازواج کو صریح مخاطب فرمایا۔ اور یہ عظیم کرامت ہے، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی عورت سے مخاطبہ نہیں فرمایا۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو اور حضرت مریم علیہا السلام کو خطاب فرمایا ہے تو وہ ملائکہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(رکوعاتہا ۲) سورۃ الملک مکیۃ ۶۷ ۷۷ (۳۰ آیاتہا) (کلماتہا ۳۳۰) (حروفہا ۱۳۱۳)

برکات دہندہ صرف اللہ ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورت تبارک الّذی سے نفی شرک برکتی کا بیان شروع ہُوا۔

حاصل سُورت تبارک: برکت دینے والا خاص اللہ تعالیٰ ہے، جو ہر شئے پر قادر ہے۔ پس آہستہ پکارو یا باآوازِ بلند پکارو، خاص اُسی ذات کو پکارو۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ہمارے شفعاء معبود، جن کو ہم پکارتے

بد رمتنا ہیں: (ص ۲۰۹ سے آگے) خطاب کیا گیا ہے۔ یعنی ملائکہ نے کہا۔ اور یہاں صریح اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (مواہب الرحمٰن پ ۲۸ ص ۴۵۴) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معاملات کو خود رب تعالیٰ نے طے فرمایا ہے۔ اور دُوسروں کے معاملات کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمادیا جاتا ہے کہ آپ ایسا کریں۔

فائدہ: فرمان علی شیعی نے قَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا کا ترجمہ کیا ہے: تمہارے دِل ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ اور مقبول احمد شیعی نے کہا کہ تمہارے دِل حق سے ضرور منحرف ہوگئے ہیں۔ یہ معنے درست نہیں ہیں۔ کیونکہ صغی کے معنے مائل ہونے اور جُھکنے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ فیومی لغوی نے مصباح المنیر ج ۱ ص ۲۲۰ میں لکھا ہے: صغیت الی کذا .... مِلتُ صَغَتِ النجوم مالت للغروب۔ تفسیر قرطبی ج ۱۸ ص ۱۸۸ میں ہے فقد مالت قلوبکما الی التوبہ یعنی پہلے ہی تمہارے دِل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرمانبرداری کی طرف مائل ہُوئے ہُوئے ہیں۔

سوال: صَغَتۡ کے معنے کجی کے بھی آتے ہیں، اور تمہارے پاس وہ کونسی دلیل ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہاں صغت کے معنی مائل ہونے کے ہیں اور کجی کے نہیں؟

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہیں، غائبانہ برکات دلوادیتے ہیں۔
اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ برکات کے خود مختار ہیں۔
خدا پاک نے فرمایا کہ برکت دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے، جو ہر شے کا خالق ہے۔ آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور زینت بھی خود اسی نے دی۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۔ ۱/۶۷ زمین بھی

بدر منیر (ص ۲۱۰ سے آگے) جواب: اگر ٹیڑھا ہونے کے معنے مراد ہوتے یعنی کفر و فسق و قساوت قلبی مراد ہوتی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دیکر جدا کیوں نہ کردیا۔ پھر مرض وفات کے ایام میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہنا آپؐ نے کیوں پسند فرمایا، جب کہ مکان کی محبت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر یہ بیبیاں مغضوب اور مبغوض تھیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی بیبیوں پر ان کو ترجیح کیوں دی اور ان کے گھر کو ہی کیوں منتخب فرمایا۔

فائدہ: آیت نمبر ۴ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۶۶ : ۴) شیعہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اسماء بنت عمیسؓ و حضرت ابن عباسؓ سے روایت بھی ہے مگر بنقل صحیح ثابت نہیں۔ اور پھر کئی روایات اس کے خلاف ہیں۔ امام فراء نے معانی القرآن ج ۳ ص ۱۶۷ میں تحریر فرمایا ہے کہ "صالح المؤمنین" سے مراد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر جیسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن میں نفاق نہیں۔ مسیب بن شریکؒ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ تمام حضرات ہیں جو نفاق سے پاک ہیں۔ علاء بن زیادہؒ، قتادہؒ اور سفیانؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ طبریؒ نے اس سے خیار المؤمنین مراد لیے ہیں۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ فرشتے مراد ہیں۔ سُدی نے کہا کہ اصحابِ محمدؐ مراد ہیں۔ بحر محیط میں ہے کہ اس سے خلفاء مراد ہیں۔ حضرات عمرؓ بن عکرمہ، سعید بن جبیر، عبد اللہ بن مسعود، ضحاک، اُبی بن کعب اور عطاء عن ابن عباسؓ

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۵ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی۔ اور تمہاری خاطر ذلول (نرم) بھی خود اسی نے
۱۹ بنائی۔ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ ہوا (فضا) میں ان کا ممسک
بھی وہی ہے۔ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ۔ آدمیوں کو بھی اللہ
۲۴ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کان، آنکھ بھی اسی نے دیے۔ یہاں ایسا معاملہ
نہیں کہ ایک کاریگر نے مکان تیار کیا، چونا لگانے کے لیے کوئی اور
آگیا۔ اس طرح نہیں کہ پیدا تو اللہ تعالیٰ کرے اور برکات
دینے والے اور ہوں۔

جو شخص سورۂ ملک ہر رات پڑھے، اس کے مطلب پر معتقد ہو کر، اُسے عذاب قبر معاف ہوگا۔ رواہ النسائی۔

مختصر ترین خلاصہ: (ملک) اور پھر نفی شرک، برکتیں بھی کرتے رہو۔

بدرِ منیر: (ص ۲۱۱ سے آگے) اور مجاہدؒ فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور پھر ان سے نیچے درجے کے سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے اقوال بھی وارد ہیں۔ مگر سب کے سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مراد لیے جائیں تو اس میں کسی قسم کا سقم بھی تو نہیں ہے۔ اور پھر وہی قاعدہ جو حضرت رأس المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے ابهموا ما ابهمه الله ورسوله بھی پیش نظر رہنا چاہیے اور مطلق کو اپنے اطلاق پر قائم رکھنا ہی انسب، اسلم اور ارجح ہوا کرتا ہے۔

فائدہ: آیت نمبر ۱۲: أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مریمؑ نے اپنی عفت اور اپنی ناموس کو ہر طرح محفوظ رکھا، حرام سے بھی اور حلال سے بھی۔ نہ کسی سے نکاح کیا اور نہ بغیر نکاح کے معاذاللہ کسی سے تعلق ہوا، پھر بواسطہ جبریلؑ ہم نے اپنی پیدا کردہ روح اس کے گریبان میں پھونک دی۔ اور فرج کے معنی فرج القميص (قمیص کا چاک) ہے۔ مفسرین نے یہی معنی لیے ہیں۔ (البرہان ج ۲ ص ۳۰۵ و ۳۰۶، قرطبی ج ۱۸ ص ۲۰۳)

ایاتہا ۵۲ / رکوعاتہا (۲)	۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲	کلماتہا ۳۰۰ / حروفہا ۱۲۵۶	

نفی شرک برکتی میں مداہنت سے کام نہ لینا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سُورت یہ ہے کہ شرک کے ردّ کرنے میں سُست مت ہُو۔ اور ڈراوا دُنیوی اور اُخروی۔ اور مومنوں کو بشارت ہے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (القلم) اور کُفار کے ایذاء رسانی کی وجہ سے مسئلہ بتانے میں سُستی نہ کر بیٹھنا۔

ایاتہا ۵۲ / رکوعاتہا (۲)	۶۹ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸	کلماتہا ۲۵۶ / حروفہا ۱۴۲۳	

اس کے مُنکرین کو زجریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سُورت: تخویفِ عذاب دُنیوی و اُخروی اور بشارت اور تھوڑی سی توحید فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الحاقہ) بلکہ قیامت کے عذاب سے ڈر کر شرک برکتی سے خود بھی باز رہو اور دُوسروں کو بھی روکو۔

بدرِ مُنیر: فائدہ آیات نمبر ۴۴ تا ۴۶ (الحاقۃ) ان آیات کی رو سے مرزا قادیانی کا اپنی ڈھیل کو حقانیت کی دلیل سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ یہ آیت سچے پیغمبروںؑ کے بارے میں ہے کہ اگر وہ افترا کریں تو ان کو مارا جائے اور جھوٹوں کے لیے قرآن میں ناکام رہنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ان کے لیے مَتَاعٌ قَلِيْلٌ......(۱۰ : ۷۰) یہ دُنیا میں تھوڑا سا عیش ہے۔ پھر ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے۔ پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزا چکھائیں گے۔ اور یہ مہلت اِستدراج ہے۔

رکوعاتہا ۲	۷۰	سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ	۷۹	کلماتہا ۲۲۴
آیاتہا ۴۴				حروفہا ۹۲۹

منکرین دفعِ عذاب کے لیے یہ اُمور اختیار کریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورت: تخویفِ دُنیوی و اُخروی، بشارت، ڈراوے۔

مختصر ترین خلاصہ: (المعارج) اور دفعِ عذاب کے اسباب پر کاربند رہو۔

رکوعاتہا ۲	۷۱	سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ	۷۱	کلماتہا ۲۲۴
آیاتہا ۲۸				حروفہا ۹۹۹

سورۂ مُلک کے دعوے کی نقلی دلیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سُورت: معبودوں کے نہ چھوڑنے پر عذابِ عام آگیا۔

قوله لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ ان ہی بتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی بعض قومیں پُوجتی تھیں۔

بدرِ منیر: لہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اُن پنج تنوں کا نام ذکر کیا ہے جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لائق پرستش سمجھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس قوم کی اصلاح پر مامور فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال تک تبلیغ کرتے رہے مگر وہ لوگ نہ مانے۔ بخاری شریف ص ۷۳۲ میں ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ سب بندگانِ خدا اور صالحین تھے، جو قومِ نوح (علیہ السلام) سے پہلے گزرے ہیں۔ اور جب وہ مرگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ یہ بزرگ جہاں جہاں عبادت کیا کرتے تھے، وہاں وہاں ہر ایک کی مُورت بنا کر قائم کردو اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

وَدّ: محبت اور خواہش کا بُت۔ جس نے اپنے ارادہ اور خواہش سے دُنیا بنائی۔ مرد کی شکل۔ ہندو اس کو برہما کہتے ہیں۔

بدرِ منیر: (ص ۲۱۴ سے آگے) وہی ان بزرگوں کا نام ان بُتوں کو دے دیا جائے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ تاکہ یادگار قائم ہو۔ اور اس دَوران اُن مورتیوں کی عبادت نہیں کی گئی۔ بلکہ محض یادگار کے طور پر وہ مورتیاں بنائیں۔ اور پھر وہ مورتیاں اپنے اپنے مثنّٰی کی صورت پر تھیں۔ پھر جب یادگار بنانے والی وہ نسلیں مرگئیں اور مُدت دراز گزر گئی اور لوگوں میں اصلیت کا علم نہ رہا، تو جاہلوں نے ان یادگاروں کے ساتھ وہ تعظیمی کام شروع کر دیے جن کا تعلق عبادت سے ہے یعنی ان کی عبادت شروع کردی۔ یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ قتادہ، ضحاک، عکرمہ اور ابن اسحاق وغیرہم سے بھی مروی ہے۔ نیز ابن جریرؒ نے حضرت محمد بن قیس تابعی سے روایت کی ہے کہ ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وہ صالح بندگانِ خُدا تھے جو حضرت آدم اور حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان والے دَور میں ہو گزرے ہیں اور ان کی زندگی میں جو اُن کے مُریدین تھے اور عبادت و ریاضت وغیرہ اُمورِ دینیہ میں ان کی اقتدا کیا کرتے تھے، ان بزرگ ہستیوں کے فوت ہوجانے کے بعد کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے پیروں اور شیوخ کی تصاویر بنا کر سامنے رکھ لیں اور ان بزرگوں کی زیارت کریں گے تو ہمیں عبادت کا زیادہ مزہ آئے گا اور شوقِ عبادت بڑھے گا، پس اُنھوں نے اسی نیت و ارادے سے اپنے پیروں کی تصویریں پتھروں پر بنالیں، پھر جب یہ لوگ بھی مرگئے اور مُدت دراز گزر گئی تو ابلیس نے بعد میں آنے والے لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ ان مورتیوں کی پرستش کرتے تھے اور انھیں سے بارش پاتے تھے۔ یعنی ان لوگوں میں مشہور تھا کہ وہ بزرگ لوگ دُعا کرتے تھے تو بارش ہُوا کرتی تھی۔ پس ابلیس نے وسوسہ ڈالا کہ وہ تمھارے باپ دادے ان ہی مورتیوں کے سامنے اِلتجا کرتے تھے تو پانی ملتا تھا، اب تم بھی انھی سے مانگو۔ اور ان کی تعظیم کرو، تو تم کو بھی ملے گا۔ نیز مفسّر ابنِ کثیرؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح

والی رہے عمر پر

نوح - ۱۱

سواع: سواع قائم کرنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ بعلئے عالم کا بُت۔ عورت کی شکل۔ ہندو اس کو بشن سے تعبیر کرتے ہیں۔

بلا رِ معنا لیر: (ص ۲۱۵ سے آگے) علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دُوسروں یعنی ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنے اعتقاد میں کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا بھی اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت نوح علیہ السلام سے اختلاف کیا۔ آخر کار پانی میں غرق ہو کر برزخی آگ میں داخل کیے گئے۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کا کچھ وجود سمجھتے تھے' یعنی اللہ تعالیٰ کے ان پیارے ولیوں ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنا کارساز جانتے تھے' ان میں سے کسی کو کارساز نہ پایا کہ ان کی فریاد کو پہنچتا اور ان کو عذابِ الٰہی سے چھڑاتا۔ اور جو صرف اللہ کو کارساز سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں بچالیا۔

فائدہ آیت نمبر ۲۵: فَلَمْ یَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْصَارًا میں مِنْ دُونِ اللّٰهِ سے مُراد ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں۔ جو اولیاء اللہ اور خُدا رسیدہ صالحین بزرگ ہستیاں تھیں۔ جیساکہ امام بخاریؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ودّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کی مورتیوں کے علاوہ باقی مورتیاں بھی جو اہلِ عرب کے ہاں معبود سمجھی جاتی تھیں' یہ بھی خُدا رسیدہ بزرگوں کی تھیں۔ مختصر تعارف یہ ہے:

لات: حضرت امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنداً روایت کی ہے کہ لات ایک بزرگ شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ ابنِ جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ، مُجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے مروی یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ "لات بابا" مرگیا تو اس کی قبر پر چڑھاوے چڑھائے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی صُورت کا بُت بنا کر یہ تصور باندھا کہ اس کی رُوح اس پتھر کی مُورتی میں حلول کر گئی ہے۔

عُزّیٰ: یہ بی بی ایک بُوڑھی مائی تھی' قریش کے دلوں میں اس مائی کی بڑی عظمت تھی۔ حضرت ابوسُفیان (رضی اللہ عنہ) نے قبولِ اسلام سے پہلے حالتِ کُفر میں خیال کیا تھا کہ ہمیں غزوۂ اُحد میں اسی مائی عزّیٰ کی مدد سے فتح حاصل ہُوئی ہے۔ اس کے علاوہ قریش قبیلہ کے لوگ "لات بابا" کی طرح "مائی عزّیٰ" کی بھی قسم کھایا کرتے تھے۔ اور اس قسم کو ہر حال میں پُورا کرتے

(باقی اگلے صفحہ پر)

یغوث: (یہ) غوث سے مُشتق ہے، بمعنے فریادرس۔ یہ حاجت براری اور مشکل کشائی کا بُت تھا۔ گھوڑے کی شکل کا۔ جلد

بلدرمُسلیر: (ص ۲۱۶ سے آگے) **منات:** یہ بھی ایک عورت تھی۔ عرب کے مشہور قبیلے خزاعہ، اوس اور خزرج کے علاوہ دیگر قبائل عرب بھی قبولِ اسلام سے پہلے عہدِ جاہلیت میں "منات بی بی" کی عبادت کرتے تھے۔ اور سمندر کے مُشَلّل کے ایک گوشہ میں مقام قدید پر "منات بی بی" کی مورت نصب کی ہُوئی تھی اور اس بی بی کی تعظیم میں وہ لوگ حج بیت اللہ کا احرام بھی اسی "منات بی بی" کی مورتی کے مقام پر پہنچ کر باندھتے تھے۔

ابراھیم و اسمٰعیل: قریش نے سیدنا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام جیسی اولوالعزم ہستیوں کی مُورتیاں بھی بنائی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں اس قسم کی لکڑیاں پکڑائی ہُوئی تھیں جس قسم کی لکڑیوں سے قبیلۂ قریش کے لوگ فال نکالنے کا کام لیتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی مورتیوں کو گروایا تو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مُشرکین پر تعجب ہے کہ یہ کم بخت خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے کبھی پانسہ نہیں پھینکا۔

ھُبل: اس کے متعلق بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ بھی کوئی عام پتھر نہیں تھا بلکہ ھبل اور اس طرح کے کئی دیگر بُت بھی آدمیوں کے ہی تھے۔ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مواہب الرحمٰن پ ۳۰ ص ۷۸۹ میں لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ: ہُبل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک آدمی تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا۔ پھر وقت مقدر پر اس کو موت دے دی۔ مشرکوں نے ایک پتھر تراش کر کے رکھا اور کہا کہ یہ ہمارا ہبل ہے۔ اور اپنے زعم میں کہا کہ اے ہبل تم اس پتھر میں آجاؤ۔ اور دعویٰ کرلیا کہ وہ آگیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس میں یہ قدرت ہے کہ ہم کو بیٹا، رزق اور صحت وغیرہ دیتا ہے۔ اور اگر کوئی اہم کام ہُوا تو خُدا کو اطلاع کرتا ہے اور وہاں سے مدد کر دلواتا ہے۔ نیز ص ۷۹۰ میں لکھا ہے کہ مُشرکین در حقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ دعوے کرتے ہیں کہ اس چیز میں فلاں میت کی رُوح سما گئی ہے، جیسا کہ اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

نوح - ۱۷

دوڑ کر مدد کرنے والا۔ ہندو اس کو اندر دیوتا سے تعبیر کرتے ہیں۔
یعوق: یہ، عوق سے مشتق ہے۔ بمعنے روکنا اور دفع کرنا۔ یہ

بلد رمثیلیں: (ص ۲۱۷ سے آگے) زمانے میں تعزیہ والے، جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دکان پر ہے تب تک بے قدر ہے۔ اور جب اس کو خرید ا تو اس وقت سے اپنا تصور جمالیا، اور اس کو ادب سے سلام کیا، اور تاشے باجے کے ساتھ لے چلے۔ اور یہ سب ان لوگوں کے خیالات ہیں۔ اور جن لوگوں کا نام لیتے ہیں کہ وہ اس میں آگئے، یا اس سے تعلق حاصل ہوگیا؛ وہ لوگ بالکل بری ہیں، جیسا کہ مثلاً حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ محلِ قدس یعنی آسمان دوم یا جنت میں ہیں۔ اور ان نادانوں کے کہنے سے وہ اس چیز میں نہیں آتے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی جانب ہدایت کرتا ہے۔ (دیکھیے مواہب الرحمٰن)

مسیح: یہ اولوالعزم رسولِ خدا اور صاحب کتاب پیغمبر تھے۔ یہودیوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں اور مقدمہ قائم کرکے ان کو صلیب کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آسمانوں پر زندہ ہی اٹھالیا اور قوم کو شبہے میں مبتلا کردیا۔ بعض نے کہا کہ وہ صلیب پر مقتول ہوگئے اور تیسرے روز جی اٹھے اور آسمانوں پر چلے گئے۔ اور اُن کے خیال میں جس صلیب پر انھوں نے جان دی تھی بطورِ علامت اس کی شبیہ گھروں میں، عبادت گاہوں میں اور اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں، بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی مورتیاں گھروں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (خداوند باپ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی مقاموں پر سرفراز کیا اور ہر طرح کی حکومت، اختیار، قدرت ریاست اور ہر ایک نام سے اس کو بلند و بالا کیا اور سب کچھ اس کے پاؤں تلے کردیا اور اسی کو سب چیزوں کا سردار بنایا گیا اور وہی ہر طرح سے سب کا معمور کرنے والا ہے۔ دیکھو افسیون ۱: ۲۰-۲۲۔ نیز کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کا کُل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ دیکھو متی ۱۸: ۱۸۔ نیز یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ باپ

(باقی اگلے صفحہ پر)

دشمنوں اور دیگر مصیبتوں کے دفع کرنے کے لیے شیر کی شکل میں بُت تھا۔ ہندو لوگ اس کو شوجی سے تعبیر کرتے ہیں۔

بدرِ منیر: (ص ۲۱۸ سے آگے) یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی عدالت نہیں کرتا، بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیا ہے۔ سب لوگ بیٹے (یسوع) کی عزت کریں جس طرح باپ (اللہ تعالیٰ) کی عزت کرتے ہیں، جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا وہ باپ کو جس نے اسے بھیجا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) کی عزت نہیں کرتا۔ جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زندہ کرتا ہے اسی طرح بیٹا بھی جنھیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہمیں یسوع نے تعلیم دی ہے کہ باپ (خدا) مجھ میں اور مَیں باپ میں ہوں۔ میں اور باپ ایک ہیں۔ یسوع نے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا سوا اس کے کہ جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔ آپ کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ مسیح خدا کے ساتھ ایک ہے اور جو خدا کے ساتھ ایک ہے وہ خود خدا ہے۔ خداوند المسیح تو جلال کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ہے۔ یہ تمام اعتقاد "الوہیتِ مسیح" سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ نیز اسی کتاب میں بحوالہ انجیل یہ اعتقادات بھی درج ہیں: وہ تمام پیغمبروں، رسولوں، نبیوں، مرسلوں، ولیوں، قطبوں، پیروں، ابدالوں اور اوتاروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ کلمۃ اللہ ہے، خالق ہے، مظہر اللہ ہے، آدمِ ثانی ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہُوا ہے، وہ حی و قیوم ہے، کُل ملائک اور بنی نوعِ انسان کا معبود ہے، وہ خدا کی رحمت ہے۔ وہ ذبیح اللہ ہے، وہ ہی واحد شفیعِ برزخ، وسیلہ درمیانی اور نجات دہندہ ہے۔ وہ واحد زندگی بخشنے والا ہے، قادرِ مطلق ہے۔ وہ قدرتِ کاملہ کا مالک اور سرب شکتی مان ہے۔ اور وہ حاضرِ کل، ناظرِ کل، عالمِ کل، عقلِ کل کا مالک اور عالم الغیب ہے۔ اور وہ لاتبدل ہے اور ہمیشہ یکساں ہے۔ اس کی نبوّت کامل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ وہ خود بھی اکمل، افضل اور اعلیٰ ہے۔ نبی کے کام کا ایک ضروری حصّہ ہے کہ وہ خدا کو مشورہ دے سکے۔ وہ نبی تھا۔ انجیل میں اس نبی کی بابت بہت کچھ قلمبند ہے۔ اس نے ایک نبی کی طرح اپنے لوگوں کو تعلیم دی اور نبی کا طریق بھی استعمال کیا اور اپنے اختیار

(باقی اگلے صفحہ پر)

نسر: یہ طولِ عمر کا بُت گدھ (مثل شاہین) کی شکل کا تھا۔

سُبۡحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمۡدِکَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُکَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡکَ۔

مُختصر ترین خلاصہ: (نوح) حضرت نوح علیہ السلام کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اسی مسئلہ کی دعوت ساڑھے نوسو (۹۵۰) سال تک اپنی قوم کو دیتے رہے۔

بلہ بر منایل: (ص ۲۱۹ سے آگے) کو بھی استعمال کیا۔ وہ کل عالموں سے پیشتر تھا اور ابد تک رہے گا اور اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ اور وہ سمندر کی مچھلیوں سے بھی واقف تھا۔ خداوند اپنے پکڑنے والے کو بخوبی جانتا تھا، وہ نہ صرف انسان کے موجودہ خیالوں سے آگاہ تھا بلکہ آنے والے واقعات کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ نہ صرف اپنے قریب والے انسان کے حالات سے آگاہ ہوتا تھا بلکہ جو لوگ کوسوں دُور ہوتے تھے ان کا بھی اس کو علم ہوتا تھا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ اور انسان کے مستقبل کے کاموں کو جو انھوں نے کرنے تھے، بخوبی جانتا ہے۔ باپ نے بیٹے کو اس لیے اختیار دیا ہے کہ وہ آدم زاد ہے۔ (ملخصاً از الوہیت مسیح) اس کے علاوہ حقیقی عرفان نامی مسیحیوں کی کتاب میں لکھا ہے کہ اس آدم ثانی میں الوہیت بھی تھی اور انسانیت بھی۔ خود مسیح ان (اپنے ایماندار بندوں) کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ خُدا نے دُوسرے آدم کو جس میں پہلے آدم کی طبیعت کا کچھ بھی اثر نہ تھا۔ بلکہ ذات الٰہی سے متصف اور اس کی عین ذات کا عکس اور پرتو تھا، بھیجا، تاکہ ابدالآباد تک زمین پر حکومت کرے۔ باپ نے بھی اس سے خوش ہو کر ساری حکومت، اختیار، قدرت، بادشاہت اور انصاف اس کے ہاتھ میں دے کر اس کو ہمارا بادشاہ بنادیا۔ خدا باپ نے بھی خوش ہو کر اس کو زمین کا کل اختیار دے دیا اور عدالت بھی اسی کے ہاتھ میں سونپ دی، آدم زاد ہوتے ہُوئے وہ آدمیوں کا انصاف کرے۔ خدا نے اسی مسیح کو کل اختیار دے کر آسمان پر سرفراز فرمایا۔ مسیح باختیارِ خود قدرت دکھاتا رہا۔ وہ قادرِ مطلق تھا۔ یعنی باعتبارِ الوہیت وہ ہر طرح صاحبِ قدرت تھا۔ اپنے اختیار سے سب کچھ کرتا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو خُدا کے برابر کہا۔ وہ عالم الغیب بھی تھا۔ وہ آپ جانتا تھا کہ انسان کے دل

(باقی اگلے صفحہ پر)

بد بر منیر: (ص ۲۲۰ سے آگے) میں کیا گیا ہے۔ مسیح نے کہا گُردوں اور دِلوں کا جاننے والا میں ہوں۔ عالم الغیب خُدا نے ذاتی طور پر خُداوند یسوع المسیح پر یہ سب باتیں منکشف کردی تھیں، کیونکہ وہ خُدا میں سے خُدا، نور میں سے حقیقی نور ہے۔ جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے شرمندہ ہوکر خُدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور خداوند یسوع مسیح سے امداد طلب کرتا ہے، تب خداوند تعالیٰ اس پر فضل کرتا ہے اور اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس صُورت میں خداوند یسوع مسیح کی رُوح اس شخص کی طرف توجہ فرماتی ہے؛ استعانت مسیح کی عین استعانت اللہ پاک کی ہے۔ یہ مسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے مدد مانگتے ہُوئے کہتے ہیں: اے خداوند یسوع مسیح! میری مدد کر۔ اے خداوند ابن داؤد ہم پر رحم کر، اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کرسکتا ہے۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جو اس مسیح کو پکارتے ہیں ان کے لیے وہ رحم اور شفقت سے معمور ہے۔ وہی سب کا خداوند ہے اور اپنے سب دُعا کرنے والوں کے لیے فیاض ہے۔ جو کوئی خداوند یسوع کا نام لے گا نجات پائے گا۔ نیز مسیحی حضرات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم خُدا پر ایمان رکھیں ہمیں اس سے ڈرنا چاہیے۔ ہمیں اس کے حکموں پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمیں اس پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ ہمیں اسی کی پرستش کرنی چاہیے۔ ہمیں اس کا شکر علانیہ اور پوشیدگی میں کرنا چاہیے۔ نیز کہتے ہیں کہ کاش ہم ہمیشہ خداوند یسوع المسیح کے ساتھ رہ کر اس زندگی کو پاویں جس کے دینے کا وعدہ خداوند یسوع المسیح نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔

پنجتن: یہ قدیم اصطلاح ہے۔ مختلف ادوار میں دُنیا کی مختلف اقوام کے پنج تن جو ہمیں معلوم ہوسکے ہیں ان میں سب سے پہلے پنج تن تو وہی ہیں جن کا ذکر قرآنِ پاک میں آیا ہے اور جنھیں ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں یعنی: ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، ان کے بارے میں یہ بھی اُوپر ذکر ہوچکا ہے کہ یہ بزرگ ہستیاں حضرت آدم اور حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیانی دَور میں ہوگزری ہیں، اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کی پرستش کرتی تھی، یہاں تک کہ حضرت نبی کریم

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۲۲۱ سے آگے) صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی بعض قومیں ان کی پرستش کرتی تھیں۔ ان پنج تن کے علاوہ بعض دیگر اقوام کے پنج تن ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

- قوم سمرین کے پنج تن: ان لیل، ان کی، ننا، اُتو، ماما۔
- قوم اکادی کے پنج تن: ننگے، مولکے، ہتیا، اردکو، ادو۔
- اہل بابل کے پنج تن: شمس، سنی، نیبو، امرتوک، انی
- اشوریوں کے پنج تن: اشور، انو، بعل، ہیا، ودل۔
- قدیم مصری دیو مالا کے پنج تن: ایسرس، ہورس، اسلیس، را، ایتم۔
- چینی دیو مالا کے پنج تن: یانگ، آسمان، سورج، چاند، ہوا۔
- ہندو دیو مالا کے پنج تن: پاربتی، ہری ہرا، برہما، وشنو، مہیش رشنو
- رام بھگتی دیو مالا کے پنج تن: رام، لچھمن، لود، کیشو، سیتا۔
- ایرانی دیو مالا کے پنج تن: امور اشردا، انگرینو، آتش، آفتاب، زمین
- یونانی دیو مالا کے پنج تن: زیوس، پوزیدان، اپرش، اپولو، ڈیمٹر۔
- رومن دیو مالا کے پنج تن: مرکری، اپالو، سیروفا، بیکی کش، سرنونو۔
- ٹیوٹانی دیو مالا کے پنج تن: تھور، ورلون، فرج، بالدور، فریہ۔
- مالوی دیو مالا کے پنج تن: پرکوس، ایڈکوسٹ، سوان، دولوس، ڈیمی ودل۔
- بابلی فلکیات کے دیو مالائی پنج تن: عطارد، زہرہ، تھرسا (برہسپت) مشتری (شکرم) اور زحل (سنیچر) ان میں کچھ انسان مرد ہیں، کچھ عورتیں ہیں اور کچھ دیگر اشیا جن میں چاند، سورج، زمین، اور آسمان کے علاوہ دیگر سیارے وغیرہ شامل ہیں۔ یہ قومیں ان کو معبود سمجھتی اور ان کی پرستش کرتی تھیں۔ کلام الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے صرف مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے لفظ سے ان تمام کے معبود اور لائق پرستش ہونے کی نفی کی گئی ہے

مندرجہ بالا پنج تنوں کے علاوہ رسمی مسلمانوں کے پنج تن بھی ہیں جن سے اپنی حاجات مانگتے ہیں۔

آج کی رات مل کر دعا مانگ لو! آج کی رات ہر مُدعا مانگ لو

جو بھی مانگو گے مل جائے گا آپ کو وا دِرِ پنج تن آج کی رات ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلد رمضنیر: (ص ۲۲۲ سے آگے) یہ شعر کسی شیعہ کے نہیں بلکہ سُنی کہلانے والے ایک عالم کے ہیں جو پیر طریقت اور رہبر شریعت بھی کہلاتے ہیں، ان کا نام محمد فاروق اقبال ہے اور رحمانی پیر کے عرفی نام سے معروف ہیں اور آستانہ عالیہ رحمانیہ فاروقیہ نقشبندیہ سرگودھا و فیصل آباد کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ سو اس سلسلہ میں لفظ پنج تن کے بارے میں بھی اتنا جاننا چاہیے کہ گو کہ یہ لفظ پانچ اجسام کے معنوں میں فارسی الفاظ سے بنایا گیا ہے مگر فارسی لغت فرہنگ عمید جس کا مصنف حسن عمید ایک خالص ایرانی شیعہ ہے اپنی کتاب میں پنج تن کا لفظ نہیں لایا، جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ لفظ ایرانی شیعوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے بلکہ برصغیر پاک و ہند کے ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے جو ہندومت چھوڑ کر بظاہر مسلمان ہوئے تو انھیں یہاں پاربتی، ہری ہرا، برہما، وشنو اور مہیش رشیو، یا رام، لچھمن، لوو، کیشو اور سیتا قسم کے پنج تن نہ ملے تو انھوں نے ہندوؤں کے مقابلے میں یہاں بھی پنج تن دریافت کر لیے۔ جبکہ شیعوں کے ہاں یہ لفظ عنقا تھا۔ مگر اس لفظ کو ہندوستان میں آباد شیعوں اور سنیوں ہر دو فرقوں کے جاہل لوگوں نے تسلیم کر لیا۔ اور پھر ہندوؤں کی طرح ان سے امداد بھی طلب کرتے ہیں۔ اور جب ایرانی شیعوں نے یہ دیکھا تو انھوں نے پنج تن کی تصاویر بنا کر ہندیوں سے مسابقت کی کوشش کی۔ چنانچہ اب پنج تن کی تصاویر بھی ایران سے آکر پاک و ہند میں فروخت ہوتی ہیں۔

آمدم بر سرِ مطلب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فتح العزیز پ ۲۹ ص ۱۳۱ پر تحریر فرمایا ہے:
ہرگز نہ گزارید عبادتِ صُورتہائے مردمانِ صالح را کہ تجلی الٰہی بر قلب ایشان بطریق اصالت واقع شدہ... بالخصوص وَدّ (بشن) مبداء مظہرِ عالم برائے حُب بصورتِ زن۔ و سُواع (برہما) مظہر بقائے عالم و مظہر استقرار و بقائے قیومیت بردارندۂ جہان بصورتِ مرد۔ و یغوث (اندر) مظہر وصف غیاث المستغثین و مجیب دعوات المضطرین بصورتِ اسپ۔ و یعوق (شیو) مظہر وصف کشف الضر و دفع البلاء بصورت شیر۔ و نسر (ہنومان) در وقت طلب عون و قوت غیبیہ بصورتِ بندر یاد شمی کنند۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں توحید کا بول بالا کرے۔ آمین

آیاتہا ۲۸ | سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ | ۷۲ | ۴۰ | رکوعاتہا ۲

رکوعاتہا ۲ ۔ کلماتہا ۲۸۵ ۔ حروفہا ۸۷۰

جنات بھی یہ دعویٰ مان گئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورۃ: کہدو کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے کہ جنوں نے یہ کلامِ الٰہی سُن کر اپنی قوم سے جا کہا کہ ہم نے کلام سُنی ہے ۔ جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتی ہے اور شرک کی نفی کرتی ہے ۔ ہم اس پر ایمان لے آئے ۔ ہم ہرگز شرک نہ کریں گے ۔ اور ہم کو یقین ہے کہ وہ سچا رسول ہے ، جس کے سبب سے شہاب آنے لگ گئے فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۔ پس اے لوگو! تم بھی شرک نہ کرو ، غیر اللہ کو مت پکارو لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا میں تو ایک ہی کو پکاروں گا ۔ شرک (کبھی نہیں کیا اور کبھی) نہ کروں گا غیب دان[1] سب کی پکار سننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ غالب غیب پر کسی کو نہیں کرتا ۔ لیکن[2] رسولوں تک وحی پہنچانے کے لیے اور دفع شیاطین کے لیے فرشتے تیار ہیں ۔ جس نے یہ حکم نہ مانا اس کے

بدر منیر: [1] اس سے متعلق حاشیہ بدرِ منیر سورۃ فاتحہ کے ذیل میں ص ۱۲ تا ۱۴ دیکھیں

فائدہ آیت نمبر ۲۶ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۔ اس مقام پر بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ "غَيْبِهٖ میں مصدر مضاف ہے ضمیر کی طرف جو مفید اِستغراق ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے سوا تمام غیوب کوئی نہیں جانتا مگر اللہ کے پیارے رسول تمام غیوب جانتے ہیں۔" سو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے ۔ دیکھو حاشیہ عبد الحکیم بر عبد الغفور ۔ دُوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قاعدہ کُلیہ ہوتا تو تمام مفسرین قاطبۃً اپنی اپنی تفسیروں میں بعض الغیب ۔ من غیبہ اور من الغیب کیوں لکھتے؟

(باقی اگلے صفحہ پر)

لیے نارِ جہنم ہے۔ اور اگر میں یہ حکم نہ پہنچاؤں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کون نجات دے گا۔

تبارک الذی (سورت مُلک) میں بیان ہُوا کہ برکات دہندہ اللہ تعالیٰ ہے۔ سورت جن میں ہے کہ غیر کو مت پکارو۔ اور سورت ن، حاقہ، معارج، نوح۔ ان چار سورتوں میں تخویفات ہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (جن) جنوں نے بھی یہی مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سُن کر اپنی جن برادری کو جا کر سکھایا۔

بد رہنمائیں: (ص ۲۲۴ سے آگے) بریلویہ کے مستند عالم نعیم الدین مُراد آبادی نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے"۔ انتہیٰ۔ ہم ان کے متبعین سے پُوچھتے ہیں کہ وہ کونسی حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اشیاء کا علم دیا گیا ہے۔ ہمیں تو قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہؓ اور فقہاء کے کلام سے یہی عقیدہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتِ مختصہ میں عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ والی صفت قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان فرمائی ہے۔ دیکھیے: ۵۹:۶، ۹۴:۹، ۱۰۵، ۸:۱۲، ۹۲:۲۳، ۶:۳۲، ۳:۳۴، ۴۶:۳۹، ۵۹:۲۳، ۹۲:۸، ۹۴:۱۸ - نیز ارشاد فرماتے ہیں: إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۲: ۳۳) نیز فرمایا: فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (۱۰: ۲۰) نیز فرمایا: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (۱۱: ۱۲۳، ۱۶: ۷۷) نیز فرمایا: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ (۲۷: ۶۵) نیز فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (۳۵: ۳۸) نیز فرمایا: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (۴۹: ۱۶) نیز فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (۴۹: ۱۸) نیز فرمایا: إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۵: ۱۰۹) نیز فرمایا يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ إِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۱۱: ۵) نیز ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (۱۶: ۱۹) نیز فرمایا: لَا جَرَمَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

(باقی اگلے صفحہ پر)

جن-۷۲

بدرِ منیر: (ص ۲۲۵ سے آگے) مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (۱۶: ۲۳) نیز فرمایا: قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲۵: ۶) نیز فرمایا: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (۲۴: ۲۹) اور جہاں علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ بیان کیا گیا ہے وہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے نفی کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (۶: ۵۰) نیز فرمایا: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (۷: ۱۸۸) نیز فرمایا: لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (۹: ۱۰۱) اسی طرح بے شمار آیات ہیں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ بتایا گیا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح احادیثِ متواترہ اس بارہ میں آئی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف ص ۷۰۴ میں حدیث ہے یا رسول اللہ متی الساعة؟ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل. اور پھر ابن ماجہ ص ۳۱۸ میں ہے: قالت احداھن وفینا نبی یعلم مافی غد فقال علیہ السلام دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین لانه لا یعلم مافی غد الا الله. نیز بخاری شریف ص ۶۶۶ میں ہے: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مفاتیح الغیب خمس اور بخاری شریف ص ۱۰۸۷ میں ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی بات کا سوال ہوتا جس کی وحی نہ ہوئی ہو تو آپ ارشاد فرماتے کہ میں نہیں جانتا اور جب تک آپ پر وحی نہ آتی آپ اس سوال کا جواب نہ دیتے اور اپنی رائے اور قیاس سے بات نہ کرتے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوح کی بابت سوال ہُوا تو آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ..... اسی طرح اور بے شمار حدیثیں بھی آئی ہیں۔ اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل کو ہونے والی بات کو جانتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۲۲۶ سے آگے) بڑا بہتان باندھا اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی ج ۲ ص ۱۳۷) پھر حضرات تابعین کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ پانچ باتیں تو غیب کی ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے اور ان پر کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو بھی مطلع نہیں کرتا (ج ۸ ص ۳۲۸) نیز حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ کا فتویٰ بھی اسی طرح ہے۔ دیکھو تہذیب تقریب ص ۵۴۔ اور پھر تمام فقہاء عظام کا بھی اسی پر اتفاق ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یہاں پر ان کے صرف حوالہ جات لکھے جاتے ہیں: بحر الرائق ج ۵ ص ۱۶۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۵۲۰۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۸، ج ۸ ص ۲۹۵، ج ۱ ص ۱۱۵۔ مسامرہ ص ۷ ۹ مطبوعہ انصاری دہلی۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۴۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ نولکشور ج ۱ ص ۳۱۲۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۱۶۸ مطبوعہ مصطفائی۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۳۶۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۳۰۶ و ۲۹۷ تجنیس لصاحب الہدایہ کذا فی الفصول العمادیہ ص ۶۴۔ فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵۔ مرآۃ الحقیقۃ مطبوعہ مصر ص ۱۸ سطر ۷، پیر عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل از تنزیہ الرحمٰن مطبوعہ دہلی ص ۱۰ غنیۃ الطالبین پیر عبد القادر جیلانیؒ ص ۶۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۵۔ مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ج ۱ مکتوب ۱۷۰۔ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصومؒ ج ۳ مکتوب ۱۹۔ ملفوظات حضرت مولانا حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ موسیٰ زئی شریف۔ ارشاد الطالبین قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ۔ حافظ محمد ابراہیم سجادہ نشین موسیٰ زئی شریف فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۷، ج ۳ ص ۱۱۳ و ۳۲۔ تذکیر الاخوان ص ۲۵۵۔ مجموعہ فتاوےٰ عبدالحی ج ۱ ص ۲۷ و ۵۰۵، ج ۲ ص ۳۴، ج ۳ ص ۵۔ مختار الفتاویٰ۔ جواہر اخلاط۔ فتح العزیز ص ۱۳۰ بیرجی حاشیہ اشباہ۔ تعلیم الدین ص ۱۶۔ بہشتی زیور ص ۳۷۔ شرح مواقف ص ۶۶۳، نولکشور۔ الفوائد القادریہ ص ۸ و ۹۳۔ علاوہ ازیں چودھویں صدی کے علماء نے اس مسئلہ پر دستخط فرمائے ہیں: شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، ابوالمکارم محمد اسحٰق فرخ آبادیؒ، مفتی عزیز الرحمٰنؒ دیوبند۔ مولانا محمد ریاض الدینؒ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ مولانا محمد ناظر حسن دیوبندیؒ۔ مولانا خلیل احمدؒ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بلد رہنمائیں: (ص ۲۲۷ سے آگے) صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور۔ احمد حسن حسینی امروہیؒ۔ مولانا سراج احمد میرٹھ۔ مولانا عبدالمومن مدرس مدرسہ میرٹھ۔ مولانا سید احمد مدرس دیوبند۔ مولانا محمد یعقوب صدر مدرس دیوبند۔ مولانا احمد ہزاروی، مولانا عبداللہ انصاری، مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضیٰ حسن ناظم تعلیم دیوبند۔ بحوالہ پرچہ اخبار امرتسر ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء کوکب الیمانی علی اولاد الزوانی، کوکب الیمانین علی الجعلان والخراطین، توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد اور کالا کافر میں بھی یہی عقیدہ لکھا ہے۔ علاوہ ازیں نبراس، شرح عقائد نسفیہ ص ۱۵۳، فوائد قادریہ ص ۴۱ تا ۴۶۔ مرآۃ العاشقین از شمس الدین سیالوی ص ۲۱ کے علاوہ تہذیب العقائد ص ۱۱۱ میں مولانا نجم الغنی خانؒ نے بھی یہی عقیدہ بیان فرمایا ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی الوانی قدس اللہ سرہ العزیز نے تفسیر بے نظیر کے شروع میں اس مقام سے متعلق چند فتوے درج فرمائے تھے، جو در اصل اسی سورۂ جن سے متعلق تھے پھر نا معلوم کس وجہ سے سورۃ ہذا کی بجائے ابتداء کتاب میں چھپ گئے تھے، اب یہاں اس کے اصل مقام پر درج کیے جاتے ہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وفی فتاویٰ قاضی خان ص ۸۸۳: رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود فقال الرجل للمرأۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم. قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت. امرأۃ قالت لزوجہا تو سر خدا دانی فقال نعم. قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یکفر الرجل لان السر والغیب واحد من ادعی علم الغیب کان کافرا. قال شداد بن حکیم لامرأۃ تعلمین الغیب فقالت نعم فکتب شداد الی محمد بن الحسن وکان ھو من اصحاب زفرؒ. فاجاب محمد ان جدد النکاح فانہا کفرت. الجاھل اذا تکلم بکفر ولم یدر انہ کفر اختلفوا فیہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بدر منیر: (ص ۲۲۸ سے آگے) فقال بعضهم یعذر بالجهل وقال بعضهم یصیر کافرا
ولا یعذر بالجهل واما الهازل والمستهزی اذا تکلم بالکفر استخفافا ومزاحا
واستهزاء یکون کفرا عند الکل وان کان اعتقاده خلاف ذلک انتهی کلام قاضی خان.
وفی فتاوی عالمگیری الجلد الثانی ص ۲۱۲ سطر ۲۱: رجل تزوج امرأة ولم یحضر
الشهود قال خدائے را و رسول را گواہ کردم اوقال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم
یکفر. اوقال فرشتهٔ دستِ راست را گواہ کردم و فرشتهٔ دستِ چپ را گواہ کردم
لا یکفر ۱۲. انتهی کلام فتاوی عالمگیری. وفی البحر الرائق ص ۱۳۴ سطر ۱۲ فی باب
الارتداد قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر. انتهی کلام البحر.
وفی البحر لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ینعقد النکاح ویکفر لاعتقاده انه
صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب. انتهی کلام البحر. وفی الشامی فی البزازیة لادعاء
علم الغیب وفی الشامی ص ۳۰۶ دعوی علم الغیب معارضة لنص القرآن فیکفر بها
الا اذا اسند ذلک الی سبب من الله تعالی کوحی او الهام وکذا لو اسنده الی
امارة عادیة انتهی کلام الشامی. وفی شرح الفقه الاکبر لملا علی القاری فی
ص ۱۸۵ سطر ۲۱ ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم
الله تعالی احیانا. وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه وسلم
یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ
إِلَّا اللَّهُ. انتهی کلام القاری. وفی المسامرة للعلامة کمال بن الهمام فی ص ۱۹۹: و
الاصح جواز السهو علیه علیه الصلوة والسلام. قال صلی الله علیه وسلم
انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی واما
فی طریقة الابلاغ فهم المعصومون فیه من السهو واما غیر ذلک فهم
کغیرهم من البشر قال القاضی ابو بکر فیجوز کونه غیر عالم بشرائع
من تقدمه وغیر عالم ببعض المسائل التی یفرعها الفقهاء والمتکلمون التی
لا یخل عدم العلم بها بمعرفة التوحید وکونهم غیر عالمین بلغات کل من بعثوا

(باقی اگلے صفحہ پر)

جلد ۸

بدرِ منیر: (ص ۲۲۹ سے آگے) الیھم الا لغفة قومھم وکونھم غیر عالمین بجمیع مصالح امور الدنیا ومفاسدھا وجمیع الحرف والصنائع وکذا علم المغیبات فلا یعلم النبی منہا الا ما اعلمہ اللہ تعالیٰ بہ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ. انتہیٰ عبارۃ کمال بن الہمام. وفی الخازن ص ۲۲۳ سطر ۱۵ فی سورۃ لقمان اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الخ الایۃ نزلت فی الحارث بن عمرو بن حارثۃ ابن حفصۃ من اھل البادیۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن الساعۃ ووقتھا وقال ان ارضنا اجدبت فقل لی متی ینزل الغیث؟ وترکت امرأتی حبلیٰ فمتی تلد؟ و لقد علمت این ولدت، فبای ارض اموت؟ فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الایۃ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. معنی الایۃ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فلا تدری احد من الناس متیٰ تقوم الساعۃ ای فی أیّ سنۃ او ایّ شھر او ایّ یوم، لیلًا او نھارًا. وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ فلا یعلم احد متی ینزل الغیث لیلًا او نھارًا الا اللّٰہ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ. أذکرٌ او انثیٰ، ام اسود او ابیض، تامّ الخلقۃ ام ناقص. وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا من خیر او شر وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ای لیس احد من الناس یعلم این مضجعہ من الارض فی بر او بحر فی سھل او جبل. اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ای بھذہ الاشیاء و بغیرھا خبیر. ای بواطن الاشیاء کلھا لیس علمہ محیطا بالظاھر. فقط یعنی محیطا بالظاھر والباطن. قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذہ الخمسۃ لا یعلمھا ملک مقرب ونبی مصطفیٰ فمن ادعی شیئا من ھذہ فانہ کفر بالقرآن لانہ خالفہ فی الجواھر الاخلاطیۃ ان زعم ان

(بقیہ حاشیہ...)

بلدِ مُنیر: (ص ۲۳۰ سے آگے) النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب یکفر فما ظنک لغیرہ۔ انتہی۔ فی السیری حاشیۃ الاشباہ وفی الولوالجیۃ وغیرہما من کتب المذھب رجل تزوج امرأۃ ولم یحضر شاھد فقال تزوجتک بشھادۃ اللہ ورسولہ یکفر لانہ یعتقد بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اذلا شھادۃ لمن لاعلم لہ بہ ومن اعتقد ھذا کفر۔ وبہ قال الشیخ ابوالقاسم الصفار۔ انتہی۔ وکذلک فی خلاصۃ الفتاویٰ فی جلد ۴ ص ۳۸۵۔ وکذلک العینی شرح البخاری ج ۱۱ ص ۵۲۰۔ وکذلک فی فتح الباری جلد ۱۲ ص ۳۸ وجلد ۸ ص ۳۹۵ وجلد ۱ ص ۱۱۵۔ وکذلک فی التجنیس لصاحب الھدایۃ۔ وکذا فی الفصول العمادیۃ وفی التاتارخانیۃ ج ۲ ص ۶۱۰ من تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لاینعقد النکاح ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فی اکفار الملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین الذی صنفہ محمد انور شاہ صاحب (المحدث الکبیر بدار العلوم الدیوبندیۃ المتوفیٰ ۱۳۵۱ھ) وعلیہ تقاریظ علماء دیوبند ومولوی اشرف علی صاحب (التھانوی حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرھم فی ص ۳ من جحد شیئا واحدا من ضروریات الدین فقد کفر وھو من الکفر وان رکض الی بلاد الصین لنشر مازعمہ دینًا۔ ولو رآہ الجاھلون من خدمۃ الاسلام۔ والمراد بالضروریات ماعُلم کونہ من دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالضرورۃ بان تواتر عنہ واستفاض وعلمتہ العامۃ کالوحدانیۃ والنبوۃ وختمھا بخاتم الانبیاء وکالبعث والجزاء ووجوب الصلوٰۃ والزکوٰۃ وحرمۃ الخمر ونحوھا یسمیٰ ضروریا لان کل احد یعلم ان ھٰذا الامر مثلاً من دین النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکونہا من الدین ضروری۔ امام المتکلمین صدر الدین اصفہانی نے لکھا ہے: ابطال نہج الباطل واھمال کشف العاطل میں من ضروریات الدین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لہ (حاشیہ صفحہ ۲۳۰) ای علی سبیل القطع۔ واما ماورد انہا فی یوم عاشوراء من شھر محرم۔ فھو خبر واحد لایثبت القطع بہ۔ (شیلوی)

بدرِ منیر: (ص ۲۳۱ سے آگے) ان علم الغیب مخصوص باللہ تعالیٰ۔ و فی اکفار الملحدین ص ۴ ذہبت الحنفیۃ الیٰ ان انکار الامر القطعی ان لم یبلغ حد الضرورۃ کفر صرح به الشیخ ابن الہمام کما فی رد المحتار ص ۳۴ ج ۳: و اما ما لم یبلغ حد الضرورۃ فظاہر کلام الحنفیۃ الاکفار بجحدہ فانہم لم یشترطوا سوی القطع فی الثبوت ویجب حملہ علیٰ ما اذا لم یعلم فلا الا ان یذکر اہل العلم ذٰلک فی اکفار الملحدین ص ۳۶ نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او شک فی کفرہم او صحح مذہبہم و ان اظہر الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذہب سواہ. کذا فی شرح الشفاء للخفاجی ج ۴ ص ۵۴۲۔ وکذالک فی شرح الملا علی انتہیٰ عبارۃ اکفار الملحدین من تلفظ بلفظ الکفر یکفر فکل من استحسنہ او رضی بہ یکفر۔ فی الہندیۃ ص ۴۵۔ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد تمنعہ فعلی المفتی ان یمیل الیٰ ذٰلک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ وجہ توجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذٍ۔ وفی ص ۲۶: التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر وفی ص ۱۵: عن ابی حنیفۃ لا نکفر اہل القبلۃ بذنب و اما کلمات الکفر فان لم یکفر فلیقل انہا لیست بکلمات کفر وہو سفسطۃ۔ فی کتاب الایمان ص ۱۳۱: نحن اذا قلنا اہل السنۃ متفقون علیٰ انہ لا یکفر بذنب فانما نرید بہ المعاصیَ کالزنا والشراب۔ وفی ص ۱۱: معنی عدم التکفیر ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیۃ۔ وفی ص ۵۷: جحد ما صار معلوما بالضرورۃ و تلقتہ قرون الاسلام کَفَرَ ولا اعلم فی ذٰلک خلافاً فلو کان غبیًّا لا یعرف ذٰلک وجب تعلیمہ ایاہ فان جحدہ بعد ذٰلک حکمنا بکفرہ۔ و فی ص ۶۰: الاستحلال بالتاویل قد یکون اشد من التعمد مع الاعتراف بالتحریم۔ فی ص ۶۳ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سئل عمن اراد ان یضرب احدًا فقیل لہ الا تخاف اللہ تعالیٰ فقال لا. لا یکفر اذ یمکنہ ان یقول التقویٰ فیما افعل ولو قیل لہ ذٰلک فی معصیۃ فقال لا اخافہ یکفر اذ لا یمکنہ التاویل ونحوہ فی الخانیہ فی قصۃ شداد بن حکیم مع زوجتہ وذکرہا فی طبقات الحنفیۃ من شداد عن محمدؒ وہو اولیٰ بالاعتبار۔

لہا رکوعان ۲	۷۳	سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ	۳	کلماتہا ۲۸۵
آیاتہا ۲۰				حروفہا ۸۳۸

قرآن پڑھو ، ہدایت اسی میں ملتی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصل سورۃ : قرآن پڑھو - ہدایت قرآن میں ہے ۔

مختصر ترین خلاصہ : (المزمل) پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی قرآن پاک کے اسی دعوے پر قائم رہیں کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۔

لہا رکوعان ۲	۷۴	سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ	۴	کلماتہا ۲۵۵
آیاتہا ۵۶				حروفہا ۱۰۱۰

لوگوں تک بھی پہنچاؤ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورۃ : انذار کرو - شرک والی پلیدی کو دُور کرو ۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۔ ای اصلح عملك (کمالین) یعنی اپنا پلا (دامن) اچھا کرو - تبلیغ کیے جاؤ - کوئی مانے یا نہ مانے ۔

مختصر ترین خلاصہ : (المدثر) اور دوسروں کو بھی بتاؤ - قُمْ فَاَنْذِرْ ۔

لہا رکوعان ۲	۷۵	سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ	۳۱	کلماتہا ۱۹۹
آیاتہا ۴۰				حروفہا ۶۹۰

اثباتِ حشر اور مکذبین کا شکوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورۃ : اثباتِ قیامت - ڈراوا اور بشارت ۔

مُختصر ترین خلاصہ: (قیٰمۃ) اور یہ بھی سمجھاؤ کہ قیامت آنے والی ہے اس سے ڈر کر توحید والا دعوٰے مان لو، قیامت تو آکر ہی رہے گی۔

رکوعاتہا (۲)	۷۶	سُورَۃُ الدَّھرِ مَکِّیَّۃٌ	۹۸	کلماتہا ۲۴۶
ایاتہا ۳۱				حروفہا ۱۰۹۹

اثباتِ حشر کا نمونہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حاصلِ سورۃ: بشارت اور ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الدھر) اور پھر حشر بھی ہوگا۔ اس کے یقین کرنے کے لیے بطور نمونہ کے انسان کی پیدائش کو ہی دیکھ لو۔

رکوعاتہا (۲)	۷۷	سُورَۃُ المُرسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ	۳۳	کلماتہا ۱۸۰
ایاتہا ۵۰				حروفہا ۸۱۶

دعوٰے اثباتِ حشر کے شواہد و دلائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حاصلِ سُورۃ: بشارت اور ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (المرسلٰت) اور اس کے علاوہ عذاب کے نمونے سُن لو۔

بدرِ منیر: (حاشیہ متعلقہ سُورۃ قیٰمۃ) لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ (۷۵: ۱۶) کا تعلق یُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ (۷۵: ۱۳) کے ساتھ ایسا ہے جیسے اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ (۸۸: ۱۷) کا تعلق فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ (۸۸: ۱۲) کے ساتھ ہے کہ قیامت میں جو ہوگا اس کا نمونہ یہاں دیکھتے ہو۔ اسی طرح یہاں بتایا کہ دُنیا میں جو انسان اِبتدائے جوانی سے بُوڑھا ہونے اور مرنے تک کرتا ہے سب کا سب قیامت کے دِن اکٹھا کر کے بتائے گا اور سامنے رکھ دے گا۔ اس کا نمونہ دُنیا میں یہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ركوعاتها (۲)	۷۸	سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ	۸۰	كلماتها ۱۷۳
اٰياتها ۴۰				حروفها ۹۷۰

دعویٰ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کی تفصیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورۃ: بشارت اور ڈراوا، اور یہ کہ شفیع بغیر اذن کے کلام نہ کر سکے گا۔ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔

مُختصر ترین خلاصہ: (النبأ) اور پھر اس کے دلائل بھی تفصیل کے ساتھ سُن لو۔

ركوعاتها (۲)	۷۹	سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ	۸۱	كلماتها ۱۹۷
اٰياتها ۴۶				حروفها ۷۵۳

دعویٰ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کے شواہد و دلائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورۃ بشارت اور ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (النّٰزعٰت) اور پھر یہ بھی سوچو کہ قیامت کے دن فرشتے مقرر ہوں گے، جو اچھوں کے ساتھ نرمی برتیں گے اور بُروں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔

بلد رمُنیر: (ص ۲۳۴ سے آگے) ہے کہ جب آپؐ منزل وحی کو جلدی جلدی سے پڑھنا شروع کر دیتے تھے کہ کہیں کوئی لفظ یادداشت سے رہ نہ جائے، تو میں نے آپؐ سے فرمایا تھا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۷۵: ۱۶) کہ قرآن مجید کو آپؐ کے سینے میں جمع رکھنا اور آپؐ کا اپنی زبانِ مبارک سے پڑھنا تو ہمارے ذمے ہے، اس لیے پہلے خاموشی سے سُن لیں، اس کے بعد اس منزل وحی کو ابتداء سے انتہاء تک کھول کھول کر رکھ دینا میرا کام ہے۔

رکوعہا ۱	۸۰	سُورَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ	۲۴	کلماتہا ۱۳۰
آیہا ۴۲				حروفہا ۵۳۳

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ اور مشرکین کو زجر، تخویف اور تبشیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتداء سورت میں ہے کہ طالبِ ہدایت سے تغافل نہ کرو۔ اور مستغنی کے درپے نہ ہو۔ پھر ڈراوا اور بشارت۔

مختصر ترین خلاصہ: (عبس) تو پھر اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا بلکہ نفسا نفسی پڑی ہوگی اور سب ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔

رکوعہا ۱	۸۱	سُورَۃُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ	۷	کلماتہا ۱۰۴
آیہا ۲۹				حروفہا ۵۳۰

احوالِ قیامت کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بشارت و ڈراوا۔

مختصر ترین خلاصہ: (التکویر) پھر اپنے اپنے مقامات کی طرف سیدھے جا پہنچیں گے اور ان پر کئی طرح کے حالات وارد ہوں گے۔

رکوعہا ۱	۸۲	سُورَۃُ الْاِنْفِطَارِ مَکِّیَّۃٌ	۸۲	کلماتہا ۸۰
آیہا ۱۹				حروفہا ۳۲۷

کفار اپنی قرارگاہ سے نہ نکلیں گے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بشارت و ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الانفطار) پھر وہ اپنی اپنی جگہوں سے نکل بھی نہ سکیں گے۔

رکوعہا ۱	۸۳	سُورَةُ التَّطْفِيفِ مَكِّيَّةٌ	۸۶	کلماتہا ۱۶۹
آیہا ۳۶				حروفہا ۷۳۰

رجسٹر سے کوئی بھی اپنا نام خارج نہ کر سکے گا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بشارت و ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (التطفیف) بلکہ نکلنے کے لیے کسی سفارشی کی سفارش بھی نہ چل سکے گی۔

رکوعہا ۱	۸۴	سُورَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ	۸۳	کلماتہا ۱۰۷
آیہا ۲۵				حروفہا ۴۳۰

جہنم میں مُختلف احوال کا توارد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بشارت و ڈراوا۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الانشقاق) پھر تم پر مختلف قسم کے کئی کئی حالات وارد ہوں گے۔

رکوعہا ۱	۸۵	سُورَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ	۲۷	کلماتہا ۱۰۹
آیہا ۲۲				حروفہا ۴۶۵

اٹھارہ ۱۸ سورتوں کا خلاصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دنیوی و اُخروی ڈراوا اور بشارت۔

مختصر ترین خلاصہ: (البروج) پھر وہاں سے بھی بھاگ نہ سکو گے۔

رکوعہا ۱	۸۶	سورۃ الطارق مکیۃ	۳۶	کلماتہا ۶۱
آیاتہا ۱۷				حروفہا ۲۳۹

تم پر محافظ ہوں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاصل اس سورت کا بھی بشارت اور ڈراوا ہے۔

سورت ملک میں یہ حکم تھا کہ برکات دہندہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ پھر چند سورتیں قیامت کے متعلق بیان فرماکر سورت جن میں فرمایا کہ ایک ہی کو پکارو۔ پھر سورت مزمل میں فرمایا قرآن پڑھو اور پہنچاؤ۔ سورت مدثر میں فرمایا اپنا پلاؤ (دامن) پاک رکھیں۔ پھر سورت الاعلیٰ تک قیامت کے ڈراوے اور بشارتیں ہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (الطارق) بلکہ ہر ایک کے سر پر فرشتہ نگران مقرر ہوگا۔

رکوعہا ۱	۸۷	سورۃ الاعلیٰ مکیۃ	۸	کلماتہا ۷۲
آیاتہا ۱۹				حروفہا ۲۹۱

تزہید من الدنیا و ترغیب آخرۃ و بیانِ توحید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاصل اس سورت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منزہ سمجھو شرکوں وغیرہ سے یعنی غائبانہ حاجات میں خاص اسی کو پکارو، کیونکہ جاننے والا اور پیدا کرنے والا ہر شے کا وہی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی۔

حاصل سورت اعلیٰ میں دو چیزیں ہیں: ① توحید۔ ② تزہید من الدنیا۔ سبحٰنک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الاعلیٰ) اس لیے ترکِ دُنیا اختیار کرو اور مسئلہ توحید مان لو۔

رکوعہا ۱	۸۸	سُورَةُ الغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ	۶۸	کلماتہا ۹۲
آیاتہا ۲۶				حروفہا ۳۸۱

بشارت، تخویف اور تسلّی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت کا حاصل بشارت اور ڈراوا ہے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الغاشیہ) اور عذابِ آخرت سے ڈرو۔

رکوعہا ۱	۸۹	سُورَةُ الفَجْرِ مَكِّيَّةٌ	۱۰	کلماتہا ۱۳۹
آیاتہا ۳۰/۲۹				حروفہا ۵۹۷

حُبِّ مال کی اہانت اور تزہید من الدُّنیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جو اعمالِ صالحہ قیامت میں نجات دہندہ ہیں۔ ان کو اختیار کرو۔ دُنیا کی رغبت چھوڑو۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الفجر) اور اسبابِ حُبِّ دُنیا سے اعراض کرو اور اُمورِ مصلحہ بجا لاؤ تاکہ تمہارے دِل سے دُنیا کی محبت نکلے۔

رکوعہا ۱	۹۰	سُورَةُ البَلَدِ مَكِّيَّةٌ	۳۵	کلماتہا ۸۲
آیاتہا ۲۰				حروفہا ۳۲۰

اِنفاقِ مال و کبد اور تزہید من الدُّنیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سُورت میں بشارت اور ڈراوا ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (البلد) اور مال کو صحیح مصارف میں لگاؤ تاکہ تمہارے دل سے دُنیا کی محبت نکلے۔

رکوعہا ۱	۹۱	سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ	۲۶	کلماتہا ۵۴
آیاتہا ۱۵				حروفہا ۲۴۷

مومن و کافر کے عقائد میں فرق کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت کا حاصل: ایمان لانا اور نہ لانا یکساں نہیں ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (الشمس) دیکھو! موحّد اور مُشرک یکساں نہیں۔

رکوعہا ۱	۹۲	سُورَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ	۹	کلماتہا ۷۱
آیاتہا ۲۱				حروفہا ۳۱۰

مومن و کافر کے اعمال میں فرق کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت کا حاصل یہ ہے: خرچ کرنا مواضع حسنہ میں، اور بخل کرنا یکساں نہیں ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (الّیل) اور نیک و بد بھی یکساں نہیں۔

رکوعہا ۱	۹۳	سُورَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ	۱۱	کلماتہا ۴۰
آیاتہا ۱۱				حروفہا ۱۷۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (والضحیٰ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھیں۔

رکوعہا ۱	۹۴ سورۃ الانشراح مکیۃ ۱۲	کلماتہا ۲۹
آیاتہا ۸		حروفہا ۱۰۳

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی (۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سورت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (الانشراح) اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تسلی رکھیں۔

رکوعہا ۱	۹۵ سورۃ التین مکیۃ ۲۸	کلماتہا ۳۴
آیاتہا ۸		حروفہا ۱۵۰

تتمہ سُوَرِ سابقہ کا اور تزہید من الدنیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حاصل اس سورت کا یہ ہے: سب نبیوں نے یہی کہا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اچھی ترکیب دی، اگر ایمان لائے گا تو اس کو اجر ملے گا، نہیں تو نیچے جائے گا۔

مختصر ترین خلاصہ: (والتین) دُنیا کوئی چیز نہیں۔

رکوعہا ۱	۹۶ سورۃ العلق مکیۃ ۱	کلماتہا ۹۲
آیاتہا ۱۹		حروفہا ۲۸۰

تبلیغ قرآن فرض ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن پڑھو، درآں حالیکہ مدد پکڑنے والا ہو ساتھ خالق معلم

کے۔ کفار سے نہ ڈرو۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

مختصر ترین خلاصہ: (العلق) قرآن بڑی دولت ہے۔ قرآن پاک پڑھ پڑھ کر سناؤ، کوئی مانے یا نہ مانے۔

رکوعہا ۱	۹۷	سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ	۲۵	کلماتہا ۳۰
آیاتہا ۵				حروفہا ۱۱۲

تبلیغِ قرآن کی ترغیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن بڑی برکت اور رحمت کے وقت نازل ہوا ہے، اس میں بہت برکات ہیں۔

مختصر ترین خلاصہ: (القدر) یہ قرآن وہ ہے جو برکت کی رات (لیلۃ القدر) میں اترنا شروع ہوا۔

رکوعہا ۱	۹۸	سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ	۱۰۰	کلماتہا ۹۴
آیاتہا ۸				حروفہا ۳۹۹

معاندین کے عناد کا شکوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حاصلِ سورت: کافر' اہلِ کتاب اور مشرکوں کا دل سے اسلام پر یقین کرنا مشکل تھا، سوائے اس امر کے کہ ان کے پاس رسول آئے جو بہت سورتیں پڑھے، جن میں ان کے شبہات کا دفعیہ ہو' اور استدلالات اسلام پر ہوں۔ پس اب اس انتظام کے بعد ان کا نہ ماننا محض عناد ہے۔

حاصل اس سورت کا ان کے عناد کی شکایت ہے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (البینہ) اور اس قرآن میں مسئلۂ توحید کا بیان ہے اور یہ مسئلہ سب کو بتلا ہے۔ اگر کافر مُعاند نہیں مانتے تو کیا ہوگیا۔

رکوعہا ۱	۹۹	سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَكِّيَّةٌ	۹۳	کلماتہا ۳۵
آیہا ۸				حروفہا ۱۳۹

اخروی تخویف و تبشیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت میں تخویف ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (زلزال) آخرت میں ہر نیک وبد اپنے اپنے کیے کا بدلہ پالیں گا۔

رکوعہا ۱	۱۰۰	سُورَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ	۱۴	کلماتہا ۴۰
آیہا ۱۱				حروفہا ۱۶۳

کُفّار کے ظلم کا شکوی اور تخویف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس سورت میں بھی تخویف ہے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (والعٰدیٰت) مگر افسوس کہ قرآنِ حکیم جیسی نعمتِ غیر مترقبہ ملنے کے باوجود کافر ناقدر شناس ہیں۔

بدرِ منیر: فائدہ: آیت نمبرا وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا۔ حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلغۃ الحیران ص ۴۴۲ میں اس مقام پر نوٹ لگایا ہے کہ بعض مفسرین بجائے ظالموں کے ملائکہ مراد لیتے ہیں، لیکن سیاق کے مخالف ہے کیونکہ پیچھے سے ظلم کا شکوہ ہے۔ انتہیٰ کلام شیخنا رحمہ اللہ

فائدہ: آیت نمبر ۹۔ مَا فِي الْقُبُوْرِ سے مُراد انسان ہے۔ اور لفظ مَا کا جو غیر ذوی العقول کے لیے ہوتا ہے، یہ اس لیے لایا گیا ہے کہ قبر میں فقط مُردہ جسم ہے۔ کذا فی تفسیر ابی السعود۔

رکوعہا ۱	۱۰۱	سورۃ القارعۃ مکیۃ	۳۰	کلماتہا ۳۶
آیاتہا ۸				حروفہا ۱۵۲

اُخروی مجازات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورت میں اخروی جزا کا بیان ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (القارعہ) تو ایسے ناقدر شناس کافروں کا قیامت کے دن بُرا حشر ہوگا، البتہ نیک لوگ خوش ہوں گے۔

رکوعہا ۱	۱۰۲	سورۃ التکاثر مکیۃ	۱۶	کلماتہا ۲۸
آیاتہا ۸				حروفہا ۱۲۰

حُبِ دُنیا اور آخرت سے غفلت کا شکوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورت میں مال بہت ہونے کی طلب کی نفی ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (التکاثر) گو کافر اب حُبِ دُنیا میں غرّہ ہیں،

رکوعہا ۱	۱۰۳	سورۃ العصر مکیۃ	۱۳	کلماتہا ۱۴
آیاتہا ۳				حروفہا ۶۸

اضاعتِ عُمر کی مذمت اور تزہید من الدنیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاصلِ سورت: زمانے کا حال دیکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے سوا سب خاسر ہیں جمعُو

[1] اصل منقول عنہ یہ سورت کاتب کی غلطی کی وجہ سے کتابت سے رہ گئی تھی۔ (نیلوی)

اَلْهٰكُمُ ۔۔۔ لِاَنْفُسِهِمْ تَرَكُوْا كَمَا هِيَ. بادشاہوں کی طرف نظر کرو، ان کے پاس کچھ نہیں ۔ اَلْاَقْبُرُ دَارِسَةٌ ۔ فِيْهَا عِظَامٌ بَالِيَةٌ

مختصر ترین خلاصہ: (العصر) مگر یہی حبِ دُنیا ان کو تباہ کرے گی۔

رکوعہا ۱	۱۰۴	سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ	۳۲	کلماتہا ۳۰
آیاتہا ۹				حروفہا ۱۳۰

بعض موجبات عذاب پر زجر اور تزہید من الدنیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حکایت متکبرین مال جمع کرنے والوں کی۔ اور تخویف۔

مختصر ترین خلاصہ: (الهمزه) جو کہ مال کے نشے میں مست ہیں۔

رکوعہا ۱	۱۰۵	سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ	۱۹	کلماتہا ۲۰
آیاتہا ۵				حروفہا ۹۶

تزہید من الدنیا کے لیے تخویفِ دُنیوی کا نمونہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تخویف عذاب دُنیوی۔

مختصر ترین خلاصہ: (الفیل) اتنا نہیں سوچتے کہ ہاتھی والوں کا کیا انجام ہوا؟

رکوعہا ۱	۱۰۶	سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ مَكِّيَّةٌ	۲۹	کلماتہا ۱۷
آیاتہا ۴				حروفہا ۷۳

بموجب نعم الٰہیہ اہل مکہ کو حکم عبادت اور تزہید من الدنیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت قریش کا مطلب یہ ہے کہ واسطے محبت کرنے قریش

کے، یعنی محبت کرتی اُن کی، جاڑے کے اور گرمی کے موسم میں تجارت کی، ان کو چاہیے تھا کہ رب تعالیٰ کی عبادت کرتے تکاثر میں نہ پڑتے۔

مُختصر ترین خلاصہ: (قریش) اے قریشیو! تمھیں اسی بیت اللہ کی بدولت عزت ملی ہے۔ تمھیں تو چاہیے تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے۔

رکوعہا ۱	۱۰۷	سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ	۱۷	کلماتہا ۲۵
آیہا ۷				حروفہا ۱۲۵

خصالِ کُفار و مُنافقین کی مذمت اور تزہید من الدُّنیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سُورت میں مکذبین کی شکایت ہے کہ مال کی محبت میں یتیم مسکین کو نہیں دیتے۔ ماعون کو بھی منع کرتے ہیں۔

مُختصر ترین خلاصہ: (الماعون) مگر ان پر افسوس ہے کہ عقائد کے علاوہ ان کا معاشرہ بھی خراب ہے کہ یتیموں اور مسکینوں کو دینے کی بجائے کسی کو کوئی چیز صرف برتنے کے لیے بھی نہیں دیتے۔

رکوعہا ۱	۱۰۸	سُورَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ	۱۵	کلماتہا ۱۰
آیہا ۳				حروفہا ۴۲

تسلیۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ کو قرآن شریف دے دیا جو خیرِ کثیر کا موجب ہے، تو اس پر عمل کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز میں دُعاء اللہ تعالیٰ کے آگے کریں اور نیاز خاص اللہ تعالیٰ کی دیں۔ آپ کا دُشمن بے خیر ہے۔

مختصر ترین خلاصہ: (الکوثر) اچھا! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو قرآن پاک ملا ہے۔ آپ بدستور نفی شرک اعتقادی و عملی میں مشغول رہیں۔

رکوعہا ۱	۱۰۹	سُورَةُ الْكٰفِرُونَ مَكِّيَّةٌ	۱۸	کلماتہا ۲۶
آیاتہا ۶				حروفہا ۹۴

کافروں کو سلام متارکہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کافروں سے متارکت کا حکم ہے یعنی بعد بیان تام کے اور وعظ کثیر کے حکم ہوا تَوَلَّ عَنْهُمْ یعنی ان سے منہ پھیرو اور کہدو لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الخ۔

مختصر ترین خلاصہ: (الکافرون) اور کافروں سے مقاطعہ کریں۔

رکوعہا ۱	۱۱۰	سُورَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ	۱۱۴	کلماتہا ۱۷
آیاتہا ۳				حروفہا ۷۷

وعدۂ نصرۃ من جانب اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وعدۂ فتح۔ تھوڑی سی توحید سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ یعنی حمد اللہ کی ہے۔ وہ شرکاء سے منزہ ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الخ

مختصر ترین خلاصہ: (النصر) اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

بدر منیر: ؎ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی املائی تفسیر بلغۃ الحیران ص ۴۴۶ میں فرمایا ہے کہ چار قل ہیں۔ پہلے میں کفار سے سلام متارکت کا ہے۔ دوسرے قل میں اعتقاد کا بیان ہے اور تیسرے قل میں اس جہان کے حوادث سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تعلیم ہے۔ اور چوتھے قل میں دین میں اللہ کی پناہ میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعہا ۱	۱۱۱	**سُورَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ** ۶	کلماتہا ۲۰
آیاتہا ۵			حروفہا ۷۷

وعدۂ اہلاکِ مُعاندین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وعدۂ ہلاکتِ مُخالفین اور تخویف۔

مُختصر ترین خلاصہ: (اللھب) اور کُفّار کو ہلاک کرے گا۔

رکوعہا ۱	۱۱۲	**سُورَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ** ۲۲	کلماتہا ۱۵
آیاتہا ۴			حروفہا ۴۷

اعلانِ توحید علی السبیل الکمال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورۂ اخلاص میں سارا قرآن ہے۔ یعنی کہدو بات یہ ہے کہ اللہ یعنی کارساز ایک ہے۔ خاص اللہ تعالیٰ پکارنے کے لائق ہے۔ الصمد مایصمد ای یقصد الیہ فی الحوائج۔ (قالہ ابن عباسؓ کذافی البخاری)

مختصر ترین خلاصہ: (اخلاص) اور آپؐ کامل توحید کا اعلان فرمادیجیے۔

بدرِ منیر: (ص ۲۴۷ سے آگے) آنے کی تعلیم ہے اور درمیان میں النصر اور تبت کافرون کے متعلق ہیں کہ تم کُفّار سے سلام متارکت کرو۔ فتح میں دوں گا اور آپؐ کے دشمنوں کو ہلاک میں کروں گا۔

ل (حاشیہ صفحہ ہذا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ صمد وہ سردار ہے جو سرداری میں کامل ہو اور وہ شریف ہے جو شرافت میں کامل ہو اور وہ عظیم ہے جو عظمت میں کامل ہو اور وہ علیم ہے جو علم میں کامل ہو اور وہ حکیم ہے جو حکمت میں کامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ الصمد وہ ہے جو سب صفاتِ کمال میں کامل ہو۔ اور کمال کے معنی

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعہا ۱ | سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ | کلماتہا ۲۳
ایاتہا ۵ | ۱۱۳ ۲۰ | حروفہا ۷۶

آفاتِ دُنیویہ سے استعاذہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرما دو میں پناہ مانگتا ہوں خاص اس ذات کے ساتھ کہ رات کو فلق یعنی صبح بنا دیتا ہے، دُنیوی سختیوں سے۔

مختصرترین خلاصہ: (الفلق) آپؐ خود بھی اسی پر بدستور قائم رہو۔ اور اس کی تبلیغ کرتے رہو اور دُنیوی آفات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ۔

بدرِ منابیں: (ص ۲۴۸ سے آگے) یہ ہیں کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ ہو اور کسی چیز کی کسر نہ ہو، اور یہ شان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں ممکن نہیں۔ اور سید کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب کمال میں پُورا ہو، اسی لیے حدیث ابن الشخیر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، یعنی وہی کامل الصفات ہے۔ ابنِ عباسؓ، ابو وائلؓ، زید بن اسلمؒ اور ابنِ مسعودؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ الصمد سید کامل ہے، جس میں اُلوہیت کی سب صفات پائی جاتی ہیں۔ اور حسن بصریؒ و قتادہؒ نے جو فرمایا ہے کہ الصمد وہ ہے جو اپنی مخلوق کے بعد باقی رہے تو یہ بطور مثال کے ہے۔ کیونکہ دائم باقی بھی ایک صفتِ کمال ہے، تو یہ الوہیت کی صفت ہے۔ اسی واسطے حسن بصریؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ الصمد کے معنے الحی القیوم ہیں، یعنی جو کہ خود ہست ہے ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی اس کو فنا نہیں ہے۔ بلکہ فنا کو خود اس نے پیدا کیا ہے۔ اور عکرمہؒ نے معنے کیے ہیں کہ الصمد وہ ہے جو نہ کسی چیز سے پیدا ہو اور نہ کھانا کھاتا ہو تو یہ قول بھی بطور مثال کے ہے کہ یہ اس کا کمال ہے، کیونکہ جو چیز کسی دُوسری چیز سے نکلی تو وہ اسی چیز کی محتاج تھی اور جس چیز سے نکلی وہ بھی ناقص ہے کیونکہ اس سے اس چیز کا نکلنا ضرور ہُوا اسی طرح کھانا

(باقی اگلے صفحہ پر)

رکوعہا ۱ | سورۃ الناس مکیۃ (۱۱۴) (۲۱) | کلماتہا ۲۰
آیاتہا ۶ | | حروفہا ۷۹

آفاتِ اُخرویہ سے استعاذہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

پناہ مانگتا ہوں خاص اس ذات کے ساتھ کہ رب الناس، ملک الناس، الٰہ الناس ہے۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے۔

حاصل ان تینوں قلاقل کا یہ ہوا کہ خاص اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں حصولِ حاجات اور دفع شر دنیوی اور دینی میں۔ سبحنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک (سہ دفعہ) اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وعلی جمیع اصحابہ واتباعہ وعلینا معھم اجمعین۔ تمت

مختصر ترین خلاصہ: (الناس) اور اُخروی و دینی آفات سے بچنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ میں آؤ۔

بدرِ منیر: (ص ۲۴۹ سے آگے) بھی احتیاج کی دلیل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ سعید بن مسیب، مجاہد، عبداللہ بن بریدہ، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، عطیہ عوفی اور ضحاک وغیرہ نے صمد کے معنے کیے ہیں ٹھوس، جس میں خلا نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی ٹھوس چیز ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے مشرکو! تم نے جس چیز میں الوہیت سمجھی ہوئی ہے وہ تو اپنے جوف (خلا) میں محتاج ہے، اس لیے وہ الوہیت کے دائرے سے خارج ہے۔ جوف دار چیز الوہیت کے لائق نہیں ہوسکتی۔ شعبی نے فرمایا صمد کا مطلب یہ ہے کہ طعام وغیرہ نہیں کھاتا اور نہ ہی کوئی چیز پیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وھو یطعم ولا یطعم اور حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام کے بارے فرمان ہے کانا یاکلان الطعام۔ حافظ ابو القاسم طبرانیؒ نے ان سب اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ سب صحیح ہیں اور صمد کی تفسیر ہیں۔ یعنی صمد جامع صفات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات

(باقی اگلے صفحہ پر)

مختصر ترین خلاصہ: (الفاتحہ) اور یہی کہو کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے رہیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اٰمِيْن

بدرِ مُنیر: (ص ۲۵۰ سے آگے) کا علم اس میں شامل ہیں کہ ہمارا رب صمد ہے۔ یعنی مخلوق اسی کی طرف محتاج ہے اور وہی سید ہے اور اس کے لیے جوف نہیں اور وہ اپنی مخلوق کے فنا کرنے کے بعد باقی ہے۔ اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا ہے۔ اب جس طرح سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے لبابِ قرآن اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا ذکر فرما کر حکم دیا کہ قُوْلُوا اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اسی طرح یہاں سارے قرآن مجید کا خلاصہ سورۂ اخلاص میں ذکر فرما کر حکم دیا کہ اب یوں کہو کہ اے اللہ ہم کو اسی عقیدہ پر پختہ رکھ، تاکہ وساوس شیطانیہ (جو ہلاکت کا سبب ہیں) سے ہمارے دلوں پر زیغ نہ آجائے اور تمام امور میں غیروں سے اعراض کر کے صرف اللہ کی پناہ میں آئیں خصوصاً وساوسِ شیطانیہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئیں تو دونوں سورتوں کا خلاصہ تمام دینی دنیوی اور اخروی مصائب میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور یہی مقصد سارے قرآن کا ہے کہ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور یہی مفہوم سورۂ فاتحہ کا مرکزی مسئلہ ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. تو اس طرح مُعوّذتین کا ربط سورۂ فاتحہ کے ساتھ لگ گیا اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پُوچھا کہ اعمال میں سے کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، تو آپؐ نے فرمایا الحال المرتحل تو اس نے عرض کیا کہ اس سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ بندہ جو قرآن مجید اول سے آخر تک تلاوت کرے پھر وہاں رُکے نہیں، آگے بڑھے۔ تو اس سے یہ معلوم ہُوا کہ آگے فاتحہ پڑھے، پھر سُورۂ بقرہ۔ یہ نہ کہے کہ میں نے اب قرآن مجید ختم کر لیا ہے، تو جیسے پچھلی سورت کا پہلی سورت کے ساتھ ربط ہوتا ہے اسی طرح معوذتین کا سُورۂ فاتحہ کے ساتھ جوڑ ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ الخ

الفوز المستطاب

فہمِ قرآن مجید سے متعلق چند قوانین

ہمارے پیرو مرشد حضرت الشیخ مولانا حسین علی الوانی قدس اللہ سرہٗ فہم قرآن مجید سے متعلق جو قوانین اپنی تقریر قرآن مجید کے دوران بیان فرمایا کرتے تھے ان کا بیان بھی طلباء علوم قرآن مجید کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ وہ قوانین اب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

① قرآن مجید کا قاعدہ اکثریہ یہ ہے کہ سورۃ کے شروع میں توطیہ تمہید ہوتی ہے۔ اس کے بعد صراحۃً یا ضمناً مدعا کا بیان ہوتا ہے۔ پھر لف و نشر مرتب یا غیر مرتب کے طور پر ان مضامین کا اعادہ ہوتا ہے۔ یا قصص کو ان پر متفرع کیا جاتا ہے۔ یا ثمرات و نتائج کو اسی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

② قرآن مجید میں صرف دو اعلیٰ مرتبوں کا بیان ہوتا ہے۔ ① کفر کامل ② ایمان کامل اور باقیوں کا حال مقایسۃ پر چھوڑا جاتا ہے۔ اسی واسطے جس جگہ مومن کا ذکر آتا ہے وہاں جَنّٰتٌ تَجْرِیْ وغیرہ کی عبارت لائی جاتی ہے اور جہاں کافر کا ذکر آتا ہے تو جَہَنَّمَ اور خَالِدُوْنَ وغیرہ کی عبارت لائی جاتی ہے۔ جیسے سورۂ نساء میں بیان احکام کے بعد فرمایا: خَالِدًا فِیْهَآ اَبَدًا تو یہاں درجۂ کامل ہی مراد ہے۔ یعنی اگر یہ احکام نہ مانے اور ان پر ایمان نہ لائے اور ان کے خلاف کو حلال جانے تو وہ "خالد فی النار" ہوگا۔ کیونکہ یہ مرتبہ کفر کا ہے۔

③ جہاں عذاب سے تخویف کی جائے تو دفع عذاب کے لیے دو امر بتاتے ہیں:۔
① احسان کرنے کا حکم ② ظلم نہ کرنے کا حکم۔

④ جہاں یہ آتا ہے کہ دنیا سے دھوکہ نہ کھاؤ، وہاں تین امور بیان ہوتے ہیں:۔
① دنیا قلیل و حقیر ہے ② دنیا میں مجرمین کو عذاب ملتا ہے ③ آخرت میں بھی مجرمین کو عذاب ملے گا۔

⑤ جو چیز اہم ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ خود بیان فرمادیتے ہیں اور باقی اس کی تفصیل کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں اور تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

سے مُراد شرائع و احکام ہیں۔ اور تفسیر ابی السعود میں ہے کہ قرآن مجید میں بعض احکام کی تصریح کی گئی ہے اور بعض احکام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مُبارک کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔

⑥ جو مسئلہ سیاق سے معلوم ہو سکے اس کو اِشارۃً ذکر کیا جاتا ہے اور جو مسئلہ سیاق سے معلوم نہ ہو سکے اس کو صراحۃً ذکر کیا جاتا ہے تاکہ دونوں مسئلے مختصر عبارت کے ساتھ ادا ہو جائیں۔ اسی قانون کی بنا پر قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ہے کیونکہ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى کا اصل جواب تو ہے کہ اگرچہ یتامٰی کو کچھ نہ دو تو گرفت نہیں، لیکن چونکہ یہ جواب سیاق عبارت سے معلوم ہو جاتا تھا، اس لیے اسے ذکر نہیں کیا گیا اور صرف قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ پر اِکتفاء کیا گیا ہے۔ اور یہی قاعدہ اکثر مقامات میں جاری ہوتا رہتا ہے۔

⑦ اگر شروع کلام میں حصر آجائے تو اس کے بعد بھی حصر مُراد ہوتا ہے اگرچہ کلمہ حصر کا نہ ہو، جیسے هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ میں حصر ہے، کیونکہ خبر بھی معرفہ ہے۔ اب اس کے بعد تمام آیت میں حصر کا معنی ملحوظ ہوگا۔

⑧ قرآن مجید میں پہلے قاعدہ کا ذکر ہوتا ہے، پھر اس کے جُزئیات بیان کیے جاتے ہیں، جیسے قاعدہ بتایا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ پھر وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے ساتھ اس قاعدہ کے جُزئیات بتائے۔ نیز اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اشیاء کو بھی جانتا ہے اور ان کے احوالِ متغیرہ کو بھی وہی جانتا ہے۔

⑨ قرآن مجید کا قاعدہ ہے کہ دعویٰ بیان کر کے دلائل ذکر کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تخویفات و بشارات اور شکویات بھی ذکر کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر اس دعوے کا اعادہ مع دلائل و تخویفات و بشارات اور شکویات کے فرماتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بے ربطی کلام ہے۔

⑩ قرآن مجید دعوے کے اثبات کے لیے تین قسم کے دلائل بیان کرتا ہے:۔
① دلائل عقلیہ ② دلائل نقلیہ ③ دلائل وحی ـــــ پھر دلائل نقلیہ کی بھی کئی قسمیں ہیں:

① از انبیاء ② از علماء ③ از ملائکہ ④ از جنات ⑤ از طیور ⑥ از کتب سماویہ سابقہ۔

①۔ دلیل نقلی (از انبیاء، وعلماء) کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین وعلماء کے اقوال وافعال پیش کیے جاتے ہیں، جو دعویٰ توحید کے مؤید ہوں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں: ① انبیاء سابقین سے یہ نقل کرنا کہ ان پر بھی وحی آتی رہی، جو ہمارے اس نبی پر آتی ہے اور توحید ہی ان کا مشن تھا ② انبیاء سابقین کا یہ حال بتانا کہ جیسے توحید پرست وہ خود تھے، دُوسرے لوگوں کو بھی توحید کی ہی تبلیغ کرتے رہے۔

②۔ دلیل عقلی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ توحید کا دعویٰ ایسا ہے کہ جس کو عقل سلیم بھی تسلیم کرتی ہے۔ پھر یہ دلیل عقلی بھی دو قسم ہے: ① دلیل عقلی محض ② دلیل عقلی علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم یعنی خود کفار ومشرکین سے دورانِ مناظرہ توحید کا اقرار لیا جائے۔

③۔ دلیلِ وحی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعوےٰ اپنی طرف سے بیان کردہ نہیں ہے بلکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوےٰ کے اظہار وتبلیغ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔

⑪ پہلے دعویٰ (یعنی یہ کہ ہر کُن صرف اللہ تعالیٰ ہے) کے لیے دلائلِ عقلیہ زیادہ بیان ہوتے ہیں۔ اور دُوسرے دعویٰ (یعنی یہ کہ ہمہ دان صرف اللہ تعالیٰ ہے) کے لیے دلائلِ عقلیہ کم بیان ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ جب پہلا دعویٰ ثابت ہوگیا تو دُوسرا دعویٰ خود بخود ثابت ہوجائے گا۔

⑫ شفیق واعظین کی طرح قرآن مجید کا طریقہ ہے کہ اپنی بات کو بار بار دُہراتا ہے اور اس پر تنویر لاتا ہے۔

⑬ قرآن مجید کی کسی سُورت میں ابتداء سے آخر تک بیان ہوتا ہے اور کسی سُورت میں آخر سے ابتدا تک بیان ہوتا ہے۔ مثلاً سُورۂ انعام میں پہلے تخلیق کا ذکر ہے، پھر تصرف کا ذکر ہے کہ متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تختِ شاہی پر وہ خود ہی قائم ہے، کسی اور کے حوالے نہیں کیا۔ اور پھر رحمت کا ذکر ہے۔ اور سُورۂ حشر میں پہلے رحمت کا ذکر ہے، پھر تصرف کا اور پھر تخلیق کا ذکر ہے۔

(۱۴) قرآن مجید میں تمام قصص عبرت کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ نری کہانیاں نہیں ہیں
فاقصص القصص لعلهم يتفكرون. لقد كان فى قصصهم عبرة
لاولى الالباب ما كان حديثا يفترى.

(۱۵) قرآن مجید میں یہ بات بہت دفعہ آئی ہے کہ جب ایک طرف ایک بات ذکر کی جاتی ہے تو دُوسری طرف دُوسری بات کا کچھ حصّہ ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ دونوں کو دیکھ کر ایک پُورا مضمون سمجھا جا سکے۔ مثلاً سورۂ سبا میں ایک طرف الحمد للہ فرمایا اور دُوسری طرف وھو الحکیم الخبیر سے دُوسرے جملہ (ولہ الحمد فی الاٰخرۃ) کی عِلّت بیان کی، تو معنٰی یہ ہُوا کہ سب کچھ کرنے والا وہی ہے، پس حمد بھی اُسی ذات کے لیے ثابت ہے جو کہ دُنیا میں دینے لینے والا ہے اور ولہ الحمد فی الاٰخرۃ یعنی آخرت میں دینے والا بھی وہی ہے۔ اور لہ ما فی السموٰت و ما فی الارض کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان اسی کے قبضے میں ہیں۔ اور دُنیا میں دینے والا بھی وہی ہے۔ پس اس میں معنے کے اعتبار سے ہر دو جملے مطابق ہو گئے۔

(۱۶) جس سُورت کی ابتدا میں "قرآن" کا لفظ ہو تو اس سُورت میں کوئی ایسا واقعہ ضرور مذکور ہوگا جو پہلی کتبِ سماویہ میں بیان نہ کیا گیا ہو۔ اور جس سُورت کی اِبتدا میں "کتاب" کا لفظ ہو تو اس سُورت میں کُتبِ سابقہ اور انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہم کے بیانات کا ذکر ہوگا۔ اور جس سُورت کی اِبتدا میں "کتاب" اور "قرآن" ہر دو لفظ ہوں تو وہاں دونوں باتیں ہوں گی۔

(۱۷) جس سُورت کی اِبتدا میں لفظ "مُبین" ہو تو اس سُورت میں دلائلِ نقلیہ کا بیان ہوگا۔ اور جس سُورت کی ابتدا میں لفظ "حکیم" ہو تو اس سُورت میں دلائل عقلیہ بیان ہوں گے۔ اور جس سُورت کی ابتدا میں "مبین" اور "حکیم" ہر دو لفظ ہوں تو اس سُورت میں دلائل عقلیہ و نقلیہ ہر دو بیان ہوں گے۔

(۱۸) قرآن مجید عقائد کی اوّلین کتاب ہے۔ اس میں اصل مقصود توحید ہے، جس کے

ساتھ ایمان بالرسالۃ لازم ہے اور اس کے لیے جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ مؤید اور ستانم اسلام ہیں، اور اس کے علاوہ احکامِ شرع بالتبع آتے ہیں۔

(۱۹) اکثر مضامینِ قرآن میں چار طریقے سے بیان کیے گئے ہیں: ① علی سبیل اللف والنشر المرتب ② علی سبیل اللف والنشر الغیر المرتب ③ علی سبیل الترقی ④ علی سبیل التنزل۔

(۲۰) قرآن مجید میں زیادہ زور شرک اعتقادی کی نفی پر دیا گیا ہے اور شرک عملی کی نفی صرف چند مقامات پر ہے۔

(۲۱) قرآن مجید کی پہلی پچاس سورتوں میں یعنی ختم حجرات تک اکثر توحید کا بیان ہے، اور باقی سورتوں میں اکثر قیامت کا بیان ہے۔

(۲۲) قرآن مجید کی مکی سورتوں کی آیات چھوٹی ہیں اور مدنی سورتوں کی آیات قدرے بڑی ہوتی ہیں۔

(۲۳) قرآن مجید کی مکی سورتوں میں منافقین کا حال ذکر نہیں اور مدنی سورتوں میں عام طور پر منافقین کا ذکر آتا ہے۔

(۲۴) مکی سورتوں میں عموماً دعوتِ اصلاحِ عقائد ہوتی ہے اور منکرین کو توحید و رسالت اور آخرت کی طرف بلانا۔ جن کا اسلوبِ بیان خطیبانہ ہوتا ہے اور دیگر خطبات کے دستور کے مطابق مؤثر انداز میں سوالات و استفہامات بھی زائد ہوتے ہیں۔ اس طرزِ خطاب سے سامعین کے دل میں مزید اشتیاق و جستجو پیدا کرنے کے علاوہ موضوعِ خطاب کی اہمیت جتلانا مقصود ہوتا ہے۔ کلام میں زور اور اثر پیدا کرنے، اور مخاطبین کی جلبِ توجہ کے لیے، اور ایسا اسلوب اور طرزِ بیان یونانی، انگریزی اور اُردو وغیرہ زبانوں میں بھی مسلم اور متعارف ہے۔

(۲۵) مکی سورتوں میں عقیدۂ توحید کے بعد قدرۃً سب سے زیادہ زور عقیدۂ آخرت پر ہے۔

(۲۶) مُخاطبینِ اوّل کے فہم و مذاق کی رعایت خصوصیت کے ساتھ رکھنا بلاغتِ کلام اور فنِ خطابت دونوں کے اصول اعلیٰ میں داخل ہے، اور طرزِ بیان قرآن حکیم کا ہے۔

(۲۷) اہلِ عرب کا دستور تھا کہ تاکید اور زور کے لیے قسم کھایا کرتے تھے، اور قرآنِ حکیم کا اسلوبِ بیان بھی یہی ہے۔

(۲۸) دورانِ خطاب مخاطبین سے سوالات کرتے جانا عربی خطابات میں عام اور عربی اسلوبِ بلاغت کا اہم جزو تھا۔ اور قرآنِ حکیم میں بھی یہی اسلوبِ بیان عام ہے۔

(۲۹) اہلِ عرب کے ادب و انشاء میں یہ طریقہ عام تھا کہ ایک ذکر میں دوسرا، پھر تیسرا اور پھر چوتھا ذکر نکالتے چلے جاتے' اور پھر اسی پہلے ذکر کی طرف رجوع کرتے' اب سورۂ نساء کی آخری آیت کلالہ والی کو سمجھ لو کہ درمیان میں شبہ نمبر ۴ سے یہاں تک کتنا کچھ ذکر ہُوا۔ جس کے بعد پھر شبہ نمبر ۵ کے جواب کی طرف عود فرمایا۔

(۳۰) قرآنِ کریم کو محض بصیرتوں، عبرتوں اور اخلاق اسباق و نتائج سے بحث و سروکار رہتی ہے۔ اسی لیے تاریخی و جغرافیائی تفصیلات کو اکثر نظر انداز کر دیتا ہے۔

(۳۱) قرآنِ کریم سیرت یا تاریخ کی کوئی کتاب نہیں ہے کہ وہ جس شخصیت کا ذکر کرے اس کے تمام حالات کا استقصاء کرے' کیونکہ یہ چیز اس کے موضوع سے خارج ہے وہ جس شخص کا ذکر کرتا ہے اس کی زندگی کے اسی پہلو کو نمایاں کرتا ہے جو دوسروں کے لیے پند و موعظت اور عبرت و نصیحت کا سبق ہو۔ اور قصے کے اس حصے کو حذف کر دیتا ہے جو اصل مسئلہ سے متعلق نہ ہو۔

(۳۲) قرآنِ کریم بجائے نسل' نسب و خاندان کے' مسلک و عقیدہ کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔ اسی لیے بار بار کہتا ہے کہ یہود کا کفر و انکار کسی اجتہادی غلطی پر مبنی نہیں بلکہ اس غصہ اور عناد کا نتیجہ تھا کہ نبوت خاندانِ بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل کے ایک فرد کو کیوں مل گئی۔ یہود نبوت کو اپنا موروثی حق سمجھنے لگے تھے۔

(۳۳) قسم: عربی اسلوبِ بلاغت میں "قسم" ایک ادبی صنعت و فنکاری ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم کی قسمیں مذاقِ عرب پر بالکل گراں نہیں گزریں اور اہلِ لسان میں سے مخالفین نے بھی کبھی یہ اعتراض نہ کیا کہ خدا کے کلام میں یہ مخلوقات

کی قسمیں کیسی ؟ اُردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ میرے کارناموں پر میری تلوار گواہ ہے۔ اور عربی محاورہ میں والمہند کہتے ہیں' یعنی مجھے تلوار کی قسم ہے۔ قسم چار قسم ہے:

① جس ذات کی قسم کھائی جاتی ہے اس کو عالم الغیب و متصرف و مختار سمجھ کر کھائی جائے اور مُقسَم بہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اسے میرے حالات کی خبر ہے اور وہ مجھے نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ ایسی قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس اعتقاد سے غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے۔

② مُدعا کو ثابت کرنے کے لیے مُقسَم بہ کو بطور دلیل و شاہد کے پیش کیا جاتا ہے جیسے "قسم بلب میگونِ تو و زلفِ شبگونِ تو کہ محبوب دلربائی"۔ یعنی تیرے لب اور زُلفیں اس بات کی شاہد ہیں کہ تو دلربا ہے۔ اس میں سُرخ ہونٹوں اور سیاہ بالوں کو اس کے محبوب ہونے پر بطور شاہد پیش کیا گیا ہے۔ یہ قسم لغیر اللہ بقول امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہُ اللہُ تعالیٰ جائز ہے۔ اور قرآن کریم میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں' جیسے والعصر ان الانسان لفی خسر۔ یعنی زمانہ گواہ ہے کہ آدمی گھاٹے میں ہے' ایسے ہی ن والقلم۔ اسی طرح دُوسری کئی سورتوں میں فقرے آئے ہیں۔

③ قسم دُعا کی جگہ بھی استعمال ہوتی ہے۔ یعنی اس قسم سے دُعا دینا مقصود ہوتا ہے۔ اور وہ موقع ایسا ہوتا ہے کہ وہاں بددُعا مناسب نہیں۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کو کہے کہ اللہ کرے تو زندہ رہے۔ اور یہ کہنا مناسب نہیں کہ اگر میں ناحق کہوں تو اللہ تعالیٰ تجھے مجھ سے چھین لے اور تجھے مار دے۔ جیسے عربی میں لعمرك انهم سكرتهم يعمهون کہتے ہیں۔ یعنی تیری زندگی کی قسم۔ مطلب یہ کہ اللہ کرے کہ تیری زندگی دراز ہو۔ اُردو میں کہتے ہیں تیرے سر کی قسم۔ اس سے بھی یہی مُراد ہوتی ہے۔ یا پنجابی میں بقول عمی مکرمی مولانا شاہ محمد شاہ جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ "شالا جیویں" کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی قسم کھانا بھی جائز ہے اس میں شرک نہیں ہے یہ محض دعائیہ قسم ہے۔

④ قسم بددُعا کی جگہ بھی استعمال ہوتی ہے، جیسے: ثکلت بنيتي ان لم تروها تثير النقع من طرفی کداها (دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ) یعنی اے مکہ والو—!

کداء پہاڑی کی طرف سے اگر ہم تم پر چڑھائی کریں گے اور اسی راستے سے اگر ہمارے گھوڑے تم کو فتح کریں گے۔ اگر تم ان گھوڑوں کو کداء پہاڑی کے دونوں طرف گرد و غبار اڑاتے نہ دیکھو تو میں اپنی بیٹی کا غم دیکھوں۔ یعنی اگر میں جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ نعمت چھین لے۔ اسی لیے فتح مکہ کے موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسانؓ کی قسم پوری کرنے کے لیے کداء میں سے لشکر گذاریں، اور پھر مکہ میں داخل ہوں۔ معلوم ہوا کہ یہ قسم بھی جائز ہے۔

(۳۴) قرآن کریم بیانِ واقعات اور ذکر حکایات کے ضمن میں بھی مسائل کی توضیح اور عقائد کی تصحیح کرتا جاتا ہے۔

(۳۵) جزئیات سے کلیات، اور فروع سے اصول تک پہنچ جانا قرآن کا عام طرزِ بیان ہے۔

(۳۶) زور و جوش کے موقع پر فقروں کی تکرار جیسے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون۔ عربی حسنِ خطابت اور اسلوبِ بلاغت کا اہمیتِ خصوصی کے اظہار کے لیے ایک خاص نمونہ ہے۔ جیسے اُردو محاورہ میں کہتے ہیں: "ابھی یہ دیکھیں گے اور پھر دیکھیں گے"۔

(۳۷) خطبات کو اور سورت کو استفہامی فقرہ سے شروع کرنا، مخاطب کو سوال کر کے توجہ دلانا عین بلاغت اور عربی خطابت کے اسلوب کے مطابق ہے۔ اور اس کو حسنِ انشاء و خطابت کا ایک بہترین نمونہ سمجھا گیا ہے، جیسے ایک قصیدہ میں ہے

ءَ مِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ

(۳۸) جزئی حکم کے بعد کلی تنبیہ قرآن مجید کی خصوصیات میں سے ہے۔

(۳۹) قرآن مجید میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عبارت میں کسی لفظ کو مقدر ماننے اور فرض کر لینے سے احتراز کیا جائے۔ مختصراً یہ کہ اصل عدمِ تقدیر ہے۔

(۴۰) سیاقِ عبارت سے جو مسئلہ نکلے وہ قرآنِ کریم میں اکثر اشارۃً بیان کیا جاتا ہے اور جو مسئلہ سیاق سے معلوم نہ ہو وہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے تاکہ دونوں مسئلے مذکور ہو جائیں۔

(۴۱) قرآن مجید میں گزشتہ واقعات کے بیان میں جہاں امر کا صیغہ استعمال ہوگا، وہاں پر

اس سے پہلے قال یا قلنا مقدر ہوگا۔ کذا فی الرضی جیسے وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی (قُلْنَا) کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ اسی طرح وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ (قُلْنَا) خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ (۲: ۶۳)

(۴۲) قرآن مجید کے اکثر مقامات میں امر کا صیغہ بول کر امر مداومی مراد لیا جاتا ہے، جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔

(۴۳) ایک ہی کلام میں قَالُوْا کئی بار آجاتا ہے، تو ایک قَالُوْا کی ضمیر سے ایک بعض مُراد ہوگا اور دُوسرے قَالُوْا کی ضمیر سے دُوسرا بعض مُراد ہوگا۔ جیسے: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ۔ (۱۸: ۱۹)

(۴۴) قرآن مجید میں ایک مطلب کی آیات تاکید کے لیے بار بار لائی جاتی ہیں، جیسے حج کے خطبوں میں تاکید اور یاد دہانی کے لیے بار بار مناسکِ حج بیان کیے جاتے ہیں۔

(۴۵) حوامیم، حج کے خطبوں کی طرح ہیں، اور وہ اس طرح کہ پہلے خطبے میں اس دن کے احکام بھی بیان ہوتے ہیں اور آئندہ دو دِنوں کے بھی۔ اور دُوسرے خطبے میں تیسرے دِن کے احکام بھی بیان کیے جاتے ہیں اور آئندہ دو دِنوں کے احکام بھی بیان ہوتے ہیں اور تیسرے خطبے میں اس خطبہ والے دِن کے احکام بھی بیان ہوتے ہیں اور دیگر احکام بھی۔ لیکن اپنے اپنے موقع پر اس کی زیادہ تفصیل بیان کی جاتی ہے اور دُوسرے موقع پر اجمال ہوتا ہے۔

(۴۶) اصول کا قاعدہ مقررہ ہے کہ عموم لفظ کو دیکھا جاتا ہے، خصوصِ سَبَب کا اعتبار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرطبی، کمالین، جلالین، نہایۃ المحتاج، ہدایۃ اخیرین اور البحر المحیط و تفسیر کبیر وغیرہ کُتب میں ہے: العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

(۴۷) حروف مقطعات جو بعض سورتوں کی ابتدا میں آئے ہیں، فرقہ حشویہ کے نزدیک وہ بے معنی ہیں، اور یہ صریح غلط ہے۔ فرقہ مرجئہ نے کہا کہ ان کے معنی ظاہر کے خلاف مُراد ہیں، اور یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ بات باقی قرآن میں بھی کہی جاسکتی ہے، اس طرح جو چاہے وہ اپنے

مطلب کی تفسیر کرے۔ اور ہم اہلِ سُنّت کہتے ہیں کہ ان کی مراد ہمیں تحقیق سے معلوم نہیں، یہ متشابہات میں سے ہیں، ہمارا ان پر ایمان ہے کہ جو مراد اللہ کی ہے وہی برحق ہے۔

(۴۸) شانِ نزول کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید میں جو حکم ہے اس کے مُطابق کچھ قصّے ہوگئے اور کچھ آئندہ ہوں گے۔ اور مفسّرین کی عبارتوں میں جو فَنَزَلَتْ کا لفظ آتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ واقعہ پہلے ہوچکا، پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہُوئی۔ کیونکہ کتنی واقعات نزولِ آیات کے بعد واقع ہُوئے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے: أضر الاشیاء فی فہم القرآن شان النزول الا ان لا یکون منہ بد۔ (بُلغۃ الحیران ص ۱۰۳) مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے بھی تفسیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ "شانِ نزول" کی روایات سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آیت کا انطباق صرف اسی خاص شخص تک محدود ہے بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں وہ آیت بھی چسپاں ہوگی۔ (تفسیر ماجدی ص ۸۱) پھر ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید شانِ نزول کا محتاج نہیں ہے اور تفسیر قرآن میں جو شانِ نزول کے ساتھ بنی اسرائیل وغیرہ کے قصّے لکھ دیتے ہیں وہ معتبر نہیں ہیں کذا قال الشاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ: وقیل اضر الاشیاء فی تفسیر القرآن شان النزول۔ (بلغۃ الحیران ص ۴) نیز حضرت علامہ زرکشی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے البرہان ص ۳۴ ج ۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر وجہ مناسبت موقوف ہو سبب نزول پر، تو سببِ نزول مقدم ہوتا ہے ورنہ وجہ مناسبت مقدم ہوگی۔ اور ج ۱ ص ۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سبب نزول میں زمانہ شرط ہے، اور مناسبت میں زمانہ شرط نہیں ہے۔ نیز ہمارے پیر و مُرشد نے جو فرمایا ہے الا ان یکون منہ بد۔ تو اس کی مثال سُورت مائدہ کی آیات ۱۰۶ تا ۱۰۸، اور سورت حجر کی آیات ۹۰ و ۹۵، کہ جن کا مطلب شانِ نزول کے معلوم کیے بغیر حل نہیں ہوسکتا۔

صرف و نحو کے چند اہم قوانین:

(۱) کبھی کبھی مضارع، ماضی استمراری کے معنی میں آتا ہے جیسے كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (۴۲: ۳) یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی طرف بھی وحی کرتا رہا ہے اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی وحی کرتا رہا ہے۔ اسی طرح اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (۲۲: ۷۵) یعنی اللہ تعالیٰ چنتا رہا فرشتوں میں سے بھی پیغامبر اور انسانوں میں سے بھی۔

(۲) کبھی کبھی مضارع، ماضی مطلق کے معنی میں بھی آتا رہتا ہے۔ جیسے: وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ ای تلت (۲: ۱۰۲) وَيَقُوْلَ الرَّسُوْلُ ای قال الرسول (۲: ۲۱۴) كُنْ فَيَكُوْنُ ای فکان (۳: ۵۹) يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ای اُمِرتَ (۳۷: ۱۰۲) اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ ای رأیت (۳۷: ۱۰۲)

(۳) کبھی ماضی، مضارع کے معنی میں آتی ہے۔ جیسا کہ فصول اکبری کے حاشیہ میں ہے:
آمدہ ماضی بمعنیٔ مضارع چند جا — عطف ماضی بر مضارع، در مقام ابتدا
بعد موصول ونداؤ لفظِ حَیث و کلّما — در جزاؤ شرط و عطفِ ہر دو باشد در دُعا

(۴) اصل تو یہ ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہوتی ہے۔ مگر کبھی نسبت سبب کی طرف کردی جاتی ہے۔ جیسے كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (۷: ۲۷) اخراج و نزع کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے جو جنت سے اخراج اور نزعِ لباس کا سبب تھا۔ اسی طرح زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (۸: ۲) زیادتیٔ ایمان کی نسبت آیات کی طرف کی گئی جو اس کا سبب ہیں۔ اسی طرح لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹: ۱۹) جبریل علیہ السلام نے ہبۂ غلام کی نسبت اپنی طرف کی کہ یہ سبب ہیں، اور اصل کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسی طرح يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ (۲۸: ۴) ذبح کی نسبت فرعون کی طرف کی گئی ہے اس لیے کہ وہ ذبح اولاد کا سبب اور آمر تھا، جبکہ ذبح اولاد اصل کام اس کے کارندوں کا تھا۔

(۵) کبھی فعل بول کر اس فعل کی استطاعت اور قدرت مراد ہوتی ہے۔ جیسے

لَنْ تَرَانِیْ (۷: ۱۴۳) ای لا تقدر علی رؤیتی (جلالین ص ۱۳۸)

(۶) کبھی فعل بول کر مُراد اس فعل کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ (۵: ۶) ای اذا اردتم القیام الی الصلوٰۃ۔ اس کی مثالیں: اذا بعث احداً من اصحابہ ای اراد بعثہم (مشکوٰۃ ص ۳۲۳) ان النبیؐ قال لرجل حلقہ ای اراد حلقہ (مشکوٰۃ ص ۳۲۸) اور شرح جامی ص ۹۱ میں ہے: منہا ما وقع مثبتاً ای ارید اثباتہ بلا۔

(۷) کبھی فعل بول کر اس فعل کا وقت آنا مُراد ہوتا ہے۔ خواہ وہ فعل خود سرزد ہو یا نہ ہو۔ جیسے وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ (۲: ۱۹۶) اور سات دِن روزے رکھو جب کہ تمہارا اپنے گھروں کو واپس لوٹنے کا وقت آجائے، اگرچہ حج سے فارغ ہوکر مکہ میں ہی رہائش پذیر رہے۔

(۸) کبھی فعل بول کر اس فعل میں شروع ہونا اور اس کی تیاری کرنا مُراد ہوتا ہے جیسے سفر کی تیاری کرنے والے کو المسافر کہدیتے ہیں۔ (شرح جامی ص ۱۳۹)

(۹) کبھی فعل بول کر اس فعل کا امر کرنا مُراد ہوتا ہے۔ جیسے کتب ای امر بالکتابۃ (مشکوٰۃ ص ۵۰ و ۳۵۵)

(۱۰) کبھی فعل بول کر اس فعل کی اِستعداد مُراد لیتے ہیں، جیسے مشکوٰۃ ص ۲۹۵ میں ہے فلتحتجب منہ ای لتستعد للاحتجاب۔

(۱۱) کبھی فعل بول کر اس فعل کا جواز مُراد لیتے ہیں۔ جیسے ویصلی النافلۃ قاعداً۔ (ھدایہ ج ۱ ص ۱۲۹) یعنی بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور ج ۱ ص ۱۳۰ میں آتا ہے ومن کان خارج المصر یتنفل یعنی شہر سے باہر چوپائے پر سوار ہوکر نفل پڑھنا جائز ہے۔

(۱۲) کبھی فعل بول کر اس کی ترغیب اور اس پر برانگیختہ کرنا مُراد ہوتا ہے۔ جیسے الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ (مشکوٰۃ ص ۳۶۳) یعنی شیطان اپنے دوستوں کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ترغیب دیتا ہے اور اس پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اسی طرح اجاز عتقہ (مشکوٰۃ ص ۲۹۵) ای رغب مولاہ فی عتقہ۔

(۱۳) کبھی فعل سے اس پر عزم بالجزم کرنا مُراد لیتے ہیں کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یصوم (ابوداؤد ص ۳۳۹ ج ۱) ای عزم علی ذلك أخرا کانه صام.

(۱۴) کبھی فعل سے اس کا اظہار و تشہیر مُراد لیتے ہیں، نہ کہ ایجاد و احداث۔ جیسے ان ابراهیم حرّم مکة (مشکوٰۃ ص ۲۳۹) ای اظہر حرمته.

(۱۵) کبھی فعل سے صاحبِ فعل کے ساتھ کسی کا مشابہ ہونا مُراد ہوتا ہے، جیسے جَعَلْنَاهَا حَصِيْدًا (۱۰: ۲۴) کالمحصود بالمناجل. یمیتون الصلوٰۃ (مشکوٰۃ ص ۶۰) ای یجعلونها کالمیت الخارج روحه باعتبار الاخلال بالشرائط والارکان.

(۱۶) کبھی فعل بول کر اس کام میں شروع ہونا مُراد لیتے ہیں۔ جیسے إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ (۵۳: ۳۲) ای ابتدأ خلقکم. والصبح بغلس (مشکوٰۃ ص ۶۰) ای شرع فی صلوٰۃ الصبح بغلس.

(۱۷) کبھی فعل بول کر اس کام سے فراغت مُراد لیتے ہیں، جیسے: فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (۳۳: ۵۳) ای اذا فرغتم من الطعام. صلی رسول اللّٰه (مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، مشکوٰۃ ص ۳۹، ابن ماجه ص ۲۷۸) ای فرغ من الصلوٰۃ. کان رسول اللّٰه اذا اکل او شرب قال الحمد للّٰه الخ (مشکوٰۃ ص ۳۶۶) ای اذا فرغ من الاکل والشرب.

(۱۸) کبھی فعل بول کر اس فعل کا قبول کرنا مُراد لیتے ہیں۔ جیسے: لا تامرن علی اثنین (مشکوٰۃ ص ۳۲۰) ای لا تقبلن الامارۃ.

(۱۹) کبھی فعل بول کر کسی کا اس فعل کا مستحق ہونا مُراد لیتے ہیں۔ جیسے اعتقها ولدها (هدایة ج ۳ ص ۳۴) ای جعلها مستحقة للعتق.

(۲۰) کبھی فعل بول کر کسی کا اس فعل کا محکوم بہ ہونا مُراد لیتے ہیں۔ جیسے: افطر الصائم (مشکوٰۃ ص ۱۷۵) ای صار محکوما بالافطار.

(۲۱) کبھی فعل بول کر اس فعل کا بقاء اور دوام مُراد لیتے ہیں۔ جیسے فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا الآیہ (۷۳: ۱۷) ای ان بقیتم علی الکفر (مختصر معانی ص ۹۳) اسی قبیل سے ہے يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا (۴: ۱۳۶) ای اثبتوا علی الایمان اور اهدنا الصراط المستقیم (۱: ۵) ای ثبتنا علی الصراط المستقیم کما قاله علی و ابی رضی اللّٰه عنهما.

(٢٢) کبھی فعل بول کر اس سے قرب مُراد ہوتا ہے۔ جیسے والقائل یقول احمرت الشمس (شرح معانی الآثار ج۱ ص ۸۸) ای قرب احمرارھا۔ تمت صلوتك ای قاربت التمام (ھدایہ ج۱ ص ۱۱۰) فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (۲: ۲۳۱) ای قاربن لقضاء عدتھن (جلالین ص ۳۳) لان ما یقرب من الشئ یاخذ حکمہ (ھدایہ ج۱ ص ۱۳۹)

(٢٣) کبھی فعل بول کر اس کا کمال مُراد لیتے ہیں۔ جیسے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ والمهاجر من ھجر ما نہی اللہ عنہ (نسائی ج ۲ ص ۲۶۶) ای الکامل فی الاسلام والکامل فی المهاجرة۔

(٢٤) کبھی فعل بول کر اس سے اولویۃ اس فعل کی مراد ہوتی ہے۔ جیسے عن ابی حنیفة انہ ینزل لسنة الفجر (ھدایہ ص ۱۳۰) ای الاولی لہ ان ینزل (ا۔ھ)

(٢٥) کبھی اسم اشارہ یا ضمیر بولے جاتے ہیں اور اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہوتا بلکہ جنس مُراد ہوتی ہے۔ جیسے: اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ (۱۲: ۲۸) مُراد وہ مخصوص عورتیں نہیں بلکہ جنس عورت کا حال بتانا مقصود ہے۔ اِسی طرح مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا (۲۷: ۶۰) مُراد مطلق مخلوق ہے۔ اسی طرح مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ (۲۸: ۶۸) یہاں بھی مُطلق مخلوق مُراد ہے۔

(٢٦) کلام عرب میں انتشار فی الضمائر ایک امر مستقبح ہے، لہٰذا جہاں تک ہوسکے اِنتشار فی الضمائر سے بچا جائے۔ البتہ اگر کوئی قرینہ اور امر داعی ہو تو ایسی صُورت میں انتشار فی الضمائر مستحسن ہے۔ جیسے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا (۴۸: ۹) میں رسولہ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اسی طرح تعزروہ، توقروہ، تسبحوہ کی ہ ضمیریں اللہ ہی طرف راجع ہونگی ورنہ انتشار فی الضمائر لازم آئے گا۔

(٢٧) ضمیر جب دائر ہو درمیان قریب اور بعید کے تو وہ ضمیر قریب کی طرف راجع کی جائے گی، نہ کہ بعید کی طرف۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (۶: ۱۴۵) میں ہ ضمیر خنزیر کی طرف راجع ہوگی نہ کہ لحم کی طرف۔

(۲۸) جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو مبدأ اشتقاق کا اس حکم کی علت ہوگا۔ جیسے اَلْکَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲:۲۵۴) میں کفر، ظلم کی علت ہے۔

(۲۹) جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ مگر مفرد معرفہ کی صفت اس صورت میں بن سکتا ہے کہ وہ جملہ اس مفرد معرفہ موصوف میں منحصر اور بند ہو۔ جیسے: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ الآیۃ (۳:۲۶)

(۳۰) نکرہ مبتدا بھی ہوسکتا ہے جبکہ مصدر مضاف ہو یا اس مصدر کے ساتھ جار مجرور متعلق ہو۔ جیسے: صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.... اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲:۲۱۷) میں صَدٌّ نکرہ مصدر مبتدا ہے۔ اور عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جار مجرور اس سے متعلق ہے۔ اور اَكْبَرُ اس کی خبر ہے۔

(۳۱) کبھی کبھی افضل کا عطف غیر افضل پر ہوتا رہتا ہے۔ جیسے: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲:۲۳۸)

(۳۲) معطوف و معطوف علیہ کا جنس یا نوع میں اتحاد تو ضروری ہے مگر اتحاد فی الکم و الکیف والزمان والمکان ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ کلیات ابی البقاء ص ۳۴۵، ۳۴۶ میں ہے: واعلم ان الواو انما تعطف الاسم على الاسم فی نوع الفعل اوجنسه لا فی کمیته ولا فی کیفیته ولهذا قلنا فی قوله تعالیٰ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ (۵:۶) فی قراءة خفض الارجل ان الارجل تغسل والرؤس تمسح ولم یوجب عطفها علی الرؤس ان تکون ممسوحة کمسح الرؤس لان العرب تستعمل المسح علی معنیین احدهما النضح والاخر الغسل. وحکی ابو زید تمسحت للصلوٰة ای توضات. فلما کان المسح نوعین اوجبنا لکل عضو ما یلیق به اذ کانت واو العطف کما قلنا انها توجب الاشتراك فی نوع الفعل وجنسه فالنضح والمسح جمعهما جنس الطهارة ولا یسن تکرار مسح الرأس عندنا. ابو عبیدہ لغوی نے کہا ہے کہ مسح کے معنی مس کے بھی ہوتے ہیں اور غسل کے بھی۔ تو راس کی نسبت سے مسح بمعنی مس ہو (یعنی امرار الید المبتلة علی العضو) اور ارجل کی نسبت سے مسح کے معنی غسل کے ہوں گے اور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا عمل اس امر کی دلیل ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے، ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلیٰ۔ تو وضع (یعنی ہٹانا) ایک جنس ہے، جس میں نماز اور روزہ ہر دو مشترک ہیں۔ مگر کیفیت میں فرق ہے، یعنی نماز میں قصر ضروری ہے اور روزہ میں تاخیر جائز ہے ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۸:۱) میں اللہ تعالیٰ کا حکم مالکیت کے لحاظ سے ہے اور الرسول کا حکم نفاذِ حکمِ الٰہی کے لحاظ سے ہے (کتابُ التسہیل ج ۱ ص ۹۰) اسی طرح اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (۹:۵۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ (مدارک، خازن مظہری وغیرہ کتب سے حوالہ جات ص ۵۳ پر گزر چکے ہیں) اس سے آپؐ کا غائبانہ حاجات میں دینا مُراد نہیں جیسا کہ اہلِ بدعت کا خیال ہے۔ (جواہر القرآن ج ۱ ص ۴۴۱) حضرت امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ مسح ایک جنس ہے اس کے تحت دو نوع ہیں اسالہ اور غیر اسالہ تو جو اسالہ کے ساتھ مس ہوگا وہ غسل ہے۔ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۹۱)

(۴۲) معطوف و معطوف علیہ میں سے ہر ایک کا فعل جدا ہو مگر وہ دونوں فعل ایک جنس سے ہوں تو ان میں سے ایک فعل کے ذکر پر اکتفاء کر لیتے ہیں علف (گھاس) ماء (پانی) گھاس کھانے کی چیز ہے، پانی پینے کی چیز ہے تو کھانا پینا دو الگ الگ فعل اطعام کی جنس میں سے ہیں۔ اس لیے صرف علف ذکر کیا جاتا ہے سقی ذکر نہیں کرتے۔ علفتها تبناً وماءً بارداً ای سقیتها ماءً بارداً۔ اسی طرح وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (۶:۱۳) ای نشر فی النهار۔

(۴۳) کبھی دو اسم تقریباً ہم معنیٰ ہونے کی وجہ سے ایک دُوسرے پر بولے جاتے ہیں، مگر عطف کی صُورت میں دو نوع اور متغایر ہوجاتے ہیں۔ جس طرح للفقراء والمساکین (۹:۶۰) میں الگ الگ نوع مُراد ہیں۔

حروف المعانی

أ ہمزہ استفہام کا اگر حروفِ عطف " و ، ف ، ثم " پر داخل ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔ وَ تو عاطفہ ہوتی ہے۔ اور فَ کبھی عاطفہ ہوتی ہے اور کبھی سببیہ۔

○ ہمزہ استفہام کے بعد اگر وَ یا فَ عاطفہ ہو تو دو صورتیں ہوں گی۔ اُن کا مدخول اگر جملہ مثبت ہے تو استفہام انکاری ہوگا۔ اور اگر جملہ منفیہ ہو تو ہمزہ توبیخ یا تقریر کے لیے ہوگا۔ ○ مثال وَ کی جملہ مثبت میں: اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا (۲: ۱۰۰) جس کا عطف لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ.... (۲: ۹۹) پر ہے۔ اور ہمزہ استفہام نَبَذَ کے انکار کے لیے ہے۔ یعنی پھینکنا تو نہ چاہیے تھا۔ ○ مثال فَ عاطفہ کی جملہ مثبت میں: اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (۱۰: ۴۲) جس کا عطف مِنْهُمْ مَنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (۱۰: ۴۲) پر ہے ای بعضھم یستمعون الیك۔ ○ مثال وَ کی جملہ منفیہ میں: اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى (۲۸: ۴۸) جس کا عطف قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى (۲۸: ۴۸) پر ہے۔ ○ اسی طرح فَ عاطفہ پر ہمزہ توبیخ یا تقریر کے لیے ہوگا۔ ○ فَ سببیہ کی مثال: اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (۲۸: ۷۱) (عدم سماعِ مخاطبین) میں فَ سببیہ لا کر مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ (۲۸: ۷۱) کی علت بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۲۸: ۷۲) مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ کی علت ہے۔

○ ہمزہ استفہام کا اگر ثُمَّ پر داخل ہو تو ثُمَّ کی تین صورتیں ہیں: ○ تراخی (معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان وقفہ) ○ تعقیبِ ذکری (معطوف مؤخر الذکر تو ہے فی الواقع مؤخر نہیں، جیسے ایک بات بتا کر کہا جائے کہ پھر یہ بات بھی سن لو۔) ○ استبعادیہ (معطوف اور معطوف علیہ کا اجتماع بعید از عقل ہے) اس پر ہمزہ انکار کا داخل ہوتا ہے۔ جیسے اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ (۱۰: ۵۱) جبکہ یہ مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ (۱۰: ۵۰) کے بعد آیا ہے۔

زمخشری ان تمام مقامات پر معطوف علیہ مقدر نکالتا ہے۔ مثلاً ءکفر کُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا۔ لیکن رضی نے اس کو رد کیا ہے بایں صورت کہ اگر معطوف علیہ مقدر ہوتا تو جہاں جہاں شروع کلام میں ایسے حرف آجائیں تو وہاں کونسا معطوف علیہ مقدر نکالو گے۔

ءَاِذَا ہمزہ استفہام کا اس مقام پر اِنکاری ہوتا ہے اور انتہائی اِستبعاد کو ظاہر کرتا ہے اس کا معنی ہوگا کہ بھلا کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے؟ جیسے: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا (۵۰: ۳)

اِذْ اِذْ ظرفیہ مضاف اور جملہ اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ اور جہاں اس کا مضاف الیہ اور متعلق معلوم نہ ہو جیسے اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ (۱۲: ۴) میں۔ تو وہاں کئی قول ہیں۔

① بعض تو کہتے ہیں کہ اِذْ زائدہ ہے اور متعلق کا محتاج نہیں جیسے: اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ (۲: ۳۴) میں۔

② بعض نے کہا کہ اِذْ مفعول فیہ ہے قال کا۔ اور یہ قال مضاف الیہ نہیں ہے۔ لیکن یہ قول قانونِ نحو کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر مضاف الیہ محذوف ہوتا تو تین باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی۔ ○ یا محذوف مضاف الیہ کے عوض تنوین آتی، جیسے يَوْمَئِذٍ ای یوم اذ کان الامر کذلك. ○ یا مبنی بر علامت رفع ہوتا، جیسے مِنْ قَبْلُ میں، یعنے من قبل هذا. ○ یا مضاف مکرر ہوتا، جیسے: یاتیم تیم عدی.

③ بعض نے کہا کہ اُذْكُرْ محذوف ہے۔ لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اِذْ لازم الظرفیہ ہے اور اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ میں اُذْكُرْ مقدر کر کے ظرف کا معنی بن نہیں سکتا۔ اور اگر مفعول بہ والا معنی کریں، یعنی یوسف علیہ السلام کے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہنے کے وقت کو یاد کرو۔ تو اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس واقعے کے وقت تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے اور آپ کو وحی کے ذریعے یہ معلوم ہوا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ (۴۲: ۵۲) نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (۲۸: ۸۶) لہٰذا اذکر مقدر نکالنا درست نہ ہوگا، جبکہ مقدر نکالنا ویسے بھی خلافِ اصل ہے۔

④ اور تفسیر عباسی والے نے کہا ہے کہ اِذْ بمعنے قَدْ ہے۔

⑤ اور ہمارے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِذْ مضاف ہے ساتھ والے جملے کی طرف اور ظرف مابعد والے قالوا یا قال وغیرہ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے اور ظرف کا متعلق مؤخر ہونا جائز ہے لان الظروف کالمحارم ترد فی مالا یرد فیه غیرها۔ اور رضی نے کہا ہے کہ اِذْ ظرفیہ کا

متعلق کبھی مقدم ہوتا ہے کبھی مؤخر اور کبھی اِذْ، اِذَا کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا (۲: ۱۶۶) اور اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (۵: ۱۱۶)

اِذَا اِذَا ہمیشہ بعد کے لیے نہیں آتا۔ ہمزبانی کے موقع پر بھی قرآن کریم میں آیا ہے، مثلاً فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا (۴: ۱۰۳) جس کے معنی ہیں کہ جب تم نماز پڑھتے ہو۔ نہ یہ کہ جب تم نماز ختم کر چکو۔ اسی طرح اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (۲: ۲۳۱) جس کے معنی ہیں کہ جب تم طلاق دینے لگو، یہ نہیں کہ جب تم طلاق دے چکو۔ اِذَا بیان کبھی ایک یا اتفاقی واقعہ کے لیے نہیں بلکہ عام عادت کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ یعنی جب جب، یا جب کبھی بھی کوئی۔ والمعنی فی اذا ھنا علی التکرار والعموم۔

اِبتلاء اِبتلا اور بلاء کے تین معنی ہیں: ① اِمتحان ② نعمت ③ عذاب۔

اَخ مصباح المنیر ج ۱ ص ۸ پر "اَخ" کے معنی لکھے ہیں: ① برادر ② برادری کا بندہ ③ اس کی مثل ④ اس کا مقابل ⑤ ملازم ⑥ صاحب۔ نیز جلالین ص ۲۷۹ میں "اَخ" ⑦ ہم مذہب اور حماسہ ص ۱۸۹ میں ⑧ مُعین کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

استوٰی استواء کا فاعل معطوف، معطوف علیہ ہوں تو اس سے مُراد دونوں کا برابر ہونا ہوتا ہے۔ جیسے لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ (۵: ۱۰۰) استواء کا صلہ علیٰ ہو تو بمعنے چڑھنا قرار پکڑنا، غلبہ اور قائم ہونا ہوتے ہیں جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (۲۰: ۵) اور لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ (۴۳: ۱۳) استواء کا صلہ الیٰ ہو تو بمعنے قصد کرنا اور پہنچنا جیسے: ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ (۲: ۲۹) اور استوٰے کے معنی سنبھل جانے کے بھی ہوتے ہیں۔

اِسرار اسرار کے تین معنے ہیں: ① اخفاء ② اظہار ③ دل میں پشیمان ہونا۔ (بلغہ ص ۲۸۴)

اِسلام دل و جان اور زبان سے مان لینا کہ موت و حیات اور نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بدنی عبادت، مالی عبادت اور پکار خاص اللہ تعالیٰ کی کرنا اور کہنا اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَهٗ (۶: ۱۶۲، ۱۶۳)

آل آل سے مُراد کہیں تو اعوان ہوتے ہیں اور کہیں خود آل کا مضاف الیہ ہوتا ہے جیسے مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ (۲: ۲۴۸) حماسی نے کہا ابیقی آل شداد علینا (ص ۴۱)

اَلْ اَلْ اصل وضع میں عہدِ خارجی کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ کُتبِ اصول میں مبرہن ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں اَلْ عہدِ خارجی ہے۔ یعنی وہ خوبیاں جو کفار اپنے معبودان باطلہ کے لیے سمجھتے ہیں، مثلاً ان کا عالم الغیب ہونا، حاضر و ناظر ہونا، مختارِ کل ہونا، ہر کسی کی سُننا، ہر کسی کی حفاظت اور نگرانی کرنا، کارساز ہونا، نذر و نیاز کا اہل ہونا وغیرہ وہ خوبیاں اور کمالات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخصوص ہیں اور مخلوق میں سے کسی کے لیے ان میں سے کوئی خوبی اور کمال نہیں ہے۔ اسی طرح اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ال عہدِ خارجی ہے۔ یعنی وہی صراطِ مستقیم جس کا ذکر اس سے متصل پہلی آیت میں ہُوا ہے یعنی عبادت کا اختصاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے کا عقیدہ، استعانت غائبانہ مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص سمجھنا یہی صراطِ مستقیم ہے، یا اللہ ہمیں اسی راہِ مستقیم پر مضبوط رکھنا۔

اور جہاں عہد خارجی نہ بن سکے تو مناسب مقام کے عہد ذہنی، یا استغراقی یا جنسی ہوگا۔ مثلاً اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ (۱۲: ۱۳) میں عہد ذہنی مُراد ہوگا۔ اور اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (۱۰۳: ۲) میں استغراقی، اور فَاضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ (۲: ۶۰) میں جنسی ہے۔

اِلَّا اِلَّا کلمۂ استثناء ہے اور اصل استثناء میں اِتصال ہے۔ مگر جہاں اِتصال کا معنی نہ بن سکے، وہاں مستثنیٰ منقطع بمعنی لٰکِنَّ بنایا جاتا ہے، تو اِلَّا کا مدخول لٰکِنَّ کا اِسم سمجھا جاتا ہے اور اس کی خبر محذوف ہوگی۔ اور گاہے مذکور بھی ہوتی ہے، جیسے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی میں اِلَّا بمعنی لٰکِنَّ ہے جیسے حبرالامۃ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (دیکھیے بحر محیط ج ۸ ص ۳۵۵) اور اگر اِلَّا کا مدخول مصدر ہو، جیسے اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ (۷۲: ۲۳) تو وہ بھی مستثنیٰ منقطع ہوتا ہے۔ ای الا ان ابلغکم بلاغا من اللہ تعالیٰ جیسے مجالس ثعلب ج ۲ ص ۵۵۱ میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَلَمْ تَرَ جب شروع کلام میں آجائے تو اس سے رؤیتِ قلبی مُراد ہوتی ہے رؤیت بصری مُراد نہیں ہوتی۔ چنانچہ ابن خالویہ نے اعراب ثلثین سورہ ص ۷۵ میں لکھا ہے کہ تمام قرآن میں اَلَمْ تَرَ کے معنی اَلَمْ تُخْبَرْ. اَلَمْ تَعْلَمْ ہیں نہ کہ رؤیۃ عین۔

ابن قتیبہؒ نے غریب القرآن ص ۱۲۸ میں اور کتاب المشکل ص ۳۸۱ میں لکھا ہے: الم تر
الم تخبر۔ اما تری، اما تعلم۔ اور تمرین الادب فی ترقین العرب مقدمہ شرح جامی[۱۲]
میں ہے: الم تر الی۔۔۔ تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے اور قرآن کریم میں متعدد
مقامات پر یہ عبارت آئی ہے۔ جس سے مراد رؤیت عین نہیں ہوتی بلکہ رؤیت
العلم والیقین مراد ہوتی ہے۔ جیسے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ (۱۰۵:۱)
حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے وقوع کے وقت وہاں موجود نہ تھے جو
دیکھتے۔ اور امام بیضاویؒ نے ص ۱۵۸ میں لکھا ہے کہ اَلَمْ تَرَ کے ساتھ ایسے شخص سے
خطاب ہوتا رہتا ہے جس نے نہ دیکھا ہو اور نہ سنا ہو، کیونکہ یہ تعجب کے موقع پر
بولا جاتا ہے۔ علامہ عبدالماجد دریابادیؒ نے لکھا ہے کہ یہ اسلوب بیان حیرت و استعجاب
کے موقع کے لیے ہے ذم کا پہلو لیے ہوئے، جہاں نقص یا عیب کی طرف توجہ دلانا مقصود
ہو تو اس طرح بولتے ہیں۔

اِلٰــہ اِلٰہ کی حد نہیں، بلکہ رسم بیان کی جاسکتی ہے یعنی اس کی صفات مختصہ جن کا
قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ہے۔ مثلاً اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔۔۔ (۲۷: ۶۰) اَمَّنْ جَعَلَ
الْاَرْضَ۔۔۔ (۲۷: ۶۱) اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔۔۔ (۲۷: ۶۲) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ
يَّدْعُوْ۔۔۔ (۴۶: ۵) اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ۔۔۔ (۲۷: ۶۳) اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ (۲۷: ۶۴)
قُلْ لَّا يَعْلَمُ۔۔۔ (۲۷: ۶۵) مخصوص صفات میں سے (۱) ارض و سماء کے پیدا کرنے
کی طاقت (۲) بارش برسانے کی طاقت (۳) درخت اور بوٹیاں پیدا کرنے کی طاقت
(۴) زمین کو پیدا کرنے کے بعد اس کو برقرار رکھنے کی طاقت (۵) زمین پر پہاڑ رکھ کر
اس کو برقرار رکھنے کی طاقت (۶) میٹھے کڑوے دریاؤں کو اکٹھا چلانا اور ان کے
درمیان غیر مرئی پردہ ڈالنے کی طاقت (۷) پریشان بندے کی پکار سننے کی طاقت
(۸) برائی اور دکھ تکلیف دور کرنے کی طاقت (۹) زمین پر خلیفہ بنانے کی طاقت
(۱۰) بر و بحر میں راستہ نہ ملنے پر رہنمائی کرنے کی طاقت (۱۱) باران رحمت آنے سے
پہلے ٹھنڈی ہوائیں خوشخبری کے طور پر چلانے کی طاقت (۱۲) تمام مخلوق کو پیدا کرنے

مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت ⑬ زمین سے پانی نکال لینے کی طاقت ⑭ ارض و سما سے روزی دینے کی طاقت ⑮ اور اپنی تمام مخلوق کی پوری پوری خبر رکھنے کی طاقت۔

○ یہ ایسی مخصوص صفات جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی ایک میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ خواہ نوری ہو یا ناری ہو یا خاکی، تو ان صفاتِ مختصہ سے متصف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور جو ان صفاتِ مختصہ میں سے کسی ایک صفت کے بارے میں کہے کہ یہ صفت فلاں نوری، ناری یا خاکی مخلوق میں سے کسی ایک میں پائی جاتی ہے تو یہ کہنا شرک ہے، اور کہنے والا مشرک ہے۔ اسی طرح ہر کسی کی سننا خواہ پکارنے والا کہیں ہو، اور ہر کسی کی دیکھ بھال اور سب پر نظر رکھنا اور سب مخلوق کی حفاظت و نگرانی صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے کسی میں یہ صفتیں ماننا شرک ہے، اور ماننے والا مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت (۴۰ : ۶۱) میں اپنی مخصوص صفات میں سے بعض کا ذکر فرما کر (۴۰ : ۶۲) میں ارشاد فرمایا: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ وہی جو ان اوصافِ مخصوصہ کے ساتھ متصف ہے، وہی تو اللہ ہے۔ جس کی مخصوص صفات میں سے خالق کل شیٔ بھی ہے۔ لہٰذا مان لو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ۔

○ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات بہت ہیں۔ من جملہ ان صفاتِ مخصوصہ کے جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں، اور بھی مختلف مقامات پر مختلف پیرایوں میں ان صفاتِ مخصوصہ کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ، الرحمٰن الرحیم، القدوس، المھیمن، الجبار، المتکبر، الخالق، البارئ، ہنسانے رلانے والا وہی ہے (۵۳ : ۴۳) مارنے جلانے والا وہی ہے (۵۳ : ۴۴) نر مادہ پیدا کرنے والا وہی ہے (۵۳ : ۴۵) دوبارہ زندہ کرنے والا وہی ہے (۵۳ : ۴۷) غنی اور سرمایہ دار کرنے والا وہی ہے (۵۳ : ۴۸) ارض و سما کا رب بھی وہی ہے اور رب العٰلمین بھی وہی ہے۔ (۴۵ : ۳۶) ارض و سما میں کبریائی اور بڑائی بھی اسی کے لیے ہے (۴۵ : ۳۷) حی و قیوم، یعنی جس کی زندگی ذاتی ہو، کسی سے مستعار نہ ہو اور سب کا سنبھالنے والا ہو، وہ وہی ہے (۲ : ۲۵۵) وہی راہنمائی کرنے والا ہے اور اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والا وہی ہے (۲ : ۲۵۷)

وہی ہر کسی کی پکار سنتا ہے (۳: ۳۸) وہی سب کی دیکھ بھال رکھنے والا ہے (۴۲: ۶) وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (۴۲: ۲۵) وہی روزی دیتا ہے۔ کسی کو ناپ تول کر کسی کو وسیع (۲: ۴۵) وہی اولاد دیتا ہے۔ نر مادہ اور جسے چاہے لاولد رکھتا ہے (۴۲: ۵۰) وہ اپنے علم اور قدرت کی رو سے ہر کسی کے ساتھ ہے (۵۷: ۴) نفع و نقصان اسی کے قبضے میں ہے (۶: ۱۷، ۱۰: ۱۰۷، ۳۵: ۲، ۳۹: ۳۸) مدد و نصرت دینے والا صرف اللہ (۳: ۱۲۶، ۸: ۱۰) آسمان و زمین اللہ ہی کا ملک ہے (۳: ۱۰۹، ۳: ۱۸۹) اختیار سارا اللہ تعالیٰ کا ہے (۳: ۱۵۴) اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنا ملک جسے چاہتا ہے دیتا ہے (۲: ۲۴۷، ۳: ۲۶) جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے (۳: ۲۶) جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے (۳: ۲۶) رات کو دن میں، اور دن کو رات میں وہی داخل کرتا ہے (۳: ۲۷) زندہ کو مُردہ سے اور مردہ کو زندہ سے وہی نکالتا ہے (۳: ۲۷) اور اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کوئی اور نہیں ہے جو گناہ بخشے۔ (۳: ۱۳۵) ایام کی الٹ پھیر (کسی کو فتح کسی کو شکست) اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے (۳: ۱۴۰) اللہ تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا (۳: ۱۴۴) کوئی بھی اپنی میعاد مقررہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا (۳: ۱۴۵) کافروں کے دلوں میں رعب ڈالنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۳: ۱۵۱) اختیار سارا اللہ تعالیٰ کا ہے (۳: ۱۵۴) باطن کی باتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے (۳: ۱۵۴) اللہ تعالیٰ پر کوئی بات کوئی چھپا نہیں سکتا (۴: ۴۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سبب ہے (۳: ۱۵۹) اللہ تعالیٰ کی امداد ہو تو کوئی دوسرا غالب نہیں آسکتا (۳: ۱۶۰) اللہ تعالیٰ ساتھ چھوڑ دے تو کوئی دوسرا ساتھ نہیں دے سکتا (۳: ۱۶۰) آسمان و زمین کا وارث صرف اللہ تعالیٰ ہے (۳: ۱۸۰) اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے (۳: ۱۸۹) اللہ تعالیٰ کوئی لایعنی کام نہیں کرتا (۳: ۱۹۰) اللہ تعالیٰ عہد کے خلاف نہیں کرتا (۳: ۱۴۰) کسی محنتی کی محنت ضائع نہیں کرتا (۳: ۱۹۵) دلوں میں موافقت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۴: ۳۵) اللہ تعالیٰ جسے چاہے پاکیزہ ٹھہراتا ہے (۴: ۴۹)

اللہ تعالیٰ جس پر لعنت کرے اس کا کوئی امدادی نہیں (۴: ۵۲) اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں (۲۲: ۱۸) حسنہ اور سیئہ کُل اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتی ہیں (۴: ۷۸) اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کوئی نہیں (۴: ۸۷، ۴: ۱۲۲) جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں رکھے اُسے کوئی راہ پر نہیں لاسکتا۔ (۴: ۸۸) وہ دُوسروں کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا (۶: ۱۴) اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا (۶: ۳۴) بیجوں اور گٹھلیوں میں پھٹنے پھُوٹنے کی صلاحیت پیدا کرنا، پھر مناسب وقت پر اس صلاحیت کو فعلیت میں لانا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ (۶: ۹۵) پردۂ شب سے صبح کو برآمد کرنے والا وہی ہے (۶: ۹۶) سُورج اور چاند کی نپی تلی گردش اس کی شرح رفتار اور مقدار اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے، جس میں کمی بیشی کا بھی احتمال نہیں ہے (۶: ۹۶) گیہوں سے خوشہ نکالنا اسی کا کام ہے (۶: ۹۹) درختوں کو پھل لگانا اور ان کو پکانا صرف اللہ کا کام ہے (۶: ۹۹) آسمان و زمین کی ایجاد بغیر کسی مادہ کے کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے (۶: ۱۰۱) یہ آنکھیں اس کا اِدراک نہیں کرسکتیں اور اسے سب آنکھوں اور سب آنکھوں والوں کا پُورا پُورا علم ہے (۶: ۱۰۳) معجزے اور کرامتیں سب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں (۶: ۱۰۹) رسالت کے اہل کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے (۶: ۱۲۴) چھوٹے اور بڑے قد کے چوپائے اُسی نے بنائے (۶: ۱۴۲) وہی ہر شے کا رب ہے (۶: ۱۶۴) زمین پر ایک کے بعد دُوسرے کو خلیفہ بنانے والا وہی ہے (۶: ۱۶۵) ایک پر دُوسرے کے رُتبے کو بلند کرنے والا وہی ہے (۶: ۱۶۵) پیدا کرکے سامانِ زندگی کے پیدا کرنے والا بھی وہی ہے (۷: ۱۰) رحم مادر میں صُورت بنانے والا بھی وہی ہے (۳: ۶، ۷: ۱۱) بدن چُھپانے کے لیے لباس بھی اسی نے بنایا، جو موجب زینت ہے (۷: ۲۶) آفرینش اور حکومت اسی کے قبضے میں ہے (۷: ۵۴) ستھرے علاقے میں پیداوار اُسی کے حکم سے ہوتی ہے (۷: ۵۸) انبیاء کے احکام کو رد کرنے والی اقوام کو اللہ تعالیٰ ہی ہلاک کیا۔ اور انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات کو ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی بچایا (۷: ۶۴ ـ ۱۳۶) مکذبین کی جڑ کاٹنا صرف اللہ تعالیٰ کا

کام ہے (۷: ۷۲) پتھر میں اسی نے اُونٹنی نکال دکھائی (۷: ۷۳) کافروں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ہی بند لگائے (۷: ۱۰۱) لاٹھی کو سانپ بنانا اسی کا کام ہے (۷: ۱۰۷) ہاتھ کو چمکدار بنانا اسی کا کام ہے (۷: ۱۰۸) چیزوں میں برکات ڈالنا اسی کا کام ہے (۷: ۱۳۷) سمندر خشک کرکے چلنے کے لیے راستے اسی نے بنائے (۷: ۱۳۸) پتھر کو عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری کرنا اُسی کا کام ہے (۷: ۱۶۰) منّ و سلویٰ اسی نے اتارا (۷: ۱۶۰) بادلوں سے سایہ بھی اسی نے کیا (۷: ۱۶۰) مردہ کو دُنیا میں زندہ کردینا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۲: ۵۰) پہاڑ اکھیڑ کر سروں پر اسی نے معلق کیے (۷: ۱۷۱) وہی نیکوں کی کارسازی کرتا رہتا ہے (۷: ۱۹۷) مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے (۸: ۱۰) کفّار کے تمام لشکر کی آنکھوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھینکی ہُوئی مٹی کی مُٹھی کا ڈالنا اسی کا کام ہے (۸: ۱۷) کفّار کی تدبیروں کو کمزور کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۸: ۱۸) چھوٹی سی ننھی ٹولی کو کفّار کے لشکر پر فتح یاب کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے (۸: ۲۶) اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا (۸: ۵۹) کُفّار کو رسوا کرنا بھی اسی کا کام ہے (۹: ۲) دِلوں میں اُلفت اور محبت ڈالنا اسی کا کام ہے (۸: ۶۳) دِلوں میں دشمنی اور کینہ ڈالنا بھی اسی کا کام ہے (۵: ۶۴) وہی بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے (۹: ۱۰۴) وہی صدقے قبول کرتا ہے (۹: ۱۰۴) ہر کام کی تدبیر کرنا بھی اسی کا کام ہے (۱۰: ۳) اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا (۱۰: ۳) برسوں کا شمار اور حساب جاننے کے لیے چاند کی منزلیں مقرر کردیں (۱۰: ۵) اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے (۱۰: ۵۵) حلال و حرام کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے (۱۰: ۵۹) تمام غلبہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے (۱۰: ۶۵) اللہ تعالیٰ گمراہ رکھے تو حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی اللہ تعالیٰ کی محبوب ہستی کی نصیحت سے بھی کچھ نہیں ہوتا (۱۱: ۳۴) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی دوسرا نہیں بچا سکتا (۱۱: ۴۳) کفّار پر پتھر برسانا اور بستیوں کو اُلٹا دینا بھی اسی کا کام ہے (۱۱: ۸۳) اللہ تعالیٰ ہی مُستعان ہے (۱۲: ۱۸) اللہ تعالیٰ ہی ہر کام پر غالب ہے (۱۲: ۲۱) اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑھ کر نگہبان ہے (۱۲: ۶۴) اللہ تعالیٰ ہی ارحم الراحمین

ہے (۱۲: ۶۴) اُسی نے آسمان کو بغیر ستون کے بلند کر رکھا ہے (۱۳: ۲) اُسی نے زمین
پھیلائی اور اس میں پہاڑ اور نہریں رکھیں (۱۳: ۳) ہر پھل کی دو قسمیں کیں (۱۳: ۳)
پانی ایک لگتا ہے اور مزوں میں فرق وہی کرتا ہے (۱۳: ۴) ہر شے اسی کے نزدیک
ایک معین اندازہ سے ہے (۱۳: ۸) وہی بڑائی والا عالی شان ہے (۱۳: ۹) چھپی اور ظاہر
بات سب جانتا ہے۔ رات کو چھپنے والے اور دن کو چلنے پھرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ
ہی جانتا ہے (۱۳: ۱۰) جس قوم پر مصیبت ڈالنے کا فیصلہ کرلے اس کے ٹلنے کی کوئی
صورت نہیں (۱۳: ۱۱) بوجھل بادلوں کو بلند کرنا اُسی کا کام ہے (۱۳: ۱۲) تمام آسمان اور
زمین والے جبراً یا بخوشی اسی کے آگے سربسجود ہیں (۱۳: ۱۵) روزی کا کشادہ اور تنگ
کرنا اسی کا کام ہے (۱۳: ۲۶) وہی بجلیاں بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گراتا ہے
(۱۳: ۱۳) زبردست قوت والا وہی ہے (۱۳: ۱۳) اسی کے لیے پکارنا سچا ہے (۱۳: ۱۴)
اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا (۱۳: ۳۱) اس کے عذاب سے کوئی بھی بچا نہیں سکتا
(۱۳: ۳۴) اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی نبی کے بس میں بھی نہیں کہ نشان لاسکے
(۱۳: ۳۸) اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہے مٹا دیتا ہے اور جس حکم کو چاہے باقی رکھتا
ہے (۱۳: ۳۹) اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے (۱۳: ۴۱) تمام اقوام
عالم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (۱۴: ۹) حکم الٰہی کے بغیر کوئی نبی معجزہ نہیں
لاسکتا (۱۴: ۱۱) اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے دے (۱۳: ۳۱) اللہ تعالےٰ
چاہے تو سب کو فنا کرکے نئی مخلوق لے آئے (۱۴: ۱۹) اس کے لیے کچھ بھی
مشکل نہیں (۱۴: ۱۹) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے (۱۴: ۲۷) سمندر میں کشتیاں بھی
اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی چلتی ہیں۔ اُسی نے کشتیوں، دریا، سُورج، چاند، رات اور
دن کو اپنی قدرت سے مسخر کر دیا (۱۴: ۳۲، ۳۳) ارض و سماء میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ
سے مخفی نہیں (۱۴: ۳۸) دُعاؤں کا سُننے والا وہی ہے (۱۴: ۳۹) اللہ تعالیٰ نے ہی
قرآن اُتارا اور تاقیامت وہ خود ہی اس کا محافظ ہے (۱۵: ۹) اسی کے پاس ہر چیز
کے خزانے ہیں (۱۵: ۲۱) اللہ تعالیٰ نے ہی آدم علیہ السلام کو لس دار گارے کی

کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنایا (۱۵: ۲۶) جنات کو گرم آگ سے اُسی نے بنایا (۱۵: ۲۷)
اُسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں گرم لباس کے علاوہ اور بھی کئی منافع ہیں (۱۶: ۵)
ان چوپاؤں میں اُس نے تمہارے لیے رونق رکھی اور یہ چوپائے ایک شہر سے دُوسرے
شہر کی طرف بوجھ اٹھا کر بھی لے جاتے ہیں (۱۶: ۶، ۷) گھوڑے، خچر اور گدھے
تمہاری زینت کے لیے اُسی نے بنائے (۱۶: ۸) اللہ تعالیٰ نے وہ وہ چیزیں بنائیں کہ
جن کی تمھیں خبر تک نہیں (۱۶: ۸) وہ اللہ تعالیٰ ہی پانی سے سبزہ بناتا ہے جس میں
مواشی چرتے ہیں (۱۶: ۱۰) کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل اُسی نے
بنائے (۱۶: ۱۱) سمندر میں تازہ گوشت (مچھلی) اسی نے پیدا کی (۱۶: ۱۴) سمندر میں
سے تمہارے پہننے کے لیے اُسی نے زیور بنائے (۱۶: ۱۴) اس کی نعمتیں بے شمار ہیں
جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا (۱۶: ۱۸) تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں (۱۶: ۵۳)
اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ صفات ہیں (۱۶: ۶۰) وہی گائے بھینس کے پیٹ میں خوشگوار
دُودھ بناتا ہے (۱۶: ۶۶) وہی شہد کی مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگ کی شفادہ
مشروب نکالتا ہے (۱۶: ۶۹) کسی کو غریب بناتا ہے تو کسی کو امیر (۱۶: ۷۱) بیویاں
بیٹے اور پوتے وہی دیتا ہے (۱۶: ۷۲) اسی نے کان، آنکھیں اور دل بنائے (۱۶: ۷۸)
پرندے بھی اسی نے فضائے آسمانی میں مسخر کیے (۱۶: ۷۹) فضا میں پرندوں کو اس کے
سوا کوئی تھام نہیں سکتا (۱۶: ۷۹) جانوروں کی کھالوں، اُون، روئیں اور بالوں کو گھر
کے سامان وغیرہ کے لیے اُسی نے بنایا (۱۶: ۸۰) اسی نے سائے اور پہاڑوں وغیرہ
کی پناہ گاہیں بنائیں (۱۶: ۸۱) گرمی، سردی اور جنگ سے بچاؤ کے لیے کُرتوں کا
سامان اسی نے بنایا (۱۶: ۸۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز ختم نہیں ہوتی (۱۶: ۹۶)
اللہ تعالیٰ کی بخشش کسی پر بند نہیں ہوتی (۱۷: ۲۰) بعض کو بعض پر فضیلت دینا
بھی اسی کا کام ہے (۱۷: ۲۱) ارض و سما اور ان کے درمیان ہر شے اسی کی تسبیح بیان کرتی
ہے (۱۷: ۴۴) اسی نے آدم علیہ السلام کو عزت بخشی (۱۷: ۷۰) اللہ تعالیٰ کا دستور
بدلتا نہیں (۱۷: ۷۷) اصحاب کہف کو ۳۰۹ سال تک اُسی نے سلائے رکھا اور

اُسی نے پھر اُن کو اُٹھایا (۱۸ : ۱۱، ۱۲) ظالم بادشاہ کے سامنے اُسی نے ان کا دل مضبوط رکھا (۱۸ : ۱۴) کھوہ میں وہی ان کی کروٹیں بدلتا رہا (۱۸ : ۱۸) وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا (۱۸ : ۲۶) اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں (۱۸ : ۲۷) کارسازی صرف اللہ برحق ہی کا کام ہے (۱۸ : ۴۴) ذوالقرنین کو حکومت اُسی نے دی اور ہر طرح کا سامان بھی اُسی نے دیا (۱۸ : ۸۴) حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے ہاں سے خاص علم اسی نے دیا (۱۸ : ۶۵) حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا (۱۹ : ۷، ۸) حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے اُسی نے بیٹا دیا (۱۹ : ۲۰، ۲۱) گہوارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُسی نے کلام کروایا (۱۹ : ۲۹ - ۳۳) اس کے حکم کے بغیر فرشتے بھی زمین پر نہیں اترتے (۱۹:۶۴) اُس کا ہم صفت کوئی نہیں (۱۹ : ۶۵) اللہ تعالیٰ ہی ہر کسی کی ہر حرکت کو شمار کرتا رہتا ہے (۱۹ : ۸۴) اس سے کوئی باز پُرس نہیں کی جا سکتی اور وہ دُوسروں سے باز پرس کرے گا (۲۱ : ۲۳) اُمتیوں اور رسولوںؑ سے پُوچھے گا (۷ : ۶) آسمان اور زمین بند تھے پھر اُسی نے ان دونوں کو کھولا (۲۱ : ۳۰) آسمان کو محفوظ چھت بھی اُسی نے بنایا (۲۱ : ۳۲) رات اور دن میں لوگوں کی حفاظت بھی وہی کرتا ہے (۲۱:۴۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید کی سمجھ اسی نے عطا فرمائی (۲۱ : ۵۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اُسی نے آگ کو ٹھنڈا اور بے گزند کیا (۲۱ : ۶۹) حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، اور حضرت یعقوب وغیرہ پیغمبر علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اسی کی عبادت کیا کرتے تھے (۲۱ : ۷۳) حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تسبیح خوانی میں اُسی نے تابع کیا (۲۱ : ۷۹) حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کا کام اُسی نے سکھایا (۲۱ : ۸۰) حضرت سُلیمان علیہ السلام کے لیے اُسی نے زوردار ہوا کو تابع کیا (۲۱:۸۱) شیطان کو بھی اُسی نے حضرت سُلیمان علیہ السلام کے تابع کیا اور اُسی نے ان کو سنبھالے رکھا (۲۱ : ۸۲) حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعاء سے ان کی تکلیف دُور کر کے ان کے اہل وعیال اسی نے دوبارہ عطا فرمائے (۲۱ : ۸۴) حضرت یونس علیہ السلام کی دُعاء کو

مچھلی کے پیٹ میں اُسی نے سُنا اور اس غم سے اُسی نے نجات عطاء فرمائی (۲۱: ۸۷) حضرت زکریا علیہ السلام کی بانجھ بیوی کو اُسی نے تندرست کیا (۲۱ : ۹۰) اور بڑھاپے میں اولاد بھی اُسی نے عطا فرمائی (۲۱ : ۹۰) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا جہان پر رحمت کرنے کے لیے اسی نے بھیجا (۲۱: ۱۰۷) وہی مستعان ہے (۲۱ : ۱۱۲) خشک زمین پر پانی برسا کر خوشنما نباتات اُبھرتی پھوٹتی اللہ تعالیٰ ہی اُگاتا ہے (۲۲: ۵) اللہ تعالیٰ ہی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے گا (۲۲: ۷) وہ جو کچھ ارادہ کرتا ہے اُسے کر ڈالتا ہے (۲۲: ۱۴) قیامت کے دن سب لوگوں کے درمیان وہی فیصلہ کریگا (۲۲ : ۱۷) آسمان زمین والے، چاند، سُورج، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، اور اِنسان بھی کثرت سے اسی کے آگے سجدہ ریز ہیں (۲۲ : ۱۸) جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے (۲۲ : ۱۸) اللہ تعالیٰ ہی خیر الرازقین ہے (۲۲ : ۵۸) اللہ تعالیٰ ہی علیم وحکیم ہے (۲۲: ۵۹) وہی عفو غفور ہے (۲۲ : ۶۰) وہی سمیع وبصیر ہے (۲۲ : ۶۱) وہی علی کبیر ہے (۲۲: ۶۲) وہی لطیف خبیر ہے (۲۲ : ۶۳) وہی غنی حمید ہے (۲۲ : ۶۴) اللہ تعالیٰ ہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے، اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہ گرے گا (۲۲ : ۶۵) وہی رؤف ورحیم ہے (۲۲ : ۶۵) وہی قوی وعزیز ہے (۲۲ : ۷۴) اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے (۲۳ : ۸۸) وہی پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دے سکتا (۲۳: ۸۸) اسی نے پانی سے اِنسان بنا کر خاندان اور سسرال والا بنایا (۲۵ : ۵۴) وہی حی لایموت ہے (۲۵ : ۵۸) اگر وہ قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اس کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جو روشنی کردے اور اگر قیامت تک دن ہی رہنے دے تو کوئی دُوسرا نہیں جو آرام کے لیے رات لے آئے (۲۸ : ۷۱-۷۲) جانوروں کو روزی بھی وہی دیتا ہے (۲۹: ۶۰) مکّہ کو امن والا شہر حرم بھی اُسی نے بنایا (۲۹ : ۶۷) میاں بیوی کے درمیان محبت وہمدردی اسی نے پیدا کی (۳۰ : ۲۱) زبانوں اور رنگتوں کا الگ الگ کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے (۳۰ : ۲۲) آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں (۳۰ : ۲۵) اسی کے بُلانے پر سب زمین سے نکل آئیں گے (۳۰ : ۲۵) آسمان زمین میں سب کی سب

چیزیں اسی کے تابع ہیں (۳۰: ۲۶) مخلوق کو پیدا کر کے مارنا پھر دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے آسان ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں اسی کی شان سب سے اعلیٰ ہے (۳۰: ۲۷) سُود کو بے برکت اور صدقات کو بابرکت بنانا اسی کا کام ہے (۳۰: ۳۸) پیدا کر کے روزی دینا پھر مار کر دوبارہ زندہ کرنا بھی اسی کا کام ہے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا (۳۰: ۴۰) حِسّی و معنوی نعمتیں سب اُسی نے دیں (۳۱: ۲۰) اللہ تعالیٰ کے کلمات کا بیان ختم نہیں ہو سکتا (۳۱: ۲۷) اس کے نزدیک سب کا پیدا کرنا اور پھر دوبارہ اٹھانا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ایک شخص کا اٹھانا (۳۱: ۲۸) قیامت کی خبر اسی کو ہے (۳۱: ۳۴) مینہ برسانے کا وقت بھی اسی کو معلوم ہے (۳۱: ۳۴) ماؤں کے رحموں میں جو کچھ ہے یہ بھی وہی جانتا ہے (۳۱: ۳۴) آنے والی کل میں کوئی کیا کرے گا' اس کو بھی وہی جانتا ہے (۳۱: ۳۴) کس کی موت کس جگہ ہوگی' یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' اور کوئی نہیں جانتا (۳۱: ۳۴) خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچانا اور اس کے ذریعے کھیتی پیدا کرنا جو مویشیوں اور انسانوں کی خوراک بنے' اُسی کا کام ہے (۳۲: ۲۷) اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو کسی کو بُرائی دینے کا تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو کسی پر فضل کرنے کا تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا (۳۳: ۱۷) اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے کھول دے تو کوئی بند نہیں کر سکتا' اور اگر وہ بند کر دے تو کوئی کھول نہیں سکتا (۳۵: ۲) اسی کی طرف اچھا کلمہ بلند ہوتا ہے (۳۵: ۱۰) حمل اور وضع حمل مُدت بھی وہی جانتا ہے (۳۵: ۱۱) عُمر کی کمی بیشی بھی وہی جانتا ہے (۳۵: ۱۱) اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہ جسے چاہے سُنا سکتا ہے (۳۵: ۲۲) اسی نے مختلف رنگوں کے پہاڑ بنائے اور مختلف رنگوں کے انسان اور چوپائے اور جانور بنائے (۳۵: ۲۷، ۲۸) آسمان کو اسی نے زمین کے تھامنے کے لیے بنایا کہ کہیں ٹل نہ جائے۔ اور اگر ٹلنے لگے تو اللہ کے سوا کوئی تھام نہیں سکتا (۳۵: ۴۱) اللہ تعالیٰ کا دستور کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دستور کو کوئی منتقل نہیں کر سکتا (۳۵: ۴۳) ارض و سماء میں کوئی بھی اس کو ہرا نہیں سکتا (۳۵: ۴۴) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید کی گواہی

دینے والا، بشیر و نذیر بنا کر اسی نے بھیجا ہے (۳۳ : ۴۶) اور اسی اللہ تعالیٰ کے حکم کے داعی بن کر، بطور ایک روشن چراغ کے آئے (۳۳ : ۴۶) اپنے نبیؐ کے لیے چار قسم کی بیویاں اُسی نے حلال کیں (۳۳ : ۵۰) صاف بات کہنے سے اللہ تعالیٰ کسی کا لحاظ نہیں کرتا (۳۳ : ۵۳) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے (۳۳ : ۵۵) زمین کے اندر گھسنے والی اور نکلنے والی اور آسمان سے اترنے والی اور آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر شے کو وہ جانتا ہے۔ ذرہ برابر، اس سے چھوٹا، یا اس سے بڑا کوئی بھی اس سے غائب نہیں (۳۴ : ۳) وہ چاہے تو سب کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے (۳۴ : ۹) وہ اگر نقصان پہنچانا چاہے تو کسی کی سفارش کچھ کام نہیں آتی اور نہ کوئی چھڑا سکتا ہے (۳۶ : ۲۳) زمین میں چشمے اللہ تعالیٰ ہی نکالتا ہے (۳۶ : ۳۴) کشتی والوں کو اگر وہ چاہے تو غرق کر دے، تو کوئی فریاد رس اس کے علاوہ نہیں ہوسکتا، اور نہ وہ اس سے رہائی پا سکتے ہیں (۳۶ : ۴۳) اللہ تعالیٰ نے ہی مویشیوں کو انسان کے تابع کر دیا (۳۶ : ۷۲) اللہ تعالیٰ ہی بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا (۳۶ : ۷۸، ۷۹) اللہ تعالیٰ ہی ہرے درخت سے آگ پیدا کرتا ہے (۳۶ : ۸۰) وہی ان کی ہم مثل پیدا کرسکتا ہے (۳۶ : ۸۱) اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے، اُسی نے آسمانِ دُنیا کو ستاروں سے مزین کیا (۳۷ : ۶) وہی ربُّ العزت یعنی رکھوالا ہے (۳۷ : ۱۸) اور اُسی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو قوت بخشی۔ اور اسی نے انھیں حکمت اور فیصلہ کن تقریر عطا فرمائی (۳۸ : ۲۰) اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب وغیرہ پیغمبروں علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو امتحان میں ڈالا (۳۸ :) عبادت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا فیصلہ کرے گا (۳۹ : ۳) دوزخیوں کو نبیؐ بھی نہیں چھڑا سکتے (۳۹ : ۱۹) اگر اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچانا چاہے تو مِن دُونِ اللہ تکلیف دُور نہیں کرسکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ رحمت کرنا چاہے تو دُوسرے اس کو روک نہیں سکتے (۳۹ : ۳۸) اللہ تعالیٰ ہی جانوں کو قبض کرتا ہے (۳۹ : ۴۲) سفارش اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے (۳۹ : ۴۴) آسمان و زمین کی کنجیاں سب اسی

کے اختیار میں ہیں (۳۹ : ۶۳) مرتبوں کو بلند کرنے والا' مالکِ عرش وہی ہے (۴۰ : ۱۵)
آنکھوں کی چوری اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو وہی جانتا ہے (۴۰ : ۱۹) فیصلہ ٹھیک
کرنا اسی کا کام ہے (۴۰ : ۲۰) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی بچانے والا نہیں (۴۰ : ۳۳)
آسمانوں میں بھی اسی کا تصرف ہے اور زمین میں بھی (۴۳ : ۸۴) کیا اللہ تعالیٰ پہلی بار کی تخلیق
سے تھک چکا ہے' یعنی وہ تھکا نہیں (۵۰ : ۱۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تھکان نے تو ہم کو
چھوا تک نہیں (۵۰ : ۳۸) وہ آسمان زمین کو پیدا کرکے ذرا بھی نہیں تھکا (۴۶ : ۳۳) اور
ان کی نگرانی بھی اس پر گراں نہیں (۲ : ۲۵۵) اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور تم (مخلوق)
سب اس کے محتاج ہو (۴۷ : ۳۸) آسمان و زمین کے سب لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے
ملک ہیں (۴۸ : ۴) قیامت میں سب کو جمع کرلینا اس کے لیے آسان کام ہے (۵۰ : ۴۴)
وہی روزی پہنچانے والا، قوت والا اور مضبوط ہے (۵۱ : ۵۸) وہی بڑا محسن اور مہربان
ہے (۵۲ : ۲۸) وہی ربّ الشعریٰ ہے (۵۳ : ۴۹) اسی نے عاد، ثمود اور نوح علیہ السلام
کی قوم کو ان کے ظلم و سرکشی کی وجہ سے ہلاک کیا (۵۳ : ۵۰ - ۵۲) وہی اوّل و آخر ہے
اور وہی ظاہر و باطن ہے (۵۷ : ۳) لوہا بھی اسی نے نازل کیا (۵۷ : ۲۵) جہاں تین کی
سرگوشی ہو' وہاں چوتھا اللہ ہوتا ہے (۵۸ : ۷)

○ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ جس کا کوئی کفو یعنی ہمسر نہیں (۱۱۲ : ۴) اس کی نہ اولاد
ہے اور نہ بیوی (۶ : ۱۰۱) اس کے ماں باپ وغیرہ بھی نہیں (۱۱۲ : ۳) لوگوں کے کاموں
سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے (۶ : ۱۳۲) اس کا کوئی شریک نہیں (۶ : ۱۶۳) اللہ تعالیٰ
بیہودہ کاموں کا حکم نہیں کرتا (۷ : ۲۸) اور کسی کے ذمے اس کی طاقت سے زیادہ کام
نہیں رکھتا (۷ : ۴۲) اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا (۱۰ : ۴۴) اس کو نہ اونگھ آتی ہے
اور نہ نیند (۲ : ۲۵۵) آسمان و زمین کی نگرانی اس پر گراں نہیں (۲ : ۲۵۵) اللہ تعالیٰ
کبھی بھولتا نہیں (۱۹ : ۶۴ ، ۲۰ : ۵۲) اور نہ وہ بھٹکتا ہے (۲۰ : ۵۲)

○ جن کو تم پکارتے ہو بتاؤ انھوں نے کیا کیا پیدا کیا؟ (۳۱ : ۱۱) زمین کا کونسا حصّہ انھوں
نے پیدا کیا؟ (۴۶ : ۴) کیا آسمانوں میں صفتِ مالکیت میں اصالۃً یا نیابۃً ان کو شرکت

حاصل ہے (۴۶:۴) ان کو تو ملکِ الٰہی میں ذرا سی بھی شراکت نہیں (۲:۲۵) وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود ہی مخلوق ہیں (۳:۲۵) والد و مولود اور ایک دوسرے کی اولاد ہیں (۳:۲۴) اور نہ ہی کسی کام میں وہ اللہ تعالیٰ کے معاون و مددگار ہیں (۲۲:۳۴) وہ ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کر سکتے، چاہے سب کے سب اس غرض کے لیے جمع ہو جائیں اور مکھی کا پیدا کرنا تو درکنار، اگر مکھی ان کے سامنے سے کچھ چھین کرلے جائے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے (۲۲: ۷۳) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے، جو آسمان زمین سے تمہیں روزی دے؟ (۳:۳۷، ۱۶:۷۳، ۲۹، ۱۷:۲۹) جن کو تم پکارتے ہو ان کو آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر بھی اختیار نہیں (۲۲:۳۴) وہ اپنے پجاریوں کی کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے (۷: ۱۹۲) انہیں نفع و نقصان، موت و حیات وغیرہ کا کوئی اختیار حاصل نہیں (۳:۲۵) وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے (۱۳:۳۵) اور نہ وہ تمہاری پکار سنتے ہیں (۱۴:۳۵) قیامت کے دن وہ تمہاری پکار کا انکار کریں گے (۱۴:۳۵، ۸۲:۱۹، ۲۸:۱۰، ۲۹:۱۰) اور پھر خود یہ مشرکین بھی ان کی پکار سے انکار کریں گے (۱۳:۳۰، ۳۰: ۷۴) اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ سے ورے ورے پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے ہی بندے ہیں (۷: ۱۹۴) وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں (۱۷: ۲۶) وہ آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بات نہیں کر سکتے، وہ تو اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں (۱۷: ۲۷، ۱۶ : ۵) وہ اللہ کی مرضی کے بغیر سفارش نہیں کر سکتے (۱۷: ۲۸) وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں (۱۷: ۵۷، ۱۷: ۲۸) وہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مگن رہتے ہیں۔ (۲۱: ۱۹، ۲۱: ۲۰)

اس تمام تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہیں جن میں کوئی اس کا شریک نہیں، خواہ نوری ہو، خواہ ناری ہو، خواہ خاکی، نبی ہو یا ولی یا کوئی پیر فقیر۔ کوئی بھی نہ علم میں اس کا شریک ہے، نہ تصرف میں۔ یعنی اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کو غائبانہ مافوق الاسباب نفع و ضرر دینے کی طاقت ہو۔ اور غائبانہ کسی پیر فقیر یا پیغمبر کو پکارنا شرک فی الدعا ہے۔ اور یہی شرک، مشرکین مثلاً عیسائی، ہنود وغیرہ باطل پرستوں میں پایا جاتا ہے۔

اَمْ اَمْ حرفِ عطف ہے اَوْ کے معنے ہیں۔ اور کبھی بل کے معنی دیتا ہے اور کبھی امر منقطعہ ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ امر سے ماقبل غلط ہے۔ لہٰذا اس سے اعراض کیا گیا ہے، بلکہ اس امر منقطعہ سے مقصود کلام سابق سے صرف انتقال ہوتا ہے۔

اِمام مقاییس اللغۃ ج ۱ ص ۲۸ میں امام کے معنی لکھے ہیں لغۃ کل من یقتدی بہ وقدّم فی الامور یعنی ہر وہ چیز جس کی اقتداء کی جائے' انسان یا کتاب یا کوئی اور چیز۔ نیز اصطلاحِ عقائد میں امام وہ ہے جو ظاہری و باطنی ہر دو حکومتوں کا مالک ہو یعنی صاحبِ سلطنت۔ ارشادِ الٰہی ہے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ (۲۸ : ۵) مصباح المنیر میں ہے الامام خلیفۃ۔ اور میر سید سندؒ نے التعریفات ص ۲۹ میں لکھا ہے: الامام ھوالذی لہ الریاسۃ العامۃ فی الدین والدنیا جمیعًا۔ اور حقیقی امام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخود ارشاد فرمایا: انی امامکم دیکھو مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱۔ قرآن مجید میں بھی "امام" نبی کے معنی میں آیا ہے، جیسے: انی جاعلك للناس اماما (۲ : ۱۲۴) نیز فرمایا: ووھبنالہٗ اسحٰق و یعقوب نافلہ وکلاجعلنا صالحین وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا (۲۱ : ۷۳) اور قرآن مجید میں "امام" کا اطلاق "اعمال نامہ" پر بھی آیا ہے جیسے: یوم ندعوا کل اناس بامامھم (۱۷ : ۷۱) اس کی بحث پیچھے ص ۶۸ پر گزر چکی ہے۔ نیز امام کا لفظ آسمانی کتاب پر بھی آیا ہے: ومن قبلہ کتٰب موسٰی اماما ورحمۃ (۴۶ : ۱۲) اور یہ جو کہا جاتا ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ۔ اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس سے مراد قرآن پاک ہی ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں امام کا لفظ قرآن مجید میں شاہراہ کے لیے بھی آیا ہے: وانھما لبامام مبین (۱۵ : ۷۹) اور کفّار کے سرداروں پر بھی امام کا لفظ بولا گیا ہے: وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار (۲۸ : ۴۱) نیز فرمایا قاتلوا ائمۃ الکفر (۹ : ۱۲) ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ معنی اس آیت کا یہ ہے کہ تم کو

لوگوں کا پیشوا بناتا ہوں۔ یعنی لوگ تیرے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ معنیٰ ہے امام کا۔ پھر ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میری اولاد سے بھی کوئی نفع اٹھائے گا یا نہ؟ قال تعالیٰ: لَا يَنَالُ عَهْدِى الظَّالِمِينَ یعنی جو ظالم اور مشرک ہوگا وہ نفع نہ اٹھائے گا اب یہ جاننا چاہیے کہ یہ معنیٰ نہیں ہے جو ظالم نہ ہوگا وہ پیشوا بنے گا۔ جیساکہ مفسرین کر رہے ہیں۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۵)

اُمَّـة اصل میں اُمّۃ بمعنی مقصود ہے۔ جیسے عُمْدَة بمعنے معمود، عُدَّة بمعنے معدود۔ جماعت کو اس لیے اُمَّـة کہتے ہیں کہ فرقے اس کا قصد کرتے ہیں۔ جیسے وجد علیہ امۃ من الناس یسقون (۲۸: ۲۳) اور انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں کو بھی اُمّت کہتے ہیں۔ اور کئی خصالِ محمودہ کے جامع ایک آدمی کو بھی امت کہتے ہیں۔ جیسے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ان ابراھیم کان امۃ قانتًا (۱۶: ۱۲۰) اور حضرت ابنِ خالویہؒ نے یہاں امۃ کے معنے معلّم کیے ہیں۔ اور اس آدمی کو بھی امت کہتے ہیں جو اپنے دین میں منفرد اور یگانہ ہو، جس میں کوئی غیر شریک نہ ہو۔ اور دین، ملّۃ اور اس طریقہ کو بھی اُمّۃ کہتے ہیں کہ جس کا لوگ قصد کریں۔ جیسے انا وجدنا اٰباءنا علیٰ امۃ (۴۳: ۲۳) اور حین اور زمان و مُدّۃ کے معنے میں بھی امـۃ آتا ہے، جیسے وادّکر بعد امـۃ (۱۲: ۴۵) الیٰ امۃ معدودۃ (۱۱: ۸) اور خلیل بن احمد نے قد و قامت کے معنے میں بھی استعمال کیا ہے، جیسے فلان حسن الامۃ ای حسن القامۃ (مقاییس اللغۃ ج ۱ ص ۲۸) نیز امّۃ کے معنے اُمّ بھی آتے ہیں، جیسے ھٰذہ امۃ فلان ای امہٗ۔ اور کسائی نے بدن اور چہرہ کے معنے بھی بتائے ہیں۔ اور اجناس میں سے جنس بھی مراد ہوتی ہے۔ جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لولا ان الکلاب امۃ من الامم لامرت بقتلھا۔ اور ابن اعرابی نے امۃ بمعنے طاعۃ و رجل عالم بھی کہا ہے۔ اور ابنِ قتیبہؒ نے غریب القرآن ص ۲۴۹ میں لکھا ہے: ان ابراھیم کان امۃ معلمًا للخیر یا بمعنے مأموم یعنی قصد کیا ہوا پیشوا متّبع۔

إِنْ اِنْ حرفِ شرط ہے، مگر بعض مقامات پر بمعنے اِذْ تعلیلیہ بھی مستعمل ہوتا ہے، جیسے واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین (۵: ۵۷) اور کبھی اِذَا کے معنے میں آتا ہے، جیسے تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک (۲۵: ۱۰) اور اگر اِنْ کے بعد اِلَّا یا لَمَّا آجائے تو اِنْ نافیہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اِنْ مُخفف من المثقلہ بھی ہوتا ہے، جس کا اسم ضمیر مقدر ہوتا ہے۔ اور یہ ان الفاظ میں سے ہے جو وصف کے علۃ ہونے پر دال ہیں۔ اور وہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: ① لِاَجْلِ ② مِنْ اَجْلِ ③ کَیْ ④ اِذَن ⑤ لامِ علیہ ⑥ باءِ علیہ ⑦ اِنْ مخففہ من المثقلہ ⑧ جملہ کے بعد اِنَّ ⑨ اَنَّ جس پر لام مقدر ہو ⑩ فاءِ سببیہ ⑪ تعلیق بالشرط ⑫ موصول بفعل یا موصوف بفعل کے ساتھ ربطِ حکم ⑬ معلّق بمشتق ⑭ تحقیقاً یا تقدیراً جواب کے موقع پر کلام کا واقع ہونا۔ دیکھیے "اصولِ فقہ" مصنفہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

أَنَّ بسا اوقات اَنَّ سے پہلے اعلموا مقدر نکالا جاتا ہے۔ جیسے: وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ای اعلموا ان اللہ مع المومنین (۸: ۱۹)

إِنَّمَا اِنَّمَا کو عموماً کلمۂ حصر سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ علمِ معانی والے لکھتے ہیں کہ مَا ..... اِلَّا کے معنے میں ہوتا ہے۔ مگر فرا، زجاج، رضی، ابن جوزی اور صاحب کلیات ابوالبقاء جیسے محققین کی رائے یہ ہے کہ اِنَّمَا تحقیق کے لیے ہوتا ہے، حصر کے لیے نہیں۔ حصر کسی خارجی قرینہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس تحقیق کے بعد اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ (۲: ۱۷۳) پر کچھ محذور لازم نہیں آتا۔

انزال محاورۂ قرآنی میں انزال کا لفظ رزق، پانی، لباس، لوہے اور انعام کے سلسلے میں بھی صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ قحط، مرض، موت، سب کا نزول و انزال بحیثیت مُسبّبُ الاسباب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔

أَوْ اَوْ حرفِ عطف احد الامرین کے لیے آتا ہے۔ اور کبھی بمعنے الی ان یا حتی ان آتا ہے۔ جیسے: مالم تمسوھن او تفرضوا لھن ای الا ان تفرضوا لھن (۲: ۲۳۶) اور کبھی اَوْ، وَ کے معنے میں آتا ہے۔ جیسے: ان ینادی الصلوۃ او یقیم (مشکوۃ ص ۶۷)

مالم تصطبحوا او تغتبقوا ای اذا لم تجد واصبوحا وغبوقا۔ (مشکوۃ ص ۳۷۰)

أیۃ أیۃ کے تین معنے ہیں: ① معجزہ ② نشانی ③ قرآن مجید کا ٹکڑا۔

ثُمَّ ثُمَّ جس طرح تعقیب مع المھلۃ (تعقیب زمانی) کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح تعقیب ذکری کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (۷:۱۱) اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم نے تم انسانوں کو پہلے بنایا، پھر ان کی صورتیں بنائیں، پھر اس کے بعد ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمھیں بنایا اور تمھاری صورتیں بھی ہم نے ہی بنائیں، پھر یہ بات بھی سنو کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہم نے ہی دیا تھا۔

○ ثُمَّ استبعادیہ بھی قرآن کریم میں بکثرت مستعمل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ثُمَّ سے ماقبل کا بیان کردہ مضمون ملتے ہوئے یا ہوتے ہوئے یہ بات بعید از عقل ہے جس کا بیان ثُمَّ کے بعد آرہا ہے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (۶:۱) یعنی یہ بات تو سب کے ہاں مسلم ہے کہ اتنا بڑا کام آسمان و زمین کی خلقت اور اندھیروں اور روشنی کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ تو جب اتنا مان لیا جائے تو پھر عقلِ سلیم سے بعید ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو خالق کے برابر لایا جائے یعنی جیسے تعظیمی امور اللہ تعالیٰ کے لیے بجا لائے جاتے ہیں ویسے ہی کسی مخلوق کے لیے بجا لائے جائیں۔

○ احادیث میں بھی ثم استبعادیہ آتا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ شریف ص ۵۰ میں ہے: لا یبولن احدکم فی مستحمہ ثم یغتسل فیہ ای یستبعد من العاقل ان یجمع بین البول فی المستحم وبین الغسل فیہ یعنی عقل سے بہت بعید ہے یہ کام کہ حمام میں پیشاب بھی کرے پھر اسی وقت اس میں غسل بھی کرنے لگ جائے (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۵۸)

○ اور کبھی ثُمَّ مؤکد اور تاکید کے درمیان بھی لایا جاتا ہے۔ جیسے: کلا سوف تعلمون

ثم کلا سوف تعلمون (۱۰۲: ۳، ۴) اور بخاری ص ۷۸۷ میں ہے: فلا أذن ثم لا أذن ثم لا أذن

حتیٰ قرآن کریم میں بسا اوقات حَتّٰی متعلق محذوف کے ساتھ آتا ہے۔ جس کے معنی میں اس فعل محذوف کی غایۃ حَتّٰی کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ جیسے: حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ (۲۱: ۹۶) یعنی ان مشرکین کا مثلاً توحید نہ ماننا مسلسل جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی، تب اُن کی آنکھیں کھلیں گی حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ (۲۳: ۶۴) ان کا نہ ماننا مسلسل رہے گا۔ یہاں تک کہ ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب ہوگا تب چلائیں گے۔

حق قرآن مجید میں تین معنوں میں مستعمل ہوا ہے: ① اظہارِ حق ② بدیہی اور ظاہر بات ③ سچی بات۔

خیر خیر کا اکثر اطلاق قرآن مجید میں "مال" پر آتا ہے۔ جیسے: ان ترک خیرا الوصیة (۲: ۱۸۰) اور توحید کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے (شرح جامی ص ۹۹) جیسے: مناع للخیر (۵۰: ۲۵) اور وحی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے: مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ (۲: ۱۰۵)

دُوْنَ دون در اصل فوق کی نقیض ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ ص ۴۸۶۔ فوق اونچا، دُون نیچا۔ یعنی فوق مرتبہ میں زیادتی، برتری اور دون مرتبہ میں کم اور پست۔ جیسے: طواف الصدا دون طواف الزیارۃ یعنی طواف الوداع کا مرتبہ طوافِ زیارت سے کم ہے۔ اور زید دون عمرو یعنی زید مرتبۂ شرف و علم میں عمرو سے نیچے درجے میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نیچے مرتبے والا بلند مرتبے والے سے مغایر ہوتا ہے۔ اس لیے عموماً دون کے معنی سوائے اور غیر کے کر دیے جاتے ہیں۔ اور خالق و مخلوق باہم مغایر ہیں، اس لیے قرآنِ کریم میں جہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ آتا ہے اس سے مُراد مخلوق ہے۔ نوری ہو یا ناری یا خاکی، نبی، پیر، ولی، اُستاد، فقیر سب ہی آجاتے ہیں۔ اسی لیے مفسرین جہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر بت سے کرتے ہیں، وہاں ملائکہ، عیسیٰ و عزیر علیہم السلام سے بھی

تفسیر کرتے ہیں۔ اور بعض جگہ صرف بُت لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بُت ہی مُراد ہیں، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ من دون اللہ سے مُراد بُت بھی ہیں اور ملائکہ بھی اور عیسیٰؑ و عُزیرؑ بھی۔ اسی طرح ہر وہ جو خُدا کے نیچے ہے۔ ص ۲۱۶ پر حاشیہ بھی دیکھیں۔ تبصیر الرحمٰن ص ۸ ج ۲ میں علامہ مہائمیؒ نے لکھا ہے: عبادة الدون شقاوة كما ان عبادة الاعلى سعادة۔ دون یعنی مخلوق کی عبادت بدبختی ہے، جیسے عبادت اعلیٰ یعنی خالق کائنات کی سعادت مندی ہے۔ علاوہ ازیں دُون کے اور معنی بھی آتے ہیں: ① خسیس و حقیر (قرطبی ج ۱ ص ۲۳۳) ② آگے۔ جیسے: ووجد من دونهم امراتين (جلالین ص ۲۵۰) ③ عند جیسے من قتل دون ماله (نسائی ص ۱۷۲، ج ۲ مشکوٰۃ ص ۳۲۴) ④ تجاوز۔ جیسے: بجنس دون جنس ای حال كونه مجاوزا عن جنس (شرح جامی ص ۱۹۳ ط) ⑤ بغیر، جیسے وان كان عقابك اياهم دون ذنبهم ای بغير ذنبهم (مشکوٰۃ ص ۴۸۶ نیز دیکھو ص ۴۷۲)

دِین دین کے ۱۴ معنے ہیں، جو میں نے اس شعر میں جمع کر دیے ہیں: ؎

بدلہ، مجبوری، دُعا، طاعت، عبادت اور حال — جرم، مذہب، غلبہ، عادت، ملک، قدرت، حکم، چال

ذات ذات بمعنے حقیقت۔ جیسے: ذات بينكم ای حقيقة وصلكم۔ اور بعض نے بمعنی حال کہا ہے۔ یعنی وہ حال جو تمہارے درمیان ہے۔ یا لفظ ذات زائد ہے۔

ذِکرُاللہ قرآن کریم میں ذِکرُاللہ کے لفظ سے آج کل کے صُوفیوں کے وہ وظیفے مُراد نہیں جو اُنگلیوں یا تسبیح یعنی مالا کے دانوں پر اسم ذات وغیرہ کے ناموں سے پڑھتے ہیں، بلکہ قرآن کریم میں ذِکرُاللہ سے مُراد ہے کہ تنگی و فراخی میں اور دیگر غائبانہ حاجات صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور اس میں کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ اور بعض جگہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا وعظ اور اس کی اشاعت کرنا مُراد ہوتا ہے۔ جیسے: ولا تنيا فی ذكری (۴۲:۲۰)

ذہاب ذہاب کے تین معنے ہیں: ① جانا ② گزرنا ③ لے جانا۔

رحمة قرآن مجید میں اکثر رحمة بمعنے ① بارش، یا ② غفران و بخشش آتا ہے۔ گر وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (۳: ۸) میں مراد ③ تثبت و پختگی ہے۔ علاوہ ازیں رحمۃ بمعنے ④ نبوت ⑤ جنت ⑥ غنیٰ ⑦ صحت ⑧ ہدایت ⑨ قرآن ⑩ ولایت، اور ⑪ عصمت بھی آیا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہ سُبْحَانَ اللّٰہ کلمۂ تسبیح ہے، جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ مطلب یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک اور مُنزّہ ہے۔ اسی طرح اس کے معنے یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عجز اور مغلوب ہونے سے، اِحتیاج سے، تکاسل، تساہل اور تغافل سے، اُونگھ، نیند اور نسیان سے، جھوٹ اور خطا سے، اِستہزاء اور مخول سے، عشق، مرض اور مَوت سے پاک ہے۔ اسی طرح اس کے معنے یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ شریکوں مُعاونوں، وزیروں، نظیروں، مشیروں، نائبوں، مُدبروں اور شفعاء قہریہ سے بھی پاک اور مُنزّہ ہے۔ اور ان میں سے اُس کو کسی کی اِحتیاج نہیں۔ سب کچھ وہ خود اکیلا ہی کرتا ہے۔ تختِ شاہی پر وہ اکیلا خود ہی قائم ہے۔ اس نے اپنے کاموں میں سے کوئی کام مخلوق میں سے کسی کے حوالے نہیں کیا۔ اور اس کو ان کی ضرورت بھی کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (۲:۱۱۷) جب اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ فلاں چیز کتمِ عدم سے بُقعۂ وجود میں آجائے تو بس ذرا دیر نہیں لگتی فوراً وُجود میں آجاتی ہے۔ پس حاجات میں غائبانہ مافوق الاسباب امور میں صرف اسی پاک ذات کو پکارا جائے۔ اور اگر اس کے شرکاء، شفعاء، معاون، وزیر، مشیر اور نائب وغیرہ تسلیم کیے جائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عیب ثابت کرنا ہوگا کہ خود اکیلا اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کرسکتا (نعوذ باللہ تعالیٰ)، اگر اُسے شریکوں اور نائبوں وغیرہ کی ضرورت ہو تو گویا اُن کا محتاج ہُوا اور جو محتاج ہو وہ اِلٰہ نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلہ میں یہ

منظوم تسبیح

لکھ رہا ہوں، جسے نہایت آسانی سے زبانی یاد کیا جاسکتا ہے:

اُونگھ، غفلت، نیند، جہل و سہو، نسیان و خطا
ظلم و کِذب و عہد شِکنی، اِنکساری و بدا

بُخل و حسرت، فقر و مکر و مسخری، ٹھٹھا، حیا
نیز بیماری، پریشانی سے ذاتِ کبریا

والدین ، اولاد ، جورو اور وزیروں سے ہے پاک
رشتہ ناتا ، احتیاجی اور ظہیروں سے ہے پاک

ہے شریکوں سے ، معینوں سے ، نظیروں سے بھی پاک
منشیوں سے ، اور وکیلوں سے ، مشیروں سے بھی پاک

خورد و نوش و حرص و لالچ ، جلد بازی سے بھی پاک
عجز و موت و خوف و سستی ، عشق بازی سے بھی پاک

دکھیا ہونے ، دھوکا کھانے اور ندامت سے بھی پاک
گمرہی ، مغلوبی ، غالب کی شفاعت سے بھی پاک

وہ نہیں ہے عرض و جوھر ، جسم اور محدود بھی
پاک ہے ہر عیب سے سُبحانہٗ ربُّ النّبیؐ ۔

شاھد شاھد کے کئی معنے ہیں ، مثلاً : ① عالم ② مطلع ③ گواہ ④ حاکم ⑤ مقر بالتصدیق والتوحید ۔

عاد یہ افعال ناقصہ میں سے بھی بمعنے صار آتا ہے ۔ جیسے قعد اور اس تد بھی بمعنے صار استعمال ہوجاتے ہیں ۔ دیکھو جامع البیان ص ۲۳۰ ۔ جلالین ج ۱ ص ۱۹۶ ۔ حتیٰ عاد کالعرجون القدیم اور لتعودن فی ملتنا میں صار اور لتصیرن کے معنے ہیں ۔ (انموذج جلیل ج ۱ ص ۹۵) اور ج ۱ ص ۱۵۵ میں ہے : العود کثیرا مایستعمل فی کلام العرب بمعنے الصیرورۃ یقولون عاد فلان یکلمنی وعاد لفلان مال واشباہ ذلک والعود فی الاصل الرجوع الی ماکان فیہ الانسان ۔ انتہیٰ ۔ حماسی نے دیوان حماسہ ص ۱۸۹ میں لکھا : قد عدن مثل علائف المقضاب یعنی ایسے فربہ اور موٹے ہو گئے جیسے اونٹ ہوں تھان پر بندھے ہوئے ، قضب گھاس چرے ہوئے ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : من کان عندہ فضل ظہر فلیعد بہ علیٰ من

لاظهر له (ابوداؤد ج ا ص ۲۴۱) جس کے پاس فالتو سواری ہو تو اسے چاہیے کہ اس شخص کو پیش کردے جس کے پاس سواری نہیں۔ قرطبی ج ۷ ص ۴۰۳ میں ہے کہ عاد اذا جاءت مطلقة فانما تتضمن الرجوع الى حالة كان الانسان عليها ثم انتقل عليها۔

عِلم قرآن مجید میں عموماً علم کے معنے ① وحی من اللہ ② توحید، اور ③ قرآن کے ہیں۔ علم کا صلہ 'من' ہو تو اس کے معنے ممتاز کرنے کے ہوتے ہیں۔ عَلِمَ اللّٰهُ کے معنے ہیں کہ 'اللہ کو (ازل سے) معلوم ہے۔ زمانہ کا معنی ملحوظ نہیں۔ یَعْلَمُ اللّٰهُ میں اظہار کے معنے ہوتے ہیں۔

عہد عہد کے معنی ہیں: ① حفاظ و رعاية الحرمة ② وصية ③ امان ④ يمين ⑤ ميثاق۔

غیر غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ (۱:۷) کو اخفش صاحب الذين انعمت عليهم سے بدل بناتے ہیں اور ابو العباس ثعلب بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ مگر مفسر فراء (ابن اخت محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غیر سوی کے معنے میں نہیں ہے جو بدل بنے ماقبل کا، بلکہ یہ غیر 'لا نافیہ کے معنے میں ہے۔ اور یہ الذين انعمت عليهم کی صفت ہے جو صراط کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور محلاً ہے اور غیر کا بھی وہی اعراب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد لا دوبارہ لایا گیا ہے۔ جیسے عربی محاورہ ہے فلان غير محسن ولا مجمل۔ اور اگر غیر' سوی کے معنی میں ہوتا تو اس کے بعد لا کا لانا جائز نہ ہوتا، کیونکہ عربی محاورہ میں ایسا نہیں کہہ سکتے عندی سوی عبد اللہ ولا زید۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص علم عربیۃ سے ناواقف ہے وہ غیر کو سوی کے معنی میں کرکے لا کو صلہ یعنی زائد بناتا ہے۔ (معانی القرآن ج ا ص ۸) علاوہ ازیں ابو منصور زہری نے تہذیب اللغۃ ج ۸ ص ۱۸۹ میں فراء کی یہی تحقیق لکھ کر کہا: قلت وهذا قول ابی عبیدة۔ اور ابن منظور نے لسان العرب ج ۶ ص ۳۶۵ میں کہا الزجاج مع الفراء اور علامہ ابن جوزیؒ نے بھی سراج المنیر میں اسی قول کو لیا ہے اور حضرت

شاہ عبدالقادرؒ نے بھی انہی محققین کی تحقیق کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اور مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ نے بھی اسی طرح ترجمہ کیا اور ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ الوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح ترجمہ کیا، اے اللہ منعم علیہم والے لوگوں کے رستہ پر محفوظ رکھ اور مغضوب علیہم اور ضالین والے رستے نہ دکھا۔ آگے چل کر فرمایا تین فریق کا اس جگہ (بالاصالۃ) ذکر ہوا (نہ کہ بالتبع)۔ ایک منعم علیہم، دوسرا مغضوب علیہم، جن پر مہر جباریت لگ گئی ہے اور تیسرا فریق جو کہ ضالین یعنی گمراہ ہوں لیکن مہر جباریت کی نہ لگی ہو، اور ان تینوں فریقوں کا حال اب سورت بقرۃ کی ابتدا میں شروع ہوگا۔

ف کبھی ف کا معطوف وجود میں معطوف علیہ سے پہلے آتا ہے، جیسے مشکوٰۃ ص ۷۹ میں ہے: فانحرف رجل فسلّم ای سلّم فانحرف۔ اور کبھی ف ماقبل کے بیان کے لیے آتی ہے۔ جیسے مشکوٰۃ ص ۳۰ میں ہے: سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان بیتی و بین المسجد (الحدیث) اور ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۳ میں ہے اتی رسول اللہ فسالہ فقال۔ اور کبھی ف کا مابعد ف کے ماقبل امر ممتد کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جیسے من توضأ فلیستنثر (ابن ماجہ ص ۳۳) اذا استجمرت فاوتر (ن)

فرح شکایت و تخویفِ کفار کے مقام پر اگر لفظ فرح کفار کے حق میں آئے تو اس سے مراد فرح بغیر الحق ہوگا۔ بقرینہ اس مقام کے، کیونکہ القرآن یفسر بعضہ بعضًا یعنی قرآن مجید کی بعض آیات، بعض آیات کی تفسیر کردیتی ہیں۔

قسم اس سے متعلق مفصل بحث ص ۲۵۷ پر گزر چکی ہے۔

کان کان کے گیارہ معنے ہیں: ① کان تامہ ② کان زائدہ، جیسے: کیف نکلم من کان فی المہد صبیا (۱۹: ۲۹) کسی کا قول ہے: علی کان المسومۃ العراب، وما علمی بما کانوا یعملون ای بما یعملون (۲۶: ۱۱۲) ③ کان ناقصہ، جیسے: کان الانسان عجولا (۱۷: ۱۱) ④ بمعنے دام، جیسے: کان اللہ بکل شئ محیطا (۴: ۱۲۶) ⑤ بمعنے صار، جیسے: کان من الکفرین ای صار (۲: ۳۴) ⑥ بمعنے تمّ، جیسا کہ حماسی نے ص ۵۲ میں کہا:

قد کان مسیر ای شدة - ⑦ بمعنے حضر، جیسے حاشیہ شرح مفصل ج ۲ ص ۶۸ میں علامہ اشمونی نے کہا ہے ۔ ⑧ بمعنے کفل ، جیسے ، فلان الصبی ای کفلہ ۔ ⑨ بمعنے غزل ، جیسے ؛ کان فلان الصوف ای غزل ۔ ⑩ بمعنے حدث ، جیسے : ما شاء الله کان ای حدث ۔ ⑪ بمعنے ینبغی ، جیساکہ جلالین ص ۱۲۸ میں ہے ۔

ک ک بمعنی لام تعلیلیہ بھی آتا ہے ، جیسے : ونقلب افئدتھم وابصارھم کما لم یؤمنوا بہ ای لما لم یؤمنوا بہ (۶: ۱۱۰) کما اخرجک ربک ای لما اخرجک (۸: ۵) وکذلک جعلناکم امۃ وسطا ای لذلک (۲: ۱۴۳)

کل کل کا لفظ مشکوک ہے ۔ کیونکہ کبھی اس سے بعض مُراد ہوتا ہے (توضیح تلویح ص ۱۱۰) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : وجعلنا من الماء کل شیئ حی ای بعضہ (۲۱: ۳۰) کیونکہ جن و ملائکہ احیاء تو ہیں مگر پانی سے پیدا شدہ نہیں ، ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کی پتھر سے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے (الموذج جلیل ج ۱ ص ۶۲) اس کے علاوہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸ ، و ابن ماجہ ص ۱۲۰ میں ہے : کان علیہ السلام یصوم شعبان کلہ حتی یصلہ برمضان ای اکثرہ ۔ نیز اسی قبیل سے ہے : تفصیلا لکل شیئ (۶: ۱۵۴) ای کل شیئ یحتاج الیہ فی الدین من امر الشریعۃ من الامر والنھی والحلال والحرام والحدود والاحکام علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ او القیاس (دیکھو تفاسیر) البتہ خالق کل شیئ (۶: ۱۰۲) اور اس کی امثال عالم غیر مخصوص منہ البعض ہے ۔ دیکھو احکام القرآن للامام الشافعیؒ ۔

لا (۷: ۱۲) اور (۵۷: ۲۹) میں ' اور و عاطفہ کے بعد لا زائدہ آتے ہیں ۔ اور تاللہ تفتؤ (۱۲: ۸۵) میں لا مقدر ہے ۔ اور لا اقسم میں لا تاکیدیہ ہے یعنی "میں قسم کھاتا ہوں ناں" کذا قال عمی محمد شاہ رحمہ اللہ ۔

لاجناح یہ اباحت کے لیے استعمال ہوتا ہے (ہدایہ ص ۲۲۳) مگر جب زعم اثم کی تردید میں لاجناح آئے تو اباحت کا موجب نہیں ہوتا اور نہ ہی وجوب کے منافی ہے ۔ (سندھی علی النسائی ص ۴۰) نیز امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۲ میں لکھا ہے کہ نفی جناح کبھی تو تخییر کے لیے ہوتی ہے اور کبھی وجوب پر دلالت

کرتی ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ قرآن و سُنّت یا اجماع میں سے کسی دلیل کے بغیر ان دو معنوں میں سے کوئی معنے لے۔ جیسے: فمن حج البیت (

لعل یہ لفظ زبانِ عرب میں اس جگہ بولتے ہیں جہاں کسی چیز کے حاصل ہونے کی اُمّید و توقع ہو مگر یقین نہ ہو۔ گو اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا اس کلمہ کو استعمال میں لانا محال معلوم ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ استعمال کرنا جب محال ہوتا جس وقت اُس کو کسی چیز کے علم میں شک و تردد ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ بندوں کے محاوروں میں کلام کرتا ہے۔ اور جس موقع پر بندے اس کلمہ کو استعمال کرتے ہیں وہ بھی اسی موقع پر استعمال کرتا ہے۔ جس طرح رحمت، غضب، ساق، قدم وغیرہا الفاظ کا استعمال ہُوا ہے۔ اسی طرح لعل کا استعمال بھی قرآن مجید میں ہُوا۔

لقد جہاں لقد آجائے تو کوفی نحاۃ کے نزدیک اس سے پہلے واللہ مقدر ہوتا ہے۔ اور جلالین والے کا بھی یہی مختار ہے۔ دیکھو جلالین ص ۱۰۴۔ اور لام کو لام موطئۃ القسم کہتے ہیں۔ مگر بصری نحاۃ کا یہ مسلک نہیں ہے۔

لولا قرآن مجید میں لولا عموماً هلّا کے معنے میں آتا ہے۔

ما ما کبھی اِن کے معنے میں آتا ہے۔ جیسے: مالم تمسوهن ای ان لم تمسوهن۔

مثل قرآن مجید میں مثل کے چار معنے آتے ہیں: ① کہانی (کہاوت) ② صفت ③ عجیب شے ④ عبرت۔ البتہ لغت، اہلِ لغت پہلے دو معنے کرتے ہیں۔

مِنْ مِنْ کے بہت سے معنے ہیں۔ مثلاً: ① ابتدائیہ ② تعلیلیہ ③ بیانیہ ④ ظرفیہ اور ⑤ قسمیہ۔ مگر عمی محترم سیدی سندی حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مِنْ تشبیہ کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری ص ۶۹ میں ہے خلقت المرأۃ من ضلع۔ یہ مِن تشبیہیہ ہے اور اس کی مؤید وہ حدیث ہے جو بخاری ج ۲ ص ۷۷۹ اور مسلم ص ۴۷۵ کتاب الرضاع میں ہے: المرأۃ کالضلع اسی طرح العجوۃ من الجنۃ ای مثل شجرۃ الجنۃ اور الکمأۃ من المن ای مثل المن (مشکوٰۃ ص ۳۶۷ و ۳۶۳) اسی طرح کلام اللہ میں ہے: خلق منها زوجها (۴: ۱)

ای مثل نفس واحدۃ ای من نوع الانسان۔ جیسے کلیات ابی البقاء ص ۴۹ میں ہے اور یہ بھی کہا: وقد ورد التفسیر بذلک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وھو حبر الامۃ. اور اسی قبیل سے ہے: وابعث فیھم رسولا منھم (۲: ۱۲۹) ای من جنسھم۔ اور اسی طرح ومن ایاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا (۳۰: ۲۱) ای من جنسکم۔ ان کے علاوہ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں ہیں۔

مولی مولی کے ۱۸ معنے ہیں، میں نے سہولت کے لیے اس کے معنی شعروں میں لکھ دیے ہیں تاکہ انھیں زبانی یاد کرنے میں آپ لوگوں کو آسانی ہو ۔

نظم در ابیات "مولے" را معانی کردہ ام
عبد و آقا، جار و عم، داماد و ابنِ اخت و عم

مُعتِق و مُعتَق، شریک و مُنعِم و مُنعَم، حلیف
پس ولی، صاحب، مُحب و رشتہ دار و ضیف ہم

نظر قرآن مجید میں نظر اکثر غور و تامل و تفحص و تدبر کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی دل کی آنکھوں سے غور کرنا اور عبرت حاصل کرنا۔

و عموماً جملہ فعلیہ اور جملہ اسمیہ کے درمیان واو حالیہ ہوتی ہے۔ جیسے جاء زید وھو راکب لیکن کبھی کبھی واو عاطفہ ہی رہتی ہے، جیسے یتلون ایٰت اللہ اٰناء الیل وھم یسجدون (۳: ۱۱۳) اسی طرح یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (۵: ۵۵) اور کبھی و بمعنے مع آتی ہے، جیسے: ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ (۵: ۱۷) کہ اگر چاہتا اللہ تعالی کہ مسیح ابن مریم کو اس کی ماں کے ساتھ ہلاک کر دیتا۔

یا یا کے چار معنے ہیں۔ ① ندا ② ندبہ ③ تعجب ④ استغاثہ۔ اور جہاں مسلم شریف ج ۲ ص   میں آیا ہے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو لڑکے اور لڑکیاں گلیوں کوچوں میں کہہ رہے تھے یا محمد یا محمد تو اس کے معنے تعجب کے ہیں یعنی واہ محمدؐ! اب مخالفین کا اعتراض رفع ہوگیا۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ. درود سہ بار۔

اصطلاحات القرآن

دعوی یا موضوع سورۃ یہ سورت کا وہ مرکزی مضمون ہے جو تمام سورت کے لیے بمنزلہ محور کے ہے اور سورت کے باقی مضامین اسی کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ دعوے کی مثال بیج کی سی ہے، تو جیسے درخت کے ہر پتے اور شاخ میں بیج کا اثر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے ہر درخت دوسری نوع کے درختوں سے ممتاز نظر آتا ہے، اسی طرح سورت کی ہر آیت کو اصل دعویٰ سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اور اس دعویٰ کی بنا پر ایک سورت دوسری سورت سے ممتاز نظر آتی ہے۔

دلیل دلیل وہ بیان ہے جس سے دعوے ثابت کیا جائے۔ اور یہ تین قسم کے ہیں: ① دلیل عقلی ② دلیل نقلی ③ دلیلِ وحی۔ پھر **دلیل عقلی** دو قسم ہے: ① عقلی محض ② عقلی مع اعتراف الخصم۔ دلیل عقلی (محض) میں وہ امور ذکر ہوتے ہیں جن کا تعلق عقل سے ہو۔ اور دلیل عقلی مع اعتراف الخصم، مخالف کے سامنے بطور استفہام کے بیان ہوتی ہے۔ پھر ساتھ ہی مخالف کے تسلیمی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔

دلیل نقلی: جو دعوے کے اثبات کے لیے پیش کی جائے اور اس کی سات قسمیں ہیں: ① گزشتہ آسمانی کتابوں سے ② انبیاء سابقین سے اجمالاً ③ انبیاء سابقین سے تفصیلاً، نام بہ نام ④ کتب سابقہ کے جاننے والے ان علماء سے جو عہدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھے ⑤ جنات سے ⑥ ملائکہ سے ⑦ طیور سے۔ **دلیل وحی:** دعوے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہوتا ہے کہ کہ دو کہ میں اپنی رائے سے نہیں کہتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی مجھے حکم دیا ہے کہ تم یہ دعوے لوگوں تک پہنچاؤ۔

تنویر دعویٰ بعض دفعہ مخالفین سے دعویٰ کا ایک حصّہ تسلیم کرا کے اس کے باقی حصّے نہایت وضاحت سے ان کے سامنے بیان کر دیے جاتے ہیں، جن کی وہ صراحۃً تردید نہیں کر سکتے۔ اس طرح گویا انھوں نے دعویٰ کے تمام حصے صراحۃً وضمناً تسلیم کر لیے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ بیان کیا جاتا ہے، پھر اس کے کسی

پہلو کو زیادہ واضح کرنے یا اس سے متعلق کسی شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے کلام لایا جاتا ہے جو پہلے بیان کی تنویر کہلائے گا۔

تخویف دعوےٰ منوانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے ڈرانا۔ اور یہ تخویف دو قسم ہے: ① تخویفِ دُنیوی، اس کا تعلق دُنیا سے ہے۔ ② تخویفِ اُخروی، اس کا تعلق آخرت سے ہے۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں اسے ① تذکیر بایامِ اللہ۔ اور ② تذکیر بمابعد الموت کہتے ہیں۔

بشارت یا تبشیر دعوےٰ ماننے والوں کے لیے انعامات کی خوشخبری کا بیان۔ اور یہ بھی دو قسم ہے: ① دُنیوی ② اُخروی۔

شکویٰ منکرینِ دعویٰ جب مُقابلہ میں دعویٰ پیش کرنے والوں کو مُختلف طریقوں سے ذلیل و عاجز کرنے کی کوشش کرتے ہیں' تاکہ لوگ ان کے عجز کو دیکھ کر ان کے پیش کردہ دعویٰ کو چھوڑ دیں' تو ایسے لوگوں کے حالات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکایت کی جاتی ہے۔ اس کا نام شکویٰ ہے۔ بعض اوقات جوابِ شکویٰ بھی ساتھ ہی ذکر ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات خالی شکویٰ ہی ہوتا ہے۔ عام طور پر شکویٰ کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ابتداء قال یا قالوا سے ہوتی ہے۔

زجر منکرینِ دعویٰ کو ان کی ناجائز حرکات اور نامعقول مُطالبات پر اللہ تعالیٰ کے جھڑکنے یا دھمکی کو زجر کہتے ہیں۔

تنبیہ انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے خلافِ اُولیٰ کوئی فعل سرزد ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ آتی ہے۔

تسلیہ دعویٰ توحید پیش کرنے والوں پر جب منکرینِ دعویٰ کی طرف سے طرح طرح کی تکالیف آتی ہیں اور تکذیب بھی کرتے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعویٰ پیش کرنے والوں کو تسلی دی جاتی ہے، جس سے ان کے دلوں کو مضبوط اور زیادہ مُطمئن کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اُمورِ مُصلحہ دعویٰ ماننے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعویٰ پر مضبوطی

سے قائم رہیں اور امورِ انتظامیہ کے بیان کردہ احکامات کے مطابق عمل کریں، تاکہ مُسلمین باہم منظم اور مُتحد و مُتفق رہیں اور یہ پابندئ احکام دُشوار امر ہے، اس لیے ان کے ساتھ کچھ ایسے اُمور کا بیان ضروری ہے جو اِستقامت اور عملِ صالح پر ممد و مُعاون ہوں اور جن سے باطن کی اِصلاح ہو اور مُوحّد ہر مُشکل سے مُشکل حکم پر آمادۂ عمل ہوجائیں ایسے امور و احکام کو امورِ مصلحہ کہتے ہیں۔

اندماج یا ادماج کسی مثال یا واقعہ کے مقصودی حِصّے کو صَراحۃً بیان کرنا اور واقعہ کے غیر مقصودی حِصّے کو حذف کردینا جو کہ معمولی غور و فکر سے سمجھا جاسکے اس کو اندماج یا ادماج کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں اندماج کثرت سے ہے۔

اِدخالِ الٰہی کوئی قصہ نقل ہورہا ہو، یا کوئی مضمون بیان ہورہا ہو تو اثنائے کلام میں اللہ تعالیٰ اپنی بات اِرشاد فرمادیتے ہیں، جو اس قصہ یا مضمون کا حِصّہ تو نہیں ہوتا مگر اس سے متعلق ضرور ہوتا ہے۔

اعادہ بُعدِ عہد ایک مضمون بیان ہورہا ہو، مگر اس کا نتیجہ اور حکم اس مضمون کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، اس سے پہلے اس مضمون کے متعلقات آجاتے ہیں، پھر نتیجہ ذکر کرنے سے پہلے اس مضمون کو دُہرایا جاتا ہے، تاکہ اس کے ساتھ مُرتبط ہوجائے۔ یہ اعادہ بُعدِ عہد ہے۔

جبّاریّة اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو حق سمجھنے، دیکھنے اور سُننے کے لیے دِل، آنکھیں اور کان دِیے ہیں۔ اور حق سمجھانے کے لیے انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ ان تمام امور کے باوجود جو شخص حق کو نہ سمجھے، نہ دیکھے اور نہ سُنے، بلکہ ضِد اور عناد کی وجہ سے حق کا مُقابلہ کرے۔ اور اپنے عقائدِ باطلہ اور اعمالِ شرکیہ پر ڈٹا رہے تو ایسے لوگوں کی حق سُننے اور سمجھنے کی توفیق ماؤف ہوجاتی ہے اور اس طرح ان سے ایمان لانے کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔ اس حالت کا نام مُہرِ جبّاریت ہے۔ اور یہ جبر نہیں ہے۔ کیونکہ جبر تو تب ہوتا کہ حق سمجھنے اور سُننے کی توفیق ہی نہ دی جاتی۔ اور حق پُہنچانے کے وسائل بھی مہیا

نہ کیے جاتے۔ قال العارف الرومیؒ ؎

این نہ جبر و معنئ جباریست　　　معنئ جباریت را زاری است

ربط القلب یہ مُہرِ جبارّیت کی ضد ہے۔ جب انسان ہدایت کی راہ اختیار کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دِل کو یقینِ محکم اور اس کے ایمان کو دولتِ استقامت سے مالا مال فرما دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص گمراہی اور ضلالت سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ دِل کی اس کیفیت کا نام ربط القلب ہے۔

فائدہ: ہدایت کے چار درجے ہیں: ① اِنابت، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور ضد، عناد اور تعصب کو چھوڑ کر راہِ ہدایت کی تلاش کرنا۔ ہدایت صِرف انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن میں انابت الی اللہ کا جذبہ موجود ہو۔ ② ہدایت (سیدھی راہ پانا) یہ درجہ اِنابت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ③ اِستقامت، ہدایت کے بعد ہے۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مُطابق سیدھی راہ پر چلنا شروع کردیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اِستقامت عطا فرمادیتا ہے۔ ④ ربط القلب، جو ایمان کی پختگی کا سب سے اُونچا درجہ ہے، جسے یہ درجہ حاصل ہوجائے، دُنیا کی کوئی طاقت اُسے ایمان اور اِسلام سے برگشتہ نہیں کرسکتی۔ مگر یہ درجہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اِتباع کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: ضلالت کے بھی چار درجے ہیں: ① رَیب و شک، گمراہی کا پیش خیمہ ہے پہلے پہلے آدمی کے دِل میں شکوک و شبہات پَیدا ہوتے ہیں، جو اس کو صِراطِ مستقیم اور راہِ ہدایت سے بھٹکاتے ہیں۔ ② ضلالت، دینِ حق سے متعلق شکوک کا اِزالہ نہ کیا جائے اور وہ شکوک کسی کے دِل میں بیٹھ جائیں تو وہ ضلالت میں گرجاتا ہے اور راہِ حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ اِختیار کرتا ہے۔ ③ جدال، گمراہ آدمی اپنے غلط عقائد کو صحیح و حق ثابت کرنے کے لیے اہلِ حق سے جدال (جھگڑا) کرتا ہے اور ضد و عناد سے ہر حق بات کو رد کردیتا ہے۔ ④ مُہرِ جبارّیت (طبع علی القلب یا ختم علی القلب) جب آدمی حق کے مُقابلہ میں جدال اور جھگڑا شروع کرتا ہے اور تمام عقلی و نقلی دلائل سے حق

کے واضح اور ثابت ہوجانے پر بھی حق کو نہیں مانتا اور اپنی ضد اور عناد پر ڈٹا رہتا ہے تو اب اس کے دل پر مُہر لگ جاتی ہے۔ یعنی اس کے دل میں جو کفر و نفاق، اور شرک ہے وہ دل سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور جو اس کے دل سے باہر ہے یعنی ایمان و یقین اور توحید و اخلاص، وہ اس کے دل میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جب آدمی گمراہی کے اس درجہ میں پہنچ جائے تو اس کا راہِ حق پر آنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ اس درجہ میں اس سے ہدایت کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے۔ اسی کا نام طبع علی القلب یا ختم علی القلب ہے اور اسی کیفیت کو مُہرِ جباریت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

غیر مُعتبر تفاسیر

اس میں شک نہیں کہ بعض تفاسیر میں غیر ذمہ دارانہ باتیں لکھی ہوئی ہیں، جو نہ تو صحیح سند کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور نہ حضرات صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ اور نہ ائمۂ مجتہدینؒ سے ہی ثابت ہیں، جن میں سے درج ذیل تفاسیر، غیر مُعتبر تفسیروں کے زُمرے میں آتی ہیں۔ ان میں اسرائیلیات وغیرہ کی بھرمار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب باطلہ والے جب بھی دینِ اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں تو اس کی بُنیاد یہی غیر معتبر تفاسیر ہوتی ہیں۔ علماءِ اسلام کو بھی اسی وجہ سے غلط فہمیاں ہوتی رہتی ہیں اور یہی تفاسیر اِنتشار و نفاق بین المسلمین کا سبب بنتی ہیں، لہٰذا ان تفاسیر کا ذکر ضروری ہے، تاکہ ان سے بچا جاسکے۔ اور وہ تفاسیر یہ ہیں:۔
① بغوی (مجمع البحار ج ۳ ص ۵۰۸)، ② تفسیر عبد الرحمٰن بن کیسان الاصم ③ تفسیر جبائی ④ تفسیر زمخشری ⑤ تفسیر مقاتل بن سُلیمان ⑥ تفسیر سُدی ⑦ تفسیر کلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ (تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر الفتنی ص ۸۳)، ⑧ تفسیر ابن جریر و احادیثہ (تفہیم المسائل ص ۱۹۵) ⑨ حقائق التفسیر لعبد الرحمٰن السلمی ⑩ تفسیر ثعلبی ⑪ تفسیر واحدی وکانا حاطبی لیل (تذکرۃ ص ۸۳، مجمع البحار ص ۵۰۹)، ⑫ تفسیر جویبر عن ضحاک عن ابن عباسؓ ⑬ تفسیر بکر بن سیل

دمیاطی عن عبد الغنی بن سعید عن موسیٰ بن محمد عن ابن جریج (البیان فی علوم القرآن ص ۳۸۳) ⑬ تفسیر آدم بن ایاس ⑮ تفسیر اسحٰق بن راہویہ ⑯ تفسیر ابی بکر بن ابی سیبہ ⑰ تفسیر حاکم ⑱ تفسیر درِ منثور ⑲ تفسیر رُوح بن عبادہ ⑳ تفسیر سُفیان بن عینیہ ㉑ تفسیر وکیع بن الجراح ㉒ تفسیر شعبۃ بن الحجاج ㉓ تفسیر عبد بن حمید ㉔ تفسیر عبد الرزاق ㉕ تفسیر عبد الرحمٰن بن ابی حاتم ㉖ تفسیر ابن الشیخ ㉗ تفسیر یزید بن ہارون ㉘ تفسیر ابن جریج ㉙ تفسیر ابن حبان ㉚ تفسیر ابن مردویہ ㉛ تفسیر ابن منذر ㉜ تفسیر ابن قتیبہ ㉝ تفسیر ابی حنیفہ دینوری ㉞ تفسیر ابن عبد الرحمٰن محمد بن حسین سلمی نیشاپُوری (مجموعۂ خرافات) ㉟ تفسیر ابی قاسم ابراہیم بن اسحٰق انماطی ㊱ تفسیر رُوح البیان ㊲ تفسیر صاوی۔

نوٹ: تفسیر بیضاوی منقولات میں کم مرتبہ اور فضائلِ سُور میں ضعاف اور احادیث موضوعہ لاتا ہے۔ اس لیے یہ تفسیر بھی غیر معتبر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

محمد حسین غفرلہٗ
ولوالدیہ ولاساتذتہٖ
النیلوی
جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا (پاکستان)

کتبہ: سید حسن واسطی خطاط ۱۰/ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

انتساب

اللہ وحدہٗ لاشریک

کے نام

تی کی توحید کا علم بلند کرنے کے لیے سلطان العارفین رئیس المفسرین سند المحدثین امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ

سے کفر و شرک پر فریفتہ نام نہاد صوفیاء ومشائخ اور علماءِ سوء سے ٹکر لے کر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے زندگی وقف کر دی

پھر حضرت رئیس المفسرین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تربیت یافتہ علماء کرام نے ملک کے مختلف گوشوں میں ڈیرہ

لگایا اور شرک وبدعات اور رسوماتِ جاہلیت کے خلاف منظم جہاد کیا۔ قرآن وسنت کی روشنی

سے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو مٹانے کے جذبات سے سرشار ان علماء حق نے

نبوی مشن کے فروغ کے لیے اپنی زندگیاں کھپا دیں

اس دیس میں آج توحید وسنت کی روشنی بفضل اللہ تعالیٰ انہی اکابرین کی قربانیوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علمی باغ کے ان پھولوں نے جب حسنِ تنظیم سے گلدستے کی صورت

اختیار کی تو۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ

کا نام پایا

اللہ تعالیٰ ہماری تمام توانائیاں اشاعت التوحید والسنۃ کے لیے قبول فرمائے۔ آمین

یرحم اللہ عبدًا قال آمینا

ناظم مکتبہ

افراط و تفریط سے ہٹ کر مستند تاریخی حوالہ جات
کی روشنی میں واقعہ کربلا کی صحیح تصویر

افراط و تفریط سے ہٹ کر مستند تاریخی حوالہ جات
کی روشنی میں واقعہ کربلا کی صحیح تصویر

شہید کربلا رضی اللہ عنہ

المعروف

واقعہ کربلا اور اُس کا پس منظر

مؤلف:
داعی توحید و سنت وکیل صحابہ و اہلبیت
علامہ محمد عطاء اللہ بندیالوی
خطیب جامع مسجد معاویہ سرگودھا.